معارفِ محسنِ ملت
ترتیب
محمد قمر الزماں مصباحی ایم اے
حسبِ فرمائش
مولانا اکبر علی فاروقی
ناشر
مرکزی محسن ملت کمیٹی

معارفِ مُحسنِ ملّت
ترتیب
محمد قمر الزماں مصباحی ایم اے
حسبِ فرمائش
مولانا اکبر علی فاروقی
ناشر
مرکزی محسنِ ملت کمیٹی
یونانی میڈیکل کالج کیمپس، بیج ناتھ پارہ، رائے پور

نام کتاب ---------- معارف محسن ملت

مرتب ---------- مولانا محمد قمر الزماں مصباحی مظفر پوری

حسب فرمائش ---------- مفکر اسلام حضرت مولانا اکبر علی فاروقی

نظر ثانی ---------- ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ

کمپوزنگ ---------- ڈاکٹر ابرار قادری

پروف ریڈنگ ---------- ڈاکٹر سید عتیق الرحمٰن

سن اشاعت ---------- ۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء

ہدیہ ---------- ۱۵۰/روپے

تعداد ---------- گیارہ سو

﴿ملنے کے پتے﴾

- ☆ محسن ملت یونانی میڈیکل کالج، بیجناتھ پارہ، رائے پور (چھتیس گڑھ)
- ☆ دار العلوم محسن ملت، ملت کامپلیکس، نیر مسلم ہال، بیجناتھ پارہ، رائے پور (چھتیس گڑھ)
- ☆ مدرسہ رضائے مصطفیٰ، محمد پور مبارک، مظفر پور (بہار)
- ☆ جامعہ مدینۃ العلوم، گاندھی نگر، درگ (چھتیس گڑھ)
- ☆ مدرسہ چمن اسلام، باون کیرا، مہاسمند (چھتیس گڑھ)
- ☆ دار العلوم امام اعظم، دلی راجہرا، درگ (چھتیس گڑھ)
- ☆ مدرسہ عربیہ غوثیہ، آمانا کا، کوٹا، رائے پور (چھتیس گڑھ)
- ☆ دار العلوم فیضان سید شیر علی آغا تاج نگر، گنج کھدان، رائے پور (چھتیس گڑھ)
- ☆ غریب نواز ایجوکیشن سوسائٹی، وارڈ نمبر ۹، موتی گیرا، پرسا، مہوتری، نیپال
- ☆ دار العلوم مجاہد ملت، دھنپوری شہڈول (ایم۔پی۔)
- ☆ مدرسہ حامدیہ شمس العلوم، خیرہا، شہڈول (ایم۔پی۔)
- ☆ مدرسہ اشرفیہ امیر العلوم، مہاسمند (چھتیس گڑھ)
- ☆ مدرسہ رضویہ برکاتیہ گڑھیاری، رائے پور (چھتیس گڑھ)

انتساب

خواجہ خواجگاں، عطائے رسول سلطان الہند حضرت سید نا سرکار خواجہ غریب نواز

و

سلطان العارفین حضرت سید نا سرکار قطب الدین بختیار کاکی

و

زبدۃ الکاملین حضرت سید نا سرکار نظام الدین اولیا محبوب الٰہی

و

تارک السلطنت حضرت سید نا سرکار مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی

و

قطب دیوہ سید نا سرکار وارث پاک

و

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں قادری علیہم الرحمہ کے

نام

جن کی دینی، مذہبی اور تبلیغی خدمات کی خوشبو سے ملک ہند کا خطہ خطہ معطر ہے

اور

جن کے مقدس قدموں کے نشانات کفر و بدعات کی شب دیجور میں

آج بھی چراغ ہدایت ہیں

خاکپائے اولیاء

اکبر علی فاروقی

نذر عقیدت

جماعت اہل سنت کی اُن عالمگیر اور ہمہ جہت شخصیات کی بارگاہوں میں

عقیدت کی کلیاں پیش ہیں

جن کے

علمی، ادبی اور دعوتی کارنامے ماضی کے اوراق میں پوشیدہ ہیں

اور

ہزار کوششوں کے باوجود نئی نسل ان کی چمکتی سیرت سے روشنی حاصل کرنے میں

ناکام ہے

فقط

محمد قمر الزماں مصباحی

نذر محبت

محسن ملت کے شہزادۂ اکبر حضرت مولانا فاروق علی فاروقی کی

خدمت میں

محبت کے پھول پیش ہیں جنہوں نے زندگی کی ۴۵/ بہاریں دیکھنے کے بعد

داعی اجل کو لبیک کہا لیکن اُن کی خاموش مزاجی، سنجیدگی اور سادگی کا تذکرہ

آج بھی لوگوں کی زبانوں پر ہے

اور

جنہوں نے حضرت مولانا اکبر علی فاروقی کی شکل میں اپنی فکر وشعور کا ایسا جانشین چھوڑا

جو آپ کے ادھورے خوابوں کی تکمیل میں مصروف ہیں

فقط

محمد قمر الزماں مصباحی

مشمولات

تاثرات

تنویر حیات

ملی ومذہبی خدمات

سیاسی خدمات

منظومات

شذرات

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ (۱۸۸۹ء/۱۹۶۸ء) کی تابدار شخصیت کسی اعتبار سے محتاج تعارف نہیں۔ایک مخلص قائد، پُرسوز داعی، صاحب نظر عالم دین، مسلک اعلیٰ حضرت کے پُر جوش ترجمان، بے باک مجاہد اور جنگ آزادی کے عظیم رہنما کی حیثیت سے تاریخ کی پیشانی پر آج بھی آپ کا نام روشن ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی بارگاہ سے حکمت و دانائی، سیاسی بالغ نظری، دُور اندیشی، مناظرہ طمطراق اور علم وشعور کا سارا سرمایہ حاصل کرنے کے بعد پورے اخلاص وللّٰہیت اور جذبہ ولگن کے ساتھ دین وملت کی نا قابل فراموش خدمات انجام دیں۔آپ نے اپنی تبلیغ کے لئے جس زمین کا انتخاب کیا وہ علاقہ کفر کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا اور جو مسلمان تھے وہ غیر شرعی رسومات کی لعنت میں مبتلا تھے۔حضرت سید نا سرکار خواجہ غریب نواز، حضرت محبوب الٰہی، حضرت مخدوم سمناں کچھوچھوی اور حضرت وارث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے فیضان وکرم کا سہارا لے کر آگے بڑھے اور جدھر سے گزرے اسلام وسنیت کی خوشبو بکھیرتے چلے گئے۔

صداقت کا چہرہ ہمیشہ صاف وشفاف ہوتا ہے۔ماضی کی کائی کچھ دنوں کے لئے اسے دھندھلا تو کرسکتی ہے مگر ہمیشہ کے لئے چھپا نہیں سکتی۔محسن ملت علیہ الرحمہ کی

تاریخ ساز شخصیت کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ کچھ سالوں تک آپ کی نور پاش شخصیت کے آئینے پر بے توجہی کی کائی جمی رہی اور آج وصال کے چالیس سال کے بعد کائی کی تہہ بہ تہہ پرتیں کھل رہی ہیں، تاریکیاں سمٹ رہی ہیں، حقائق سامنے آرہے ہیں، ان کا زندہ کردار، ان کا سوز دروں، ان کی چمکتی سیرت، ان کے خوبصورت کارنامے اور ان کی حیات وخدمات کے نئے نئے باب وا ہو رہے ہیں اور قدم قدم پر اُن کی عظمت وشوکت کے چراغ کا اُجالا پھیل رہا ہے۔

جہاں رہے گا وہیں روشنی لٹائے گا
چراغ کا اپنا کوئی مکاں نہیں ہوتا

غالباً ۱۹۸۵ء کی بات ہے جب میں نے پہلی بار الجامعۃ الاشرفیہ کے علمی کیمپ میں قدم رکھا۔ داخلے کی کاروائی پوری ہونے کے بعد قدیم دارالاقامہ کے روم نمبر سولہ میں رہنے کی جگہ ملی۔ جب سامان لے کر پہنچا تو دیکھا کہ ایک جمیل وخوبرو چہرہ میرے سامنے ہے۔ اخلاق کا پیکر، اخلاص کا دھنی، انداز میں متانت، لہجے میں سنجیدگی، نگاہوں میں تجسس اور اَدا اَدا سے ایک خاص قسم کا وقار جھلک رہا ہے، یہ تھے نبیرۂ محسن ملت مولانا اکبر علی فاروقی، جنہوں نے محسن ملت کے آغوش علم وکرم میں آنکھیں کھولیں اور علمی نشو ونما کے شوق نے اشرفیہ کے علمی چھاونی تک پہونچا دیا۔ ہم دونوں میں ایک اہم چیز جو قدر مشترک تھی اور ہے وہ یہ کہ جس طرح مولانا کے جد کریم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی بارگاہ کے فیض یافتہ تھے اسی طرح الحمد للہ فقیر کے جد کریم بلکہ پورا گھرانہ اعلیٰ حضرت کے خوان کرم کا پروردہ۔ گویا امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ سے الفت وعقیدت کی عظیم دولت لہو کی گردشوں کے ذریعہ ہم دونوں تک پہنچی ہے۔ یہی وہ نسبت خاص تھی جس نے ہم دونوں کو الجامعۃ الاشرفیہ میں ایک دوسرے

سے قریب کر دیا۔ پھر کیا تھا ساتھ ساتھ کلاس میں جانا، ساتھ ساتھ کلاس سے باہر آنا، خالی اوقات میں ایک ساتھ بیٹھ کر ملی مسائل پر تبادلہ خیال کرنا، گویا ہر روز نئے منصوبے، نئے خاکے اور مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے نئی پلاننگ تیار کرنا ہم دونوں کا معمول بن گیا۔ ایک طرف قسم قسم کے یہ پاکیزہ منصوبے اور دوسری جانب ہم لوگوں کی کم علمی اور بے سروسامانی۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ ہر روز ہم لوگ ریت پر ایک نیا تاج محل تعمیر کرتے اور شام ہوتے ہوتے تاج محل کا دودھیا رنگ ایک موہوم تاریکیوں میں ڈوب جاتا۔

۱۹۹۰ء میں سند فضیلت سے نوازے گئے اور پھر اپنے اپنے وطن لوٹ گئے۔ میں تو خالی ہاتھ اپنے گھر پہونچا اور مولانا اکبر علی فاروقی ان تمام منصوبوں اور خاکوں کو اپنے شعور کے زنداں میں قید کر کے رائے پور پہونچے۔ مدرسہ اصلاح المسلمین تو انہیں وراثت میں ملا تھا اس ادارہ کو بام عروج تک پہنچانے کے لئے سب سے پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ باصلاحیت اور ذی استعداد اساتذہ کی تقرری کی۔ مولانا کے اس حسن تدبر اور انتظامی صلاحیت نے چند سالوں میں معیار تعلیم کو دورۂ حدیث تک پہونچا دیا مگر انہیں معلوم تھا کہ گلشن میں رہ کر چند کلیوں پر قناعت کرنا نادانی ہے چنانچہ انہوں نے اپنی فکری توانائیوں کو ایک نیا رُخ دیا اور اشرفیہ کی چہار دیواری میں بیٹھ کر جو منصوبے تیار کئے گئے تھے ان میں زندگی کی روح پھونکنے کے لئے انہوں نے اپنی خفیہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پہلے پرائمری سے مڈل تک غریب نواز اُردو، انگلش اور ہندی میڈیم اسکول الگ الگ محلے میں قائم کئے جس میں آپ کو امید سے کہیں زیادہ کامیابی ملی۔ یہ حقیقت ہے کہ جب کوشش سچی ہو، نیت میں اخلاص ہو، عزم پختہ اور ارادے میں پاکیزگی ہو تو مولیٰ کا کرم جھوم جھوم کر برستا ہے۔ ان

اسکولوں کی ترقی دیکھ کرمولانا کے عزائم میں مزید بلندی اور بالیدگی پیدا ہوئی چنانچہ ۲۰۰۲ء میں محسن ملت یونانی میڈیکل کالج اینڈ ہاسپٹل کی منظوری لے کرآ گئے اور اس سطح پر بھی انہوں نے باضابطہ کام کا آغاز کردیا جس سے اب تک ڈاکٹروں کی تین کھیپ نکل چکی ہے۔

فراغت کے بعد تقریباً پندرہ سال کا ایسا عرصہ گذرا کہ اس بیچ ہم دونوں میں شاید ایک دو بار فون سے گفتگو ہوئی ہو اور بس ۲۰۰۴ء میں مولانا کی دعوت پر رائے پور کے ایک جلسے میں حاضری کا اتفاق ہوا۔ گویا وہ میرے میزبان تھے اور میں ان کا مہمان۔ جلسے کے بعد دو روز اور انہوں نے مجھے قیدی بنائے رکھا اور اپنے منصوبے اور کارگزاریوں کے سارے نقشے دکھاتے رہے۔ فراغت کے بعد ان پندرہ سالوں میں انہوں نے اپنے منصوبوں کو جو عملی جامہ پہنایا وہ حیرت انگیز بھی تھا اور مسرت افزا بھی۔ جلالت العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اقوال ''زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام'' اور ''کام کے آدمی بنو'' کی مولانا چلتی پھرتی اور سچی تصویر نظر آئے۔ اتنا کچھ کر گذرنے کے بعد بھی مولانا ابھی تھکے نہیں ہیں بلکہ قوم کے بچوں کو فکری و علمی زبوں حالی سے نجات دلانے کے لئے ہمہ دم کوشاں ہیں اور اس سلسلے میں اپنی فائلیں یہاں سے دہلی تک بڑھانے میں مصروف عمل ہیں اور یہ سب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے فیضان کا نتیجہ ہے کہ جو خواب آج سے پچاس سال قبل دادا نے دیکھا تھا نصف صدی گزرنے کے بعد خود اس کا لائق و فائق پوتا اس خواب کی حسین تعبیر بن گیا۔ امام احمد رضا قادری نے قوم کو صرف محدث، مفسر، مبلغ، فقیہ اور خطیب ہی نہیں دیئے بلکہ ایسے معمار قوم بھی عطا کئے جن کے تراشے ہوئے حسین نقشوں کو تاج محل کی خوبصورتی بھی چشم حیرت سے تک رہی ہے۔

یہ تو قوم اور قوم کے تابندہ مستقبل کے وہ خاکے تھے جس میں مولانا نے قوس و قزح کا ایسا رنگ بھر دیا کہ ''دیکھا کرے کوئی'' مگر یہ فکر ہمیشہ مولانا کو ستاتی رہی کہ وہ محسن ملت جنہوں نے مدھیہ بھارت کے مسلمانوں کو مذہبی اور سیاسی دونوں اعتبار سے مالا مال کردیا خود اُن کی سیاسی کارکردگی، حیات کے درخشاں نقوش اور ان کے تبلیغی کارنامے تاریخ کے کھنڈر میں دفن کیوں ہیں؟ اگر یہ سچ ہے کہ وہی قوم زندہ رہتی ہے جو اپنے قائد کے زندہ کردار کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کا سفر متعین کرتی ہے تاکہ قدم قدم پر ان کی شخصیت کی دلربائی اور سیرت کا اجالا اُن کی دستگیری کرے تو ملت کے شناوروں کو تاریخ کے سمندر سے ان موتیوں کو ضرور نکال لینا چاہئیے جن پر ان کے کارناموں کی داستان تحریر ہے۔ چنانچہ یہ اہم کام انہوں نے میرے سپرد کیا۔ ادھر میں اپنی کم مائیگی اور تہی دستی کا عذر پیش کرتا رہا مگر انہوں نے ایک بھی نہ سنی اور مجھے اتنی بڑی ذمہ داری قبول کرنی پڑی۔ جو لوگ اس راہ کے مسافر ہیں انہیں معلوم ہے کہ کسی بھی شخصیت کے گلشن حیات کے بکھرے ہوئے پھولوں کو اکھٹا کرنا، اسے پرونا اور پھر اسے گلدستہ کی شکل دینا کس قدر دشوار گزار ہے۔ مگر جب آدمی ہر اعتبار سے اپنے آپ کو تیار کر لیتا ہے تو لمحہ بہ لمحہ نصرت الٰہی سہارا دیتی ہے اور اسباب و عوامل خود ہی چوکھٹ پر دستک دینے لگتے ہیں۔ میں نے بھی بزرگوں کے کرم کا سہارا لے کر کام کی ابتداء کی، ملک کے نامور اہل قلم اور اصحاب فکر و نظر سے رابطہ شروع کیا۔ ان کو مواد فراہم کرنے کے لئے عناوین مرتب کر کے کچھ مواد اکٹھا کیا اور ان کی خدمت میں ارسال کرتا رہا کچھ تو اتنے مخلص اور کرم فرما ثابت ہوئے کہ نہ صرف اپنی ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا بلکہ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود ماہ دو ماہ کے اندر اپنے گراں قدر مقالے بھی لکھ کر روانہ کر دیئے اور ہر گھڑی اپنے تعاون کی پیش کش کرتے رہے جن میں

رئیس التحریر مولانا وارث جمال قادری، ادیب شہیر مولانا عبدالمبین نعمانی اور استاذ محترم نازش فکر وقلم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری کے اسماء قابل ذکر ہیں جن کی سرپرستی اور رہنمائی کے بغیر ایک قدم بھی میں آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔

ڈاکٹر سید شمیم گوہر الہ آباد، ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی مظفر پور، ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم دہلی، مفتی نذیر القادری مصباحی سون بھدر، ڈاکٹر امجد رضا امجد القلم فاؤنڈیشن پٹنہ، مفتی انور نظامی مصباحی ہزاریباغ، مولانا انیس عالم سیوانی لکھنو اور مولانا محمد عالم مصباحی ہزاریباغ کی کرم طرازیاں بھی سناٹوں میں ہنگامے اور یاس میں آس کی کیفیات پیدا کرتی رہیں۔

معارف میں جن شخصیات نے اپنا قلمی تعاون پیش کیا وہ سب جہانِ ادب میں الگ الگ اپنی شناخت رکھتی ہیں اور جن کے دم سے ادب کا نکھار اور فکر وقلم کا وقار قائم ہے۔

☆ حضرت مولانا وارث جمال قادری ممبئی جو تقریباً تین دھائی سے لکھ رہے ہیں اور خوب لکھ رہے ہیں ان کی تصانیف میں خاص طور سے امام شعر ادب، اسلام اور رسوم شادی اور بھیگی پلکوں کے بوجھ کو انڈو پاک میں بے پناہ مقبولیت میسر آئیں۔ تحریر کی جامعیت، فکر کی ندرت، لہجے کی حلاوت اور اسلوب بیان کی لطافت ایسی ہے کہ پوری کتاب پڑھنے کے بعد بھی قاری کی تشنگی اپنی جگہ بہ دستور قائم رہتی ہے۔ ان کا مقالہ ''محسن ملت اور ان کی سیاسی بصیرت'' خاصہ اہمیت کا حامل ہے۔ ہماری حریف جماعت کی دین فروشی کا جس خوبصورتی کے ساتھ آپ نے پردہ چاک کیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ آپ کی یہ فکری اور قلمی

کاوش صاحبان نظر سے یقیناً خراجِ تحسین حاصل کرے گی۔

☆ حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی چریاکوٹ ہماری جماعت کے نہایت باکمال ادیب ہیں، قلم برداشتہ لکھتے ہیں اور بہت اچھا لکھتے ہیں، تحریر سادہ مگر اپنے دامن میں معنی صد ہزار لئے ہوتی ہے، خود کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور بہت سی کتابوں پر آپ نے وقیع تقریظات تحریر فرمائی ہیں۔ اس کتاب میں شامل آپ کا مضمون ''محسن ملت اور تحفظ سنیت'' مختصر مگر بہت جامع ہے۔ محسن ملت کی فروغ سنیت میں کیا قربانیاں تھیں اس مضمون میں اچھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

☆ حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری ہماری جماعت کے اُس نامور قلمکار کا نام ہے جن کی تحریر کا بانکپن، جملے کی رنگینی، رس گھولتے لہجے کی حلاوت اور اندازِ بیان کی شگفتگی ہر لحہ قاری کو ایک نئے جہان کی سیر کراتی ہے۔ ابھی کچھ سالوں قبل میسور یونیورسٹی سے ''امام احمد رضا اور ان کا تصور عشق'' کے عنوان پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ پانچ سو صفحات پر پھیلا ہوا ان کا بڑی تحقیقی مقالہ ہے۔ امام احمد رضا کے کعبہ عشق پر آپ نے غلاف چڑھانے کی بڑی محمود کوشش کی ہے اور اس کے علاوہ رضویات کے عنوان پہ درجنوں مقالے آپ نے تحریر فرمائے ہیں جو انڈو پاک کے معیاری رسائل میں چھپ چکے ہیں۔ ''محسن ملت اور حیات خدمات'' آپ کا وقیع مقالہ ممدوح کی زندگی کا مکمل احاطہ کئے ہوئے ہے جس سے قارئین کی معلومات ضرور اضافہ ہوگا۔

☆ حضرت مولانا ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم مصباحی ہمدرد یونیورسٹی دہلی میں علوم اسلامیہ اور تقابل ادیان کے شعبے کے صدر ہیں۔ دینی درسگاہ سے لے کر عصری جامعات

تک آپ کی علمی، فکری اور ادبی عظمتوں کا غلغلہ بلند ہے۔آپ روندی ہوئی
زمین پر چلنے کی بجائے ہمیشہ تحریر کی دنیا میں نئی راہ تلاش کرتے ہیں اور بڑی
سلامتی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔امام احمد رضا کے افکار ونظریات کا ایک تقابلی
مطالعہ، مولانا حشمت علی خاں ایک تحقیقی مطالعہ، متنبی ایک تحقیقی مطالعہ، دینی
مدارس اور عہد حاضر کے تقاضے، نصاب فارسی وعربی اتر پردیش، تذکرۂ علمائے
بستی اور ان کے علاوہ تاریخ مشائخ قادریہ تین ضخیم جلدوں میں آپ کے رشحات
قلم کے وہ خوبصورت نمونے ہیں جہاں تحقیق کی عظمت اور قلم کی شوکت ایک
دوسرے سے گلے ملتی نظر آرہی ہے۔آپ کی تحریر ''محسن ملت بحیثیت آزادی''
جو تاریخی صداقتوں کا آئینہ دار ہے یہ مضمون بھی معلومات کے نئے دروازے
کھولتا ہے۔

☆ ڈاکٹر سید شمیم گوہر دنیائے شعروادب اور جہان تنقید کا ایک معتبر نام ہے جن
کے ادبی شہہ پارے اور شعری سرمائے سے اُردو ادب کا دامن مالا مال ہے اور
جن کی نعت وغزل کے کئی مجموعے چھپ کر اکابرین ادب سے خراج تحسین
حاصل کر چکے ہیں۔آپ کا مقالہ ''محسن ملت اور ان کا مجاہدانہ کردار'' محسن
ملت کے مجاہدانہ کردار کو اجاگر کرنے میں نہایت کامیاب ثابت ہوگا۔

☆ پروفیسر فاروق احمد صدیقی زبان وادب کی آبرو کا نام ہے۔بہار یونیورسٹی میں
صدر شعبہ اُردو فارسی اور ڈین کے عہدوں پر فائز رہ کر علمی تاریخ کا سنہرا باب
لکھا۔ایک اچھے ادیب، عمدہ نقاد اور شگفتہ خیال شاعر کی حیثیت سے آپ اپنی
منفرد شناخت رکھتے ہیں۔نظم ونثر دونوں پر یکساں مہارت ہے۔تین دہائی

سے ان کا قلم بھی زبان وادب کے کاکل ورخسار کو سنوارنے میں مصروف
ہے۔ہر خشک وتر موضوع پر لکھتے ہیں اور حق ادا کر دیتے ہیں۔زبان وبیان کی
نزاکت، قلم کی چاشنی اور لب ولہجے کی کھنک ایسی ہے کہ دُور سے ہی پہچان لئے
جاتے ہیں۔''محسن ملت ایک کثیر الجہات شخصیت'' پر آپ کی تحریر مختصر مگر
معنویت وجامعیت کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔

☆ مفتی نذیر القادری مصباحی باغ وبہار شخصیت کے مالک ہیں۔تدریسی صلاحیت،
افتاء کا وقار، شعروشاعری اور خطابت وصحافت آپ کی زندگی کے خوبصورت
پہلو ہیں۔عظیم آباد پٹنہ کی سرزمین سے نکلنے والا مذہبی رسالہ ماہنامہ نور مصطفی
کے آپ کئی سال تک مدیر اعلیٰ رہے اور اپنے زمانہ ادارت میں کئی کامیاب
نمبر بھی نکالے۔اس وقت دار العلوم قادریہ بگھاڑ وسون بھدر (یوپی) میں شیخ
الحدیث کی مسند کو زینت بخش رہے ہیں۔یہ ادارہ نصیر ملت حضرت علامہ
نصیر الدین صاحب قبلہ عزیزی شیخ المعقولات الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی
سربراہی میں عروج وارتقاء کی منزلیں طے کر رہا ہے۔''محسن ملت اور ان کی
قائدانہ بصیرت'' آپ کا اچھوتا مقالہ قارئین کو ضرور متاثر کرے گا۔

☆ ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ مدیر اعلیٰ رضا بک ریویو ہماری جماعت کے جواں علم،
جواں شعور، بالغ نظر اور جواں فکر نقاد وادیب ہیں۔ادبی دنیا میں آپ کی شخصیت
بہت نمایاں ہے ملک اور بیرون ملک آپ کی تحریر کا وزن محسوس کیا جاتا ہے۔
قلم سیال اور فکر میں آفاقیت ہے۔یوں تو آپ ہر عنوان پر عمدہ لکھتے ہیں مگر
رضویاتی ادب آپ کا خاص موضوع ہے۔محسن ملت اور مسلم متحدہ محاذ پر آپ

کا مقالہ بڑا تحقیقی اور علمی رنگ لئے ہوئے ہے۔ محسن ملت کی زندگی کا یہ گوشہ جواب تک تشنہ تھا ڈاکٹر امجد رضا کے زرنگار قلم نے اس تشنگی کو بھی دور کر دیا۔

☆ مفتی انور نظامی مصباحی ہماری جماعت کے وہ نوجوان عالم اور فقیہ ہیں جنہیں فقہی جزئیات پر کافی دسترس حاصل ہے۔ جودت طبع، وسعت مطالعہ اور فقہی مباحث پر کامل گرفت کی وجہ سے نوجوان علماء کی صف میں امتیازی شان کے مالک ہیں یہی وجہ ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ کی مجلس شرعی ہو یا مرکز اہل سنت بریلی شریف کی شرعی کونسل ہر فقہی مذاکرات میں آپ کا وجود اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے اور اکابرین فقہ آپ کی گفتگو کو بہت غور سے سماعت فرماتے ہیں۔ ''محسن ملت ایک پرسوز داعی آپ کا بڑا تفصیلی مقالہ ہے، جس میں پہلے داعی کی عملی زندگی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور پھر محسن ملت کی داعیانہ عظمت وشوکت کو بڑے انوکھے انداز میں پیش کیا گیا ہے جو یقیناً اہل علم سے داد وصول کرے گا۔

☆ حضرت مولانا انیس عالم سیوانی کا شمار جماعت کے دیدہ ور اور باہوش علماء میں ہوتا ہے اس عمر میں اللہ نے جو دور اندیشی اور حکمت ودانائی عطا کی ہے اس سے آپ کے تابندہ مستقبل کا اشارہ ملتا ہے۔ صدام حسین یونیورسٹی بغداد سے فاضل کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اُردو اور عربی دونوں زبان پر یکساں گرفت ہے۔ جتنی اچھی تحریر ہے اتنی ہی اچھی تقریر بھی۔ امام احمد رضا فاؤنڈیشن لکھنو کے بانی وصدر ہیں۔ لکھنو جیسی صلح کلیت کی فضا میں مسلک اعلیٰ حضرت کی پُر جوش نمائندگی آپ کی علمی اور سیاسی صلاحیتوں کا بھرپور غماز ہے۔

☆ حضرت مولانا محمد عالم مصباحی ہزاریباغ ہماری جماعت کے باوقار عالم اور

اشرفیہ کے تازہ ترین فاضل ہیں۔ دار العلوم غوث اعظم میں شعبہ افتاء کے صدر ہیں۔ قلم دوات سے بھی اچھی دلچسپی ہے، سنیت کے فروغ واستحکام اور عروج وارتقاء کے لئے اپنے تئیں بڑا پاکیزہ جذبہ رکھتے ہیں۔

☆ منظومات کے گوشے میں نقیب اہل سنت حضرت مولانا سید علی احمد سیوانی، مفتی شمیم القادری مظفر پوری، مولانا صلاح الدین مصباحی اورنگ آبادی (استاد جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس)، ڈاکٹر محمد اسمٰعیل فاتر رضوی اور ڈاکٹر نعیم ساحل الہ آبادی کے کلام شامل ہیں۔ میں ان حضرات کا بھی ممنونِ کرم ہوں کہ محسن ملت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کر کے جہاں احسان شناسی کا فریضہ انجام دیا وہیں معارف کے حسن میں بھی اضافہ کیا۔

☆ اخیر میں شہزادۂ مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ الشاہ مفتی محمود احمد صاحب قبلہ رفاقتی خانقاہ امین شریعت مظفر پور، شہزادۂ حافظ ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، خطیب الہند حضرت ڈاکٹر حسن رضا خاں پی ایچ ڈی پٹنہ، حافظ احادیث کثیرہ مولانا محمد حسین ابو الحقانی بانی وصدر سنی جمیعۃ العلماء بہار، حضرت الحاج موسیٰ نظامی دیوان درگاہ حضرت نظام الدین الیاء محبوب الٰہی دہلی، قاضی شریعت مفتی اشرف رضا قادری ممبئی اور صحافی عصر حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی ممبئی کا مشکور ہوں جنہوں نے اپنے قیمتی تاثرات تحریر فرما کر نہ صرف ہمارے شکستہ حوصلوں کو توانائی بخشی بلکہ اکابر کی احسان شناسی کا مکمل حق ادا کیا۔ خدائے لم یزل ان حضرات کے سایہ کرم کو تادیر سنیت کے سروں پر قائم رکھے۔

نبیرۂ محسن ملت حضرت مولانا اکبر علی فاروقی بے پناہ شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے ''معارف'' کو سجانے اور سنوارنے میں میرے دست و بازو بنے رہے۔ شہزادۂ محسن ملت محترم الحاج محمود علی فاروقی ریٹائرڈ سیشن جج کی محبتیں اس راہ میں شریک سفر رہیں۔ بڑی ناشکری ہوگی اگر میں محترم جناب اقبال شریف، مولانا ظہیر الدین رضوی اردو اکیڈمی رائے پور، مولانا عبدالرزاق اشرفی، مولانا منصور عالم اشرفی، مولانا شمس الدین خیر ہا، مولانا شہاب الدین درگ اور حافظ عبدالمنان قادری کا ذکر نہ کروں جن کے مفید مشورے ہر لمحہ میرے ساتھ رہے۔ ڈاکٹر ابرار قادری لکچرر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج نے کمپوزنگ اور ڈاکٹر سید عتیق الرحمٰن نے پروف ریڈنگ کا مسئلہ حل کیا اور محبّ مخلص ڈاکٹر امجد رضا امجد مدیر اعلیٰ رضا بک ریویو پٹنہ نے نظر ثانی فرما کر دوستی کا حق ادا کیا۔ مرکزی محسن ملت کمیٹی کے مالی تعاون سے یہ کتاب اشاعت پذیر ہوئی۔ پروردگار ہمارے ان تمام محبین اور کمیٹی کے اراکین کو دارین کی عافیت سے بہرہ ور فرمائے اور سکون کی زندگی عطا کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

خامیاں بشری تقاضوں میں شامل ہیں لہذا قارئین کی عدالت میں ایک بار پھر عرض کرنا چاہوں گا کہ پڑھتے وقت جہاں کہیں بھی آپ کے ذوق مطالعہ کو ٹھیس پہنچے ضرور اطلاع کریں۔ تنقید برائے تعمیر ہو تو فکری و قلمی ارتقاء کی معراج ہے۔

فقط

محمد قمر الزماں مصباحی

لکچرر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج، رائے پور

۲۶/محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۳/جنوری ۲۰۱۰ء

اپنی بات

سال گذشتہ ۲۶/محرم الحرام ۱۴۳۰ھ کو عرس محسن ملت کے موقع سے مرکزی محسن ملت کمیٹی نے ''محسن ملت ارباب علم و دانش کی نظر میں'' ۵۶ صفحات پر مشتمل ایک کتاب شائع کیا تھا جس میں ملک کی دینی اور عصری درسگاہوں کے ارباب قلم کے قاشہائے فکر کو جمع کیا گیا ہے۔

اپنے بزرگوں کا عرس منانا، جلسے کرنا، خطباء اور شعراء کو بلا کر وعظ و نصیحت کی محفل سجانا بلاشبہ دین و سنیت کی تبلیغ کا ایک حصہ ہے یوں ہی اپنے اکابر کی سیرت و سوانح شائع کرنا، ان کی خدمات دینی کو ریکارڈ کرنا، ان کی حیات و کائنات کا احاطہ کرنا اور اسے تحریر کا لباس دے کر دانشوروں اور لائبریریوں تک پہونچانا احسان فراموشی سے بچنے کا اچھا ذریعہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرے جد کریم حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کا شمار جماعت اہل سنت کے سرخیل علماء میں ہوتا ہے۔ جنگ آزادی سے لے کر اسلامی محاذ تک ہر جگہ آپ ایک کفن بردوش مجاہد کی طرح نظر آتے ہیں۔ جن کی تبلیغی خدمات، علمی کارنامے اور ملک کی آزادی کے لئے ان کی بے لوث قربانیاں تاریخ کے سینے میں محفوظ ہیں مگر سفینے سے سینے میں اتارنا کارِ دارد۔ میں مبارک باد پیش کرتا ہوں محبّ مخلص حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب مصباحی لکچرر محسن ملت یونانی

میڈیکل کالج کو جنہوں نے ملک کے نامور اہل قلم سے رابطہ کر کے ان سے وقیع مقالے تحریر کروائے، اکابر علماء سے تاثرات لکھوائے، گویا مختلف باغوں سے گل چینی کے بعد خوبصورت گلدستہ تیار کیا جو ’’معارف محسن ملت‘‘ کی شکل میں آپ کے مطالعہ کے آنگن کو مہکا رہا ہے۔

ہمیں اس بات کا بھی احساس ہے کہ اس کی اشاعت میں حد درجہ تاخیر ہوئی مگر اس کی وجہ تاخیر بھی رہی ہوگی جسے میں طشت از بام نہیں کرنا چاہتا۔ میں اس تاخیر پر اپنے تمام علماء اور قلمکاروں کی خدمت میں معذرت کرتے ہوئے تشکر و امتنان کے پھول پیش کرتا ہوں جنہوں نے میری گزارشات پر اپنی وقیع تحریرات سے نوازا اور مجھے اپنے جد کریم کے حضور سرخرو ہونے کا موقع فراہم کیا۔ یہ چند سی جملے ان کی خدمات کا صلہ تو نہیں ہو سکتے، صحیح اجر پروردگار ہی عطا فرمائے گا۔

مرکزی محسن ملت کمیٹی اس سال پھر حضرت علیہ الرحمہ کے عرس پاک کے موقع سے تقریبا چار سو صفحات پر مشتمل دیدہ زیب، دلکش اور معیاری کتاب نکال کر ایک تاریخی کارنامہ انجام دے رہی ہے۔ جو کمیٹی کے ارکان کی طرف سے نہایت ہی قابل فخر پیشکش ہے جسے سیرت کے باب میں ایک نیا اضافہ کہنا چاہیئے۔ میں ایک بار پھر کمیٹی کے ساتھ جملہ معاونین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی رفاقتیں، عنایتیں، شفقتیں اور محبتیں ساتھ ساتھ رہیں۔

فقط: اکبر علی فاروقی

چیئرمین محسن ملت یونانی میڈیکل کالج، رائے پور (چھتیس گڑھ)

۲۶/محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۳/جنوری ۲۰۱۰ء

اے گل چوں آمدی ززمیں گو چگونہ اند
آں رویا ہا کہ درتہے گرد شنا شدند

تاثرات

شہزادۂ امین شریعت، مورخ اہل سنت
حضرت علامہ الشاہ **مفتی محمود احمد رفاقتی اشرفی**
درگاہ امین شریعت، اسلام آباد، مظفر پور

حضرت اقدس مولانا شاہ حامد علی فاورقی قدس سرہ کا شماران بلند اقبال شخصیات میں ہوتا ہے جنہیں سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ اور شرف بیعت دونوں حاصل ہے۔ انہوں نے درسیات کی تکمیل دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے کی۔ ان کے ہم درس رفقاء میں مناظر اعظم ہند شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں اور محدث اعظم حضرت مولانا احسان علی مظفر پوری علیہما الرحمہ کا نام نمایاں ہے۔

ان کے اساتذہ کرام میں مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، حضرت مولانا رحم الٰہی منگلوری، حضرت مولانا نور الحسن رامپوری، مفتی اعظم مولانا مصطفٰے رضا قادری اور شہزادۂ استاذ زمن حضرت مولانا حسنین رضا قادری بریلوی علیہم الرحمہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ فراغت کے بعد کچھ دنوں اجمیر معلیٰ خواجہ ہند کے قدموں میں بیٹھ کر مجاہدہ کیا۔ وہیں سے مدھیہ بھارت کا اشارہ ملا۔ یہاں

پہنچنے کے بعد آپ نے تجارت شروع کی مگر قدرت آپ سے امت مسلمہ کی قیادت وامامت کا کام لینا چاہتی تھی۔ چنانچہ اجمیر وبریلی کے فیضان کے سایے تلے ہدایت وقیادت کا فریضہ انجام دینے لگے۔ اسلامیات کے ساتھ سیاست میں بھی کافی درک وبصیرت رکھتے تھے۔ آپ نے ملک کی آزادی میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ مسلمانوں کے حقوق کی بحالی کے لئے پنڈت نہرو سے براہ راست گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ یہ وقت کا المیہ ہے کہ ہماری جماعت کی ایک اہم علمی، فکری اور سیاسی شخصیت ہماری بے توجہی کا شکار ہو کر رہ گئی اور ان کے علمی وسیاسی کارنامے ماضی کے غبار میں دب گئے۔

خدا بھلا کرے ممدوح کے نبیرۂ سعید عزیز القدر مولانا اکبر علی فاروقی اور ان کے رفیق کار عزیز گرامی مولانا محمد قمر الزماں مصباحی مظفر پوری کا جن کی کوششوں سے ''معارف محسن ملت'' منظر عام پر آرہا ہے۔ میری نیک دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ مولیٰ عزوجل ان حضرات کو کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ آمین

محمود احمد رفاقتی غفرلہ

درگاہ امین شریعت مظفر پور

☆☆☆

تاثرات

عزیز ملت شہزادۂ حافظ ملت

حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب

سربراہ اعلیٰ اشرفیہ مبارک پور

رہنمائے ارتقا ہے نقش پائے مصطفےٰ
ہنس رہی ہے آدمیت اپنی منزل دیکھ کر

سلسلۂ نبوت ختم ہونے کے بعد رب تعالیٰ بندوں کی ہدایت اور کفر وضلالت سے حفاظت کیلئے علماء ربانیین کو پیدا فرماتا ہے جو اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ مسموم فضاؤں سے بندوں کو محفوظ رکھتے ہیں اور انکے اندر اللہ ورسول کی اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔

ہندوستان کی تاریخ میں بھی ایسے باب ملیں گے جب انسان رب تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری سے ہٹ کر اپنے مقصد حیات کو فوت کرتا رہا اور دین متین واسلام کی عظمتوں سے کھلواڑ کرتا رہا تب رب قدیر کی رحمتوں کے سہارے کوئی نہ کوئی مرد مجاہد ان طاغوتی طاقتوں کو فنا کے گھاٹ اتارتا نظر آیا۔ انہیں مجاہدین کے فیضان کرم نے مسلمانوں کو اسلام سے وابستہ رکھا اور عشق رسول سے ان کے دلوں کو معمور کیا۔

جب اکبر اپنی شاہنشاہیت کے نشہ میں دین اکبری کا ضلالت بھرا طاغوتی بیڑہ لیکر

آگے بڑھا تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے فیضان فاروقی کی قوت وتوانائی سے اس کو بحر ظلمات میں غرق کر دیا۔ تن کے گورے من کے کالے انگریزوں کے زرخرید ایجنٹوں نے جب ناموس رسالت سے کھیلنے کی کوشش کی تو سرزمین بریلی سے امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

کا نعرہ لگا کر گستاخان رسول اکرم ﷺ کو خاک چاٹنے پر مجبور کیا۔ انہیں بارگاہوں سے فیضیاب ہو کر حضرت محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ اسلام مخالف سرگرمیوں سے نبرد آزما ہو کر مسلمانوں کی حفاظت وصیانت کے لیے میدان عمل میں تشریف لائے جس کے صلہ میں قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں اور طرح طرح کی مخالفتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا مگر یہ ساری چیزیں مجاہدانہ سرگرمیوں میں رکاوٹ نہ بن سکیں اور حضرت نے مسلمانوں کو احساس کمتری کے دلدل سے نکال کر عزم و حوصلہ کی مضبوط شاہراہ عطا کی۔ خوشی کی بات ہے کہ انہیں کے نبیرہ حضرت مولانا اکبر علی فاروقی صاحب زید مجدہم اور آپ کے احباب نے حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے حالات وکوائف کو سوانحی انداز میں پیش کرنے کی سعی جمیل کی ہے جس سے قوم وملت کو روشناس کرا کر ان کی بے مائگی کو دور کیا جا سکے اور صحیح راہ نمائی ہو سکے۔ میں اس موقع پر احباب "مرکزی محسن ملت کمیٹی" کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ رب تعالیٰ ان حضرات کی کوششوں کو قبول فرمائے اور قوم کو حضرت علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

عبدالحفیظ عفی عنہ (جامعہ اشرفیہ مبارکپور)

تاثرات

مفکر اسلام ڈاکٹر حسن رضا خان صاحب پی ایچ ڈی
ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات عربی وفارسی پٹنہ

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا شمار ان اہم لوگوں میں ہوتا ہے جنہیں مذہب اور سیاست دونوں پر یکساں بصیرت حاصل تھی، بلا کسی خوف وتردد کے اپنی آواز ایوانِ بالا تک پہونچاتے اور مسلم حقوق کی بحالی کے لئے وقت کے وزیر اعظم پنڈت نہرو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرتے جو انہیں کا خاصہ اور حصہ تھا۔ مولانا نے سیاست میں رہ کر بھی اس کی غلاظت سے جس کمال ہنرمندی کے ساتھ اپنے دامن کو بچائے رکھا وہ تاریخ کا زریں اور درخشاں باب ہے۔ اور یہ سب فیضان تھا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ سے نسبت ارادت کا۔

مقام مسرت ہے کہ اب جماعت اہل سنت کی قد آور شخصیات کے دامنِ حیات سے گرد صاف کیا جا رہا ہے اور ماضی میں ہم سے جو تغافل شعاریاں ہوئیں ان کے کفارے کے لئے جماعت کی پیش قدمیاں لائق تحسین ہیں۔ اسی کی ایک اہم کڑی ''معارف محسن ملت'' ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ مولانا اکبر علی فاروقی اپنے دادا حضور کی سیرت کا اجالا دوسروں تک تقسیم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

حسن رضا (ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات پٹنہ)

تاثرات

حضرت الحاج سید موسیٰ نظامی صاحب

اپنے بزرگوں کی شخصیت، ان کے کارناموں اوران کی خدمات کا تذکرہ وفاپیشہ قوموں کا وطیرہ رہا ہے۔ ہمیں خوشی ہورہی ہے کہ حضرت مولانا اکبرعلی فاروقی چیرمین محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور ''معارف محسن ملت'' کے نام سے ایک سوانحی دستاویز نکال رہے ہیں۔ مجھے بھی حکم ہوا کہ میں اپنا تاثر پیش کروں مگر اس ہمالیائی شخصیت کے زندگی پر روشنی ڈالنا مجھ جیسے لوگوں کے بس کی بات نہیں جنہوں نے ناقابل تسخیر جرأت وہمت کے ساتھ ظلمتوں کا سینہ چاک کرکے دین کا اُجالا بکھیرا اور کفر والحاد کی تاریکیوں میں صالح فکرواعتقاد کا چراغ روشن کیا۔ پروردگار نے انہیں علم کا غنی اور زبان کا دھنی بنایا تھا۔ یوں تو آپ سلسلہ قادریہ میں مرید تھے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ آپ بیک وقت قادری چشتی دونوں فیضان کے حسین سنگم تھے یہی وجہ ہے کہ ہرسال خواجہ غریب نواز اور محبوب الٰہی علیہما الرحمہ کے آستانے پر والہانہ جذبے کے ساتھ حاضری دیتے رہے۔

حضرت علیہ الرحمہ کے وصال کے ۴۱/ ویں برسی پر ان کے نبیرۂ اسعد مولانا اکبرعلی فاروقی معارف نکال کر سوانحی دنیا میں ایک نئے باب کا اضافہ کررہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ معارف حضرت علیہ الرحمہ کی سیرت وشخصیت کے خدوخال کو اجاگر کرنے میں کامیاب ہوگا۔

ایک بار پھر مولانا اکبرعلی فاروقی، مولانا محمد قمرالزماں مصباحی اور تمام اہل قلم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جنہوں نے اپنی فکری اور قلمی کاوشوں سے معارف کو سجانے میں کلیدی رول ادا کیا۔

سید موسیٰ نظامی

دیوان درگاہ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء دہلی

تاثرات

قاضی شریعت ادارہ شرعیہ مہاراشٹر حضرت مفتی اشرف رضا قادری ممبئی

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے ارشد تلامذہ میں ایک نمایاں نام محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی کا بھی ہے، جنہوں نے سلوک و تصوف کے امام اور علم وفضل کے اس بحرذخار سے چند گھونٹ پی لیا تو خود اتنے باکمال ہوگئے کہ آج مدھیہ بھارت میں جدھر جائیے اُن کی فیض بخشیوں کا نظارہ کیجیے۔ فراغت کے بعد دینی جذبوں کے اضطراب نے اس مقام پر پہنچادیا جہاں انہیں سنگریزوں کی نوک اور کانٹوں کے سیلاب سے گزرنا تھا، مگر عزم وہمت کے اس قدر دھنی اور غنی واقع ہوئے کہ ہرراہ سے خوشی خوشی گزرے، نہ زمانے کی برہمی کا گلہ اور نہ ہی ماحول کی بے رحمی کا شکوہ، کیوں کہ جنونِ عشق کے تماشائی اسی صحرا میں اپنا پڑاؤ ڈالتے ہیں جہاں سے کبھی بہاروں کا کوئی قافلہ نہ گزرا ہو۔

ہزاروں سلام پیش ہیں ملت کے اس عظیم محسن کی بارگاہ میں جنہوں نے پتھروں اور کانٹوں سے پٹے علاقوں میں صالح فکر وعقیدہ کے اس قدر پھول مہکائے کہ آج پوری فضا اس کی خوشبو سے معطر ہے۔ مجھے خوشی ہورہی ہے کہ مولانا اکبرعلی فاروقی ان کی سیرت وشخصیت کے صاف وشفاف چشمے سے نئی نسلوں کو سیراب کرنے کے لئے دیر سے سہی مگر بڑا انقلابی کردار ادا کررہے ہیں، دُعا ہے کہ رحمت ایزدی لمحہ لمحہ ان کے ساتھ رہے۔ آمین ثم آمین

فقط: عبیدالمصطفیٰ اشرف رضا قادری عفی عنہ

تاثرات

حافظ احادیث کثیرہ خطیب لاثانی حضرت مولانا

محمد حسین ابوالحقانی

محب گرامی مولانا قمر الزماں مصباحی زید مجدھم کی دعوت پر چند لمحے کے لئے محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا اکبر علی فاروقی کا یہ کارنامہ قوم وملت کیلئے ایک عظیم سرمایہ اور مستقبل کا روشن منارہ ہے۔

یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ مرکزی کمیٹی محسن ملت رائے پور کے زیر اہتمام معارف محسن ملت نکلنے جا رہا ہے جو نہایت قابل تحسین اقدام ہے۔ ہماری جماعت میں بھی اب تیزی کے ساتھ قلمی بیداری آرہی ہے اور وہ شخصیتیں جن پر ماضی کی دھول اور بے توجہی کی گرد جم چکی ہے اہل قلم حضرات انکی طرف رُخ کر رہے ہیں۔

حضور محسن ملت علیہ الرحمہ جماعت اہل سنت کی نہایت قدآور شخصیت کا نام ہے جن کے دینی وسیاسی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مگر گمنامی اور مظلومیت نے ان کی ذات پر بھی دبیز غلاف چڑھا دیا، مولیٰ کریم غیب سے اسباب کے دروازے کھول دے نبیرۂ محسن ملت مولانا اکبر علی فاروقی کے لئے تاکہ وہ اپنے جد کریم علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات سے لوگوں کو روشناس کر سکیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین

محمد حسین ابوالحقانی (صدر سنی جمعیۃ العلماء، بہار)

تاثرات

صحافی عصر حضرت مولانا **رحمت اللہ صدیقی** صاحب

صدیوں نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے اور ہزاروں مرتبہ آفتاب ڈوبتا اور اُبھرتا ہے تب کہیں جا کر کوئی با کمال شخصیت وجود کے افق پر اپنا جلوہ دکھلاتی ہے جو اکیلے پوری تنظیم وتحریک پر بھاری ہوتی ہے۔ انہیں میں ایک نابغہ روزگار ہستی محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی ہے جو تنہا اپنی ذات میں ایک انجمن اور حیات میں کائنات تھی۔ علم وفضل، زہد وتقویٰ اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ سیاسی بصیرت میں آپ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ یہ آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کا نتیجہ تھا کہ کفر کے ریگستان میں ایمان کے محلات تعمیر کئے، بدعقیدگی کے صحرا میں خوبصورت فکر وعقیدہ کے گلشن مہکائے اور الحاد و بے دینی کے اندھیرے میں اسلام وسنیت کی قندیلیں روشن کیں مگر ہمارے قلمی جمود اور جرم مسلسل کا یہ عالم کہ ایسی متحرک وفعال شخصیت کو نظر انداز ہی نہیں نسیاں کے طاق میں اس طرح سجا دیا کہ کسی کی نگاہ بھی نہ پڑے۔

پروردگار خوش رکھے مولانا اکبر علی فاروقی اور محبّ محترم مولانا محمد قمر الزماں مصباحی کو جو تاریخ کی چھان پھٹک کے بعد ایک نایاب شخصیت کو مطالعے کی میز پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اس دور میں رگ گل سے بلبل کے پر باندھنا آسان

ہے لیکن ماضی کی گم شدہ کڑیوں کو تلاش کرنا مشکل ہی نہیں مشکل ترین مسئلہ ہے۔ یہ دونوں حضرات پوری جماعت کی طرف سے شکریئے کے مستحق ہیں جنہوں نے نہ صرف ایک تاریخی کارنامہ انجام دیا بلکہ جماعت کے سر سے ایک بہت بڑا قرض اُتار دیا۔ خدائے علیم وخبیر انہیں دارین میں سرخروئی عطا کرے۔ آمین

رحمت اللہ صدیقی
مدیر اعلیٰ پیغام رضا ممبئی

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

محسن ملت فیض یافتہ اعلیٰ حضرت

برہان ملت حضرت علامہ مفتی برہان الحق صاحب علیہ الرحمہ جبل پور

حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ سے بریلی شریف میں میری پہلی ملاقات ہوئی۔ جب کہ میں اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے درس نظامی کی تکمیل کے بعد اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہل سنت استاد محترم مرشد اعظم مولانا مفتی شاہ محمد احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور علمی، عملی اور روحانی تربیت و تکمیل کیلئے حاضر ہوا۔ حضرت مولانا حامد علی فاروقی صاحب فرنگی محل لکھنؤ میں کچھ دنوں تعلیم حاصل کر کے بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کے مدرسہ منظر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ یہ نہیں معلوم کہ کس درجہ میں تھے۔ اعلیٰ حضرت سے بھی کچھ رسائل پڑھے اور کبھی کبھی عصر و مغرب کے درمیان جب باہر صحن میں اعلیٰ حضرت تشریف رکھتے اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی سے یا مجھ سے فتویٰ لکھواتے اس نشست میں مولانا موصوف بھی بیٹھتے۔

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مفتی اعظم ہند دام ظلہ الاقدس سے بھی تفسیر، حدیث اور فقہ کے درس میں دوسرے طلباء کے ساتھ مولانا حامد علی علیہ الرحمہ بھی شریک ہوتے۔ اکثر وہابیوں، دیوبندیوں سے مناظرہ کے لئے بہت شوق اور جوش سے جاتے۔ اس وقت حضرت حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمہ، حضرت صدر الشریعہ

علیہ الرحمہ اور حضرت مفتی اعظم ہند مولانا کو وہ نکات بتاتے جن نکات پر وہ مناظرہ فرماتے اور رات کو واپس آکر ہم لوگوں کو اپنی کامیابی کی پوری روداد سناتے۔

مجھے جہاں تک علم ہے مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت سے بیعت بھی تھے اور اعلیٰ حضرت سے مولانا کو خلافت کی سند بھی ملی۔ منظر اسلام سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ کی بھی سند ملی۔ میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں چار سال شرف حاضری سے مشرف رہا۔ ہر چھ ماہ میں ایک ماہ کے لئے جبل پور آتا تھا۔ دو سال کے بعد جب میں ایک ماہ مکان میں رہ کر بریلی شریف حاضر ہوا تو مولانا حامد علی علیہ الرحمہ بریلی شریف میں نہ ملے۔ معلوم ہوا کہ تعلیم کی تکمیل کے بعد نہ کہیں چلے گئے اس کے بعد مولانا سے ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ ڈاکٹر کچلو کے ساتھ کانگریس کے جلسہ میں جبل پور آئے۔

☆☆☆

محسن ملت ایک عظیم مجاہد

نبیرہ اعلیٰ حضرت علامہ الحاج ریحان رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ بریلی شریف

حضرت محسن ملت شاہ حامد علی فاروقی صاحب علیہ الرحمہ میرے جد گرامی کے ان مایہ ناز خلفاء اور شاگردوں میں سے ہیں جنہوں نے کفرستان میں اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ آج لوگ اپنوں کو کلمہ پڑھاتے ہیں مگر وہ شخصیت تھی جس نے غیروں کو کلمہ پڑھایا۔ میرے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات کا وہ جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ روشن ضمیری اور دور اندیشی کے ساتھ سیاست کی دنیا میں انہوں نے بڑا اونچا مقام پیدا کیا۔ وقت کے وزیر اعظم تک سے گفتگو کرنے میں وہ نہایت بے خوف واقع ہوئے تھے۔ ہمیشہ مسلم قوم کے مسائل پر ان سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اس علاقے میں تو ان کے احسانات بکھرے پڑے ہیں۔ جہاں جایئے ان کی قربانیوں کا نظارہ کیجئے۔ پورے علاقے کو انہوں نے مسلک اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا گہوارہ بنا دیا۔ واقعی وہ دین کے سچے خادم، اسلام کے مجاہد اور قوم وملت کے محسن تھے۔

☆☆☆

محسن ملت حیات وخدمات

نازش فکر وقلم حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری صاحب ممبئی

عمرہا در کعبہ وبت خانہ می نالد حیات
تاز م عشق یک دانائے راز آید بروں

اس کارگہ ہستی میں ہر روز نہ معلوم کتنے لوگ پردہ عدم سے ردائے وجود پر رونق آرا ہوتے اور جہان رنگ وبو میں خوشگوار اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ مگر آنے والے ایام ٹیں ان کی کارگذاریوں کے جو نقوش لوح دہر پر مرتسم ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ ان پیدا ہونے والوں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں، جو پیدا نہیں بلکہ بطور خاص بھیجے جاتے ہیں۔ مابہ الامتیاز یہ ہے کہ جو پیدا ہوتے ہیں وہ اپنا فکری نشیمن خود تعمیر کرتے، جولانگاہ حیات خود متعین کرتے اور لائحہ عمل خود مرتب کرتے ہیں، تاہم جو بھیجے جاتے ہیں قدم قدم پر غیبی قوت ان کی نگہبان ہوتی ہے، ان کی اٹھان ایک نرالی شان رکھتی ہے، ان کی لمعان جبین دیکھ کر فطرت اعلان کر دیتی ہے کہ

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

قدرت کو چوں کہ ان کے ذریعہ کسی خاص مطلب کی تکمیل مقصود ہوتی ہے اس

لئے ان کا لمحہ لمحہ اسی مقصد کے گرد محو سفر ہوتا ہے۔ وہ اپنے لئے نہیں جیتے بلکہ احیائے ملت ان کی جہد وعمل کا اہداف ہوتی ہے، وہ چیتے کا جگر، عقاب کی نظر، شاہین کا مزاج اور شیر کا تگ وتاز رکھتے ہیں۔ اس لئے دکھ میں سکھ، کرب میں طرب، درد میں دوا اور خلوت میں جلوت کی لذت آشنائی سے شادکام ہوتے ہیں۔ وہ چونکہ اپنی محبت اور شفقت وخدمت سے پوری قوم کا سرمایہ بن جاتے ہیں اس لئے قوم بھی انہیں گرانمایہ سمجھ کر سرمہ بصیرت کی طرح آنکھوں سے لگاتی اور طرۂ افتخار کی طرح سر پر سجاتی اور مرکز امید بنا کر مسند دل پر بٹھاتی ہے۔ ایسے ہی نادر ونافع اشخاص میں ایک ممتاز شخصیت حضرت محسن ملت شاہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی بھی ہے۔

مورث اعلیٰ

آپ کے آباء واجداد حرمین شریفین سے تبلیغ اسلام کا پرچم بلند کرتے ہوئے افغانستان، ملتان، دہلی، لچھا گیر وغیرہ کو نور حق سے منور کرتے ہوئے الہ آباد کے چھوٹے سے گاؤں چندہا تشریف فرما ہوئے اور وہیں بود وباش اختیار کر لی۔ تلاش بسیار کے بعد بھی آپ کے مورث اعلیٰ کا نام دستیاب نہ ہو سکا، تاہم ان کی دینی سرگرمی، جذبہ جہاد وعروج اسلام کی سرمستی، پرچم حق کی آرزوئے سرفرازی، ظلمت کفر میں نور ایمان کی تمنائے ضیاء افروزی جبین دہر پر نقش کالحجر کی طرح منقش ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ کا سلسلہ نسب سترہویں پشت میں آفتاب ولایت ماہتاب کرامت سلطان العارفین حضرت بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ سے جا ملتا ہے اور ان سے ہوتا ہوا غیظ المنافقین امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سمندر میں مدغم ہو جاتا ہے۔ آپ کی سیرت وحیات کے خاکے میں جلال آرائی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور جمال آفرینی

حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی یاد دلاتی ہیں اور دلاتی رہیں گی۔

ولادت

حضرت حاجی محمد شاکر علی کے افق آرزو پر ۱۸۸۹ء میں آپ علم وفضل کا خورشید تاباں بنکر طلوع ہوئے، روش روش سے آثار سعادت ہویدا دیکھ کر گھر بھر آپ پرواری جاتا، قدم قدم پر انوکھی ادا روشن مستقبل کی صدا لگاتی، منزل منزل نشان رفعت پاکر محلّہ پڑوس کے لوگ بھی جھوم جھوم جاتے، زمیندار کے گھر کا یہ ہونہار بچہ مظہر شاہکار بنکر اب عمر کی اس بہار سے ہمکنار تھا جہاں سے علم کا سورج باضابطہ ضیاء بار ہوتا ہے۔

تعلیم وتربیت

آغاز تعلیم اپنے والد گرامی سے کیا، پھر حافظ عبدالرزاق صاحب سے کشکول حیات انمول علمی سوغات سے پر کیا اس علمی سلسلے کو تابدار کرنے کی خاطر اپنے چچا عابد علی فاروقی کے پاس لکھنؤ پہنچے وہیں قطب دیوہ حضرت شاہ وارث علی سے ملاقات ہوئی، حضرت نے بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''یہ فقیری میں شاہی کرے گا'' اور اندھیرے میں اسلام کا اجالا پھیلائے گا۔ الغرض متعدد علمی خرمن سے خوشہ چینی کے بعد باب العلم بریلی شریف حاضر ہوئے۔ یہ وہ دور تھا کہ امام العلم والعلماء اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کا آفتاب فضل وکمال نصف النہار پہ چمک رہا تھا، اطراف ہند ہی نہیں اکناف عالم میں ان کا علمی غلغلہ بلند تھا۔ وہ ایک ایسے سمندر تھے جس کے ساحل پر شریعت وطریقت، سلوک وتصوف اور اصحاب ظاہر وباطن کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ پیاس چاہے جیسی ہو بس نظر اٹھتی اور صحرا جل تھل ہو جاتا اور کمال یہ بھی تھا کہ جس کو ایک گھونٹ

بھی نصیب ہو گیا وہ خود سمندر بن کر فیض بخش خاص وعام ہو گیا۔ یہ حضرت محسن ملت کی بلندی قسمت ہے کہ انہیں امام احمد رضا کی شکل میں ایک عالم ربانی اور عارف روحانی میسر آ گیا جس کی رنگ برنگی تجلیات سے آپ کا گوشہ حیات دمک اٹھا۔

مخصوص اساتذہ

والد گرامی حضرت حاجی محمد شاکر علی فاروقی، حافظ عبدالرزاق پھولپوری، چچا عابد علی فاروقی، تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا بریلوی اور مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین، حضرت محسن ملت کی تشکیل سیرت اور تعمیر حیات کیلئے قدرت نے وہ سبیل نکال دی تھی جس کے لیے لوگ برسوں ترسا کرتے ہیں، ان ہی شخصیات کی برکات ہیں جس نے آپ کو مجموعہ محاسن بنا دیا۔

ممتاز معاصرین

قدوۃ العرفاء زبدۃ الفضلاء برہان الحق والدین حضرت علامہ محمد برہان الحق حضور برہان ملت، حضور محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد میاں کچھوچھوی، شیر شبیہ اہلسنت، قاطع نجدیت حضرت علامہ محمد حشمت علی خان اور شیخ الاساتذہ حضرت علامہ احسان علی مظفر پوری علیہم الرحمۃ والرضوان۔

کہتے ہیں انسان اپنے گردوپیش سے بنتا اور پہچانا جاتا ہے تو پھر محسن ملت کی رفاقت کے آئینے میں ان کی حیات وخدمات کو دیکھنا اور ان کی عظمت کے جبل نور اور رفعت

کے کوہ طور کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔اس لئے کہ مذکورۃ الصدر العلماء میں جن چار
شخصیات کے ذکر پر ہم نے اکتفا کیا ہے ان میں کا ہر نام جاوداں ہے۔ایسی تاریخ
ساز، جوہر شناس شخصیت گر شخصیتیں صدیوں میں ظہور پذیر ہوتی ہیں اور قرنوں ان کی
فیض بخشی اپنا کام کرتی رہتی ہے۔ان ساری رفاقتوں نے مل کر محسن ملت کی حیات کے
گوہر کو ایسا تراش دیا کہ قوس وقزح کی رنگینی، کہکشاں کی جمال آفرینی بھی عش عش کر
اٹھی۔برہان ملت کی سیاسی بصیرت، مناظر اہل سنت کی مناظرانہ مہارت، سرکار محدث
اعظم کے فضل وشرافت اور شیخ الاساتذہ علامہ احسان علی کی پاکیزہ رفاقت کا جلوۂ ناز
دیکھنا ہو تو محسن ملت آئیڈیل بنکر مسکراتے نظر آتے ہیں۔

خطابت وموعظت

قرآن کریم نے بیان کو جادو کہا ہے یہی وجہ ہے کہ اچھا بیان کرنے والا، اچھے
اچھے کو مسحور کر کے رکھ دیتا اور سنگدلوں کو بھی پگھلا دیا کرتا ہے۔اس کی خطابی جادوگری
ہی ہوتی ہے کہ لوگ دور دور سے کشاں کشاں اسے سننے کیلئے حاضر ہو جاتے ہیں اور
اس کے بتائے ہوئے نسخہ کیمیا سے اپنی زندگی کی تاریک راہوں میں اجالا کرنے کی
کوشش کرتے ہیں۔حضرت محسن ملت کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہیں خطابت کا حوصلہ
امام احمد رضا نے بخشا تھا اور گر حضرت حجۃ الاسلام نے سکھایا۔حضرت برہان ملت
فرماتے ہیں کہ سرکار اعلیٰ حضرت آپ کو قرب وجوار کے جلسہ ومناظرہ میں اکثر بھیجا
کرتے تھے اور جانے سے پہلے حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ آپ کو وہ خصوصی نکات بتادیا
کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ جہاں گئے ہمیشہ کامیاب رہے۔ایک دفعہ لوگوں
نے حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اکثر انہیں کو

جلسہ ومناظرہ کیلئے بھیجا کرتے ہیں تو آپ نے مسکرا کر فرمایا، اعلیٰ حضرت کی نظر فیض
اثر مستقبل کے پردوں میں جھانک کر دیکھ رہی تھی کہ آنے والے وقتوں میں انہیں دشمنان
اسلام سے کس طرح ٹکر لینا ہے اس لئے آپ نے اس کے مطابق ان کی تربیت فرمائی۔
امام احمد رضا کو جو امیدیں آپ سے وابستہ تھیں اور جسکی تکمیل کے لئے ہی امام احمد رضا
نے آپ کی تربیت فرمائی تھی آنے والے وقتوں نے ثابت کر دیا کہ محسن ملت ان خوابوں
کی محسوس تعبیر ہیں۔

نقل مکانی

قدرت کو آپ سے جو کام لینا مطلوب تھا اب وہ وقت موعود اور ساعت مسعود
آچکی تھی۔اب ضرورت تھی پورے علمی طنطنہ اور عملی ولولہ سے میدان میں اتر جانے
کی، جب ایسا وقت آجاتا ہے تو اسباب مہیا ہو جاتے ہیں۔کڑیوں سے کڑیاں مل جاتی
ہیں اور راہ خود بڑھ کے نشان منزل کا پتہ دینے لگتی ہے۔اس میں کوئی دورائے نہیں کہ
برصغیر میں اسلام کی روشنی حضرت خواجہ غریب نواز کی شمع ولایت کی منہ بولتی کرشمہ
ہے۔پودا انہوں نے لگایا تھا۔خون جگر سے آبیاری انہوں نے کی تھی اس لئے انہیں
فکر تھی کہ اسلام کی کلیاں بادِ سموم کے جھونکوں سے مرجھا نہ جائیں، طوفان بلا کے جھونکوں
سے یہ چراغ بجھ نہ جائے، حضرت محسن ملت فراغت کے بعد جب اجمیر مقدس حاضر
ہوئے اور اپنے طویل مدت قیام میں متعدد چلّے کئے تو غریب نواز کی طرف سے اشارۂ
غیبی ملا کہ مدھیہ پردیش میں تمہیں شمع اسلام کو روشن کرنا ہے۔بریلی شریف حاضر آئے
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان نے آپ کو مدھیہ پردیش میں تبلیغ اسلام کا مشورہ دیا،
گویا کہ جو بات اجمیر شریف میں اشارہ کی زبان میں کہی گئی تھی وہ یہاں تفصیل کے

ساتھ آپ کے سامنے آ گئی۔

دلوں کی بات نگاہوں کے درمیاں پہنچی
کہاں چراغ جلا روشنی کہاں پہنچی

آپ سب سے پہلے اکلتر ضلع بلاسپور تشریف لائے اور پھر وہاں سے وقت کی ستم ظریفی اور زمانے کی طوطا چشمی کے تھپیڑے کھاتے ہوئے رائے پور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

چھتیس گڑھ کا پس منظر

جس زمانے میں آپ نے اپنی مستقل بود و باش کیلئے اس علاقہ کو چنا تھا جہالت کی کیفیت یہ تھی کہ کسی کے انتقال پر کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا نہیں تھا۔ مزید ان بدعات وخرافات کے چنگل میں علاقہ کا علاقہ جکڑا ہوا تھا۔ ایسے بے ہنگم ماحول سے دوستی گانٹھنی، اور ایسے ظلمت بدوش سماج سے آنکھ مچولی کھیلنی کسی مرد میدان ہی کا کام ہوسکتا تھا، حالات کی سرد مہری سے اپنے استاذ گرامی حضرت حجۃ الاسلام کو آگہی بخشی، حضرت حجۃ الاسلام نے دعاؤں کے ساتھ وہ حوصلہ بخشا کہ آپ تازہ دم ہوکر ایسے تیز گام ہوگئے کہ کیا سنگ راہ اور کیا سنگ میل مقصد کے دھن میں بڑھتے چلے گئے، دیکھتے ہی دیکھتے نظر نظر اور جگر جگر بادہ اسلام سے شرابور ہوا تھے۔ بقول حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب "انگریزی دور حکومت میں خصوصاً مسلمانوں پر جس جبر واستبداد اور ظلم و بربریت کا مظاہرہ کیا گیا، مذہبی تعلیمات سے اِس نسل کو دور رکھ کر جس جہالت کے گڈھے میں ڈھکیلا گیا وہ کسی تاریخ داں سے پوشیدہ نہیں۔ ایسے پُر آشوب اور خطرناک ماحول میں مولانا حامد علی نے مدرسہ قائم کرکے امید اور یقین کا ایک چراغ جلایا۔ چونکہ ہر طرف

آزادی کی لہر دوڑ چکی تھی دنیاوی تعلیم میں اپنی قوم کی پسماندگی کو محسوس کر کے وقت کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے اینگلو اُردو ہائی اسکول کو عملی جامہ پہنایا تا کہ قوم مسلم کے نونہال جہاں دینی تعلیم سے مزین ہوکر قوم کی قیادت و امامت کریں وہیں دنیاوی تعلیم میں بھی کسی قوم سے پیچھے نہ رہیں۔

ظلمت میں نور

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے فیضان قربت نے محسن ملت کو جہد و عمل کا مجسمہ بنا دیا تھا۔ چھتیس گڑھ کے اس علاقے میں علمی شعور، عملی امنگ، دینی جذبہ ملی بیداری برپا کرنے کے لئے بڑے سنگین مراحل سے گذرنا پڑا مگر وہ گذرے، ہمت نہیں ہاری۔ سالہا سال کی قربانیوں اور پرسوز جدوجہد کے بعد اس علاقے میں دین وسنیت کی بہار آئی۔ سب سے پہلے آپ نے مدرسہ اصلاح المسلمین دار الیتامیٰ کے نام سے ۱۹۲۴ء میں اقامتی ادارہ قائم فرمایا۔ اس مدرسہ کی بنیاد سے چھتیس گڑھ کے لوگوں کو آگے بڑھنے اور دینی اقدار کو پھلنے پھولنے کا مناسب موقع ملا، جب فصل پک کر تیار ہوئی تو انہوں نے امام کی حیثیت سے اپنے علاقے کی مسجدوں کو سنبھال لیا۔ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ گہر ریز ہیں "آج چھتیس گڑھ میں مسلک اہل سنت کا جو فروغ آپ دیکھ رہے ہیں اس کی سرخی میں مولانا کے خون جگر کا بہت بڑا حصہ ہے" ایک بار رائے پور میں کسی بزرگ کے مزار پر عورتوں کی قوالی کا پروگرام بنا، انتظامیہ نے اسکو اپنے وقار کا سوال بنالیا۔ مولانا بھی سر سے کفن باندھ کر کھڑے ہوگئے، آخر مولانا کا جذبہ سرفروشی کام آیا، خدا نے قبول حق کیلئے منتظمین کا سینہ کھول دیا، جب شدھی سنگٹھن اپنے عروج پر تھا، لاکھوں مسلمانوں کا دین وایمان داؤ پر لگا ہوا تھا، ایسی ناگفتہ بہ حالت

میں اکابر علمائے اہل سنت مثلاً تاجدار اہلسنت سیدی حضور مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ سید غلام جیلانی، صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین علیہم الرحمۃ والرضوان کی تحریک احیائے دین کی کڑی بن کر محسن ملت نے گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، دیہات دیہات کا سفر کیا، قریہ قریہ ایمانی آواز پہونچائی اور شدھی اندولن کے حشر بداماں طوفان کا نہایت کامیاب مقابلہ کرکے ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد کے پھندے سے بچالیا۔ مولانا محمد علی فاروقی تحریر فرماتے ہیں۔" آپ کی اس بے مثال دوراندیشی وحکمت عملی کو دیکھتے ہوئے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ " حامد علی تم ملت کا انمول نگینہ ہو، تم نے کفرستان میں اسلام کا چراغ جلایا"

سیاسی بصیرت

حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب رقمطراز ہیں۔" آج دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے میدان سیاست میں قدم رکھا وہ ملک وملت بچاؤ کا نعرہ دیکر ملک وملت بیچ آؤ کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ضمیر فروشی اور مفاد پرستی کے خوگر ہوجاتے ہیں، مگر مولانا نے اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کو قوم ومذہب کیلئے استعمال کیا، جسکو انہوں نے مذہب کیلئے استعمال کیا، ممکن ہے یہی ان کی نجات کا ذریعہ بن جائے" یہ محسن ملت کی سیاسی زندگی کا نشان بصیرت ہے کہ جب سیاسی پلیٹ فارم سے قوم وملت کو پارہ پارہ کرنے، مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنے، بلکہ صفحۂ ہند سے اس کے وجود کو مٹانے کی شاطر چال چلی گئی تو مولانا جرات بدست، ہمت بدوش آگے آئے اور ۱۹۴۷ء کے بطن سے نفرت وتعصب کے پھٹنے والے جوار بھاٹا کے نتیجے میں جو لوگ آنکھوں میں حسرت ویاس، دلوں میں کرب واضطراب اور ذہنوں میں مایوسی وناامیدی کا آتش فشاں لئے پاکستان جارہے

تھے ان کے سامنے استقامت کی دیوار بنکر کھڑے ہوگئے۔ آپ نے مسلمانوں کی غیرت خوابیدہ اور حمیت خفتہ کو جگایا۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:" ایک دفعہ تم لوگوں نے گاندھی اور ان کے ہمنواؤں کے کہنے پر گھر بار بیچ کر افغانستان کا رخ کیا، جس میں سوا تباہی اور بربادی کے کچھ ہاتھ نہیں لگا۔ آج پھر تم یہاں سے جانا چاہتے ہو، مگر جانے سے پہلے سوچو، سمجھو، کچھ فیصلہ کرو، بھارت کی دھرتی پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے، دہلی کے لال قلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان ہجرت کرنا سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔ تم کہاں جارہے ہو خواجہ کی دھرتی تمہیں پکار رہی ہے، مخدوم سمناں کا روضہ تمہیں آواز دے رہا ہے، مخدوم پاک کا آستانہ تمہیں یاد کررہا ہے، تمہارے آباء واجداد کی ہڈیاں تمہیں للکار رہی ہیں، خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر کہاں جاؤگے، مخدوم پاک کا روضہ چھوڑ کر تم سکون کیسے پاؤگے، سرکار اعلیٰ حضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کیسے جی سکوگے، آپ کی صدائے دلنواز نے بجھتے دلوں میں امید کی شمع روشن کردی، بہکتے قدم تھم گئے اور اس طرح سینکڑوں گھر اجڑنے سے بچ گئے۔ حضرت پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی رقمطراز ہیں۔" آپ کے سینے میں ایک دردمند دل تھا جس نے انہیں ہمیشہ سیماب صفت رکھا، وہ مسلمانوں کے غم میں کسی کروٹ چین نہ پائے وہ ملک دوست بھی تھے اور مسلمانوں کے دکھ درد کے ساتھی بھی، وہ مخلصانہ جذبہ بھی رکھتے تھے، جس نے انہیں سیاست حاضرہ سے قریب رکھا، انہوں نے سیاست کو چھوا اور سونگھا تھا۔ اس میں ڈوبے نہیں تھے ’’ہر کہ درکان نمک رفت نمک شد‘‘ کی مثال نہ تھے۔ بس اسی قدر اس سے تعلق تھا جو آڑے وقت مسلمانوں کے کام آسکے۔

مجاہد کی پکار

رگ گل سے پر بلبل کو باندھنا جتنا دشوار ہے اس سے زیادہ دشوار ان حالات کو قابو میں کرنا تھا جو محسن ملت کے درپیش تھے، سیاسی بہروپئے روپ بدل بدل کر مسلمانوں کے جذبات کا استحصال کررہے تھے۔ آزمائش کی ہر صلیب پر صرف قوم مسلم تھی جو مصلوب ہورہی تھی۔ مولانا محمد علی فاروقی اس دور کی ایک ناشدنی کو حضرت محسن ملت کی مجاہدانہ للکار کی بازگشت میں یوں پابند تحریر کرتے ہیں۔ "جب بابری مسجد پر تالا پڑا تو حضرت بیچین ہو اٹھے، آپ کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ یہ تو پہلا وار ہے ابھی بے شمار وار انہیں برداشت کرنا پڑینگے، ہندوؤں کے سازشی پلان نے آپ کو لرزا دیا، آپ نے نہ صرف نہرو کو ایک دکھ بھرا تار دلوایا بلکہ خود ان سے ملاقات کر کے انہیں مسلمانوں کی بے چینی اور غم وغصہ سے آگاہ فرمایا (بابری مسجد، تاریخ کے آئینے میں صفحہ ۴۴) آپ نے ایک طرف حکومت کو للکارا تو دوسری طرف قوم مسلم کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا۔ "یہ صرف ایک مسجد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پوری قوم کی بقا کا سوال ہے، فتنہ پردازوں نے صرف مسجد میں تالا نہیں ڈالا، بلکہ قوم مسلم کی قسمتوں پر تالے کا پلان بنایا ہے۔ ہمارے روشن کردار کو داغدار بنانے کا شیطانی منصوبہ ہے، جسکی یہ ابتدائی کڑیاں ہیں۔ ایسے پرآشوب موقع پر بھی قومی شعور بیدار نہیں ہوا۔ آپسی اختلافات نہیں مٹے تو وہ دن دور نہیں جبکہ غرناطہ اور اسپین کی تاریخ یہاں دہرائی جانے لگے۔ جہاں ۱۴۹۲ء تک اسلامی عظمتوں کا پرچم لہراتا رہا، تقویٰ وطہارت کی تجلیات رقص کرتی رہیں اور علمی وفکری قیادت سے اہل یورپ کا تاریک مقدر جگمگاتا رہا، مگر پھر مسلمانوں کی آپسی رنجش اور خانہ جنگیوں نے وہ دن بھی دکھایا کہ وہاں کی مسلم آبادی مقتل میں تبدیل کردی گئی اور

کوئی اُن بے گور وکفن لاشوں پر آنسو بہانے والا بھی نہیں تھا۔ کیا وہی تاریخ یہاں بھی دہرائی جائے گی؟ کیا اسی لئے ہم نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر کے اسے آزاد کرایا تھا، کیا اسی لئے ہماری ماؤں کی گودیں اور بہنوں کا سہاگ اجاڑا گیا تھا کہ سلطان ٹیپو، سراج الدولہ اور بہادر شاہ ظفر کے نعرہ حریت وآزادی کی امین ونگہبان قوم اذان ونماز تک سے محروم ہو جائے گی (ہفت روزہ ہمارا قدم نئی دہلی، ۱۷/ جنوری ۱۹۹۱ء)
جب بھی اس طرح کی کوئی ناگہانی مسلمانوں پر ٹوٹتی تو وہ محسن ملت تھے جو صحرا صحرا اذان سحر دیتے اور وادی وادی صف درست کرنے کے لئے اقدام برمحل کی پہل فرماتے۔

محسن ملت، محسن ملت کیوں؟

جب پورے ملک میں انگریزوں کے خلاف لاوا ابل رہا تھا، آپ نے چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کو جمع کر کے آزادی کی لڑائی کیلئے ایک ٹھوس منصوبہ تیار کیا، شہر شہر، دیہات دیہات گھوم کر انگریزوں کے خلاف نوجوانوں کی فوج تیار کی جس میں ہندو مسلم، سکھ سب لوگ شامل تھے۔ آپ کی سرفروشانہ عزیمت سے گھبرا کر انگریزوں نے آپ کو ۱۹۲۲ء میں رائے پور سینٹرل جیل میں بند کر دیا، مگر وہاں بھی آپ شمع ایمان بن کر ضوفشانی کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے دست حق پرست پر سینکڑوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کرلیا جس میں متعدد انگریز بھی شامل تھے۔ جیل سے چھوٹنے کے بعد اہل چھتیس گڑھ نے آپ کو مشکل گھڑی میں ایک مسیحا کا وجود پا کر اپنا متفقہ قائد تسلیم کرلیا، آزادی کے وقت بھارت پاک بٹوارے کو لیکر کافی تشویش تھی، اس ماحول میں آپ نے مسلمانوں اور غیر مسلم دوستوں کی صحیح رہنمائی کی، ہر گاؤں اور ہر ضلع کے اعتبار سے اتحاد کمیٹی بنا کر ایک پلیٹ فارم پر انیک دماغ کو جمع کر دیا۔ آزادی کے بعد آئین ہند کی

تشکیل کیلئے ہر علاقہ سے دانشوروں اور معزز لوگوں سے مشورہ طلب کیا گیا۔ چھتیس گڑھ کے علاقے سے مسلمانوں کی طرف سے پنڈت جواہر لال نہرو نے آپ کو خاص طور پر مدعو کیا، جس پر آپ نے نہرو جی سے تفصیلی گفتگو کی، اور بھی قوم کے لوگوں کی مکمل حفاظت اور بنیادی حقوق کے سلسلے میں قیمتی مشورہ دیا جس سے وہ کافی متاثر ہوئے اور یقین دلایا کہ ہندوستان کے آئین میں مسلمانوں کی شریعت اور ان کے قانون کی اہمیت وضمانت دی جائے گی، آپ کے کارنامے سے ہندو مسلم، سکھ سبھی بیحد متاثر تھے اور ہر کوئی آپ کو اپنا شفیق سرپرست مانتا تھا۔ یہ اسی جذبۂ عقیدت کا والہانہ اظہار ہے کہ ایک بڑی کانفرنس میں ساری قوم کی طرف سے آپ کو ۱۹۵۸ء میں محسن ملت کا خطاب دیا گیا۔ آپ کی معاملہ فہمی، ملت کی صحیح رہنمائی اور قوم کی نباضی کا اندازہ اس واقعہ سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ ایک مرتبہ عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کے موقع پر چند نوجوان لڑکوں نے جین سماج کے رہنما اچاریہ نانالال صاحب کے نام کا بینر ٹرک پر بیٹھ کر پھاڑ دیا جس سے اچانک کھلبلی مچ گئی، ان کے عقیدت مند لاٹھی اور تلوار لے کر ٹرک کے نیچے لیٹ گئے۔ آپ نے نہایت تیزی سے پلٹ کر اچاریہ جی سے ملاقات کی اور جلوس کی اہمیت، اسلام کی دعوت واخوت، رسول پاک ﷺ کے پیغام امن وشانتی پر روشنی ڈالتے ہوئے چند ناسمجھ نوجوانوں کی اس کارستانی کا ذکر کیا جس وقت آپ نے اسلام کے ان اہم گوشوں کو آشکارا کیا، اچاریہ جی کی آنکھوں میں آنسو آگئے، ذہن پر چھایا ہوا سارا گرد وغبار چھٹ گیا، آگے بڑھے، حالات کو قابو میں کیا اور جب وہاں سے رخصت ہوئے تو انہوں نے اخباری نمائندوں کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ جس سمپردائے (فرقہ) کے رہنما، اتنے اتسا ہی، تتھا دور درشی ہوں (امنگوں سے بھرپور اور دور اندیش) وہ دھن ہے (قابل مبارک باد ہے) (روزنامہ نوبھارت ہندی، رائے پور، ۲۹/فروری ۱۹۶۷ء)

اثر ورسوخ

آپ کی شخصیت میں رعب وجلال کے ساتھ ایسی کشش تھی کہ دل کھنچ کھنچ جاتا، اور روح بچھ بچھ جاتی، عام آدمی سے لیکر بڑے بڑے سیاسی رہنما بھی آپ سے بیحد متاثر تھے، ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نہایت ادب واحترام کے ساتھ آپ پر کافی اعتماد کیا کرتے تھے، چنانچہ ۱۹۵۲ء میں جب انہوں نے پہلا الیکشن لڑا تو آپ کو اپنا الیکشن انچارج بنایا، لال بہادر شاشتری سے تو ان کے بالکل گھریلو تعلقات تھے، شاستری جی اکثر وبیشتر تحائف بھیجا کرتے تھے۔ صرف اپنے شہر ہی نہی بلکہ پورے علاقے میں آپ کی حیثیت ایک عظیم قائد اور مدبر کی تھی۔ مسلمانوں کے مسائل میں مدھیہ پردیش کی حکومت بھی مولانا کی اہمیت کو محسوس کرتی تھی۔ شہر اور علاقے کے تمام مسلمان اپنے چھوٹے بڑے سارے مسائل میں مولانا کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور مولانا ہر شخص کے کام آتے، ریاستی اور مرکزی حکومت میں مولانا کا جو اثر ورسوخ تھا اگر مولانا چاہتے تو اپنے اور اپنے خاندان کیلئے بہت سی مراعات حاصل کرسکتے تھے، لیکن مولانا نے پورے استغناء کے ساتھ ایک دُرویش کی زندگی گذار دی۔

وصال پُر ملال

تقریباً نصف صدی تک اپنے تجربہ وشعور اور علم وفضل کے نور سے علاقہ کے علاقہ کو معمور کر کے، خاص طور پر ۳۸/سال کا ایک طویل عرصہ رائے پور میں گذار کر ۲۵/اپریل ۱۹۶۸ء مطابق ۲۶/محرم الحرام ۱۳۸۸ھ کو یہ عظیم ہستی ہمیشہ کیلئے رخصت

ہوگئی۔رائے پور ہی میں آپکا مزار حضرت فاتح شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے جوار میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

نقوش زندگی

یوں تو آپ نے بہت کچھ کیا اور بہت کچھ دیا تاہم ان میں آپ کا قائم کردہ مدرسہ اصلاح المسلمین دارالیتامی آپ کی زندگی کا سب سے روشن سدابہار اور انمٹ نقش ہے۔آپ کے نبیرہ حضرت مولانا اکبرعلی فاروقی تشنہ کاموں کی تکمیل اور ادھورے خواب کی تعبیر میں صبح ومسا جٹے ہیں۔اللہ تعالی پردۂ غیب سے اسباب مہیا فرمائے تاکہ جلد از جلد وہ سارے منصوبے جو کبھی حضور محسن ملت نے سوچے تھے پیکر محسوس میں نظروں کے سامنے جگمگانے اور مسکرانے لگیں اور اسی بہانے قوم کو علمی آسائش اور فکری آرائش کا قلعہ دستیاب ہوجائے۔آمین۔

☆☆☆
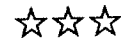
محسن ملت ارباب علم ودانش کی نظر میں

قمر اہل سنت حضرت مولانا **محمد قمر الزماں مصباحی** رائے پور

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ ایک متبحر عالم دین، جادو بیاں خطیب، بلند خیال مفکر، دوررس مدبر، بالغ نظر فقیہ اور ملک وملت کے سچے قائد ورہنما تھے۔آپ نے مدھیہ بھارت کے مسلمانوں کے اندر دینی حمیت اور اسلامی حرارت پیدا کرنے کے لئے بے پناہ قربانیاں دیں، قدم قدم پر رشد وہدایت اور حق وصداقت کے چراغ روشن کئے جس کے اجالے میں مدھیہ بھارت کے مسلمانوں کیلئے زندگی کا سفر نہایت آسان ہوگیا۔

ملک کے دانشوروں کی نگاہ میں آپ کا مقام ومرتبہ کیا تھا ان کی فکروں کا تراشا پیش کرنے سے پہلے محسن ملت کی زندگی کا ایک ہلکا سا خاکہ سامنے رکھدوں تاکہ قوم وملت کے تئیں ان کا جذبۂ اخلاص، ان کا سیمابی کردار، اُن کی قائدانہ صلاحیت، سیاسی بصیرت اور علمی عبقریت پوری طرح واضح ہوجائے۔

ولادت

آپ کی ولادت ۱۸۸۹ء کو بمقام چندہا ضلع الہ آباد (یوپی) میں ہوئی۔

آباءواجداد

آپ کے اجداد کرام حرمین طیبین سے اسلام کی تبلیغ کا پرچم لیکر افغانستان، ملتان، دہلی اور لچھا گیر ہوتے ہوئے چندہا تشریف لائے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

شجرۂ نسب

آپکا شجرۂ نسب سترہویں پشت میں امام التارکین، سلطان العارفین سیدنا سرکار فریدالدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔ جو قطب الاقطاب حضرت سیدنا قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ کے علم وعرفان، کشف وکرامت، نجابت وشرافت اور اسرارِ طریقت وحقیقت کے امین وجانشین ہیں جن کے بارے میں حضرت سلطان الہند حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرید صادق حضرت بختیار کاکی کومخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ’’قطب بڑے شہباز کودام میں لائے ہو اس کا آشیانہ سدرۃ المنتہیٰ ہوگا،،۔

والد گرامی

آپ کے والد گرامی جناب الحاج محمد شاکر علی فاروقی بہت بڑے زمیندار، منکسر المزاج اور شریف النفس انسان تھے۔ ضلع پرتاب گڑھ کے موضع بہار میں بھی آپ کی بہت ساری زمینیں تھیں۔ آپ کی پیدائش کے وقت والد محترم موضع بہار ہی میں تشریف فرما تھے۔

ابتدائی تعلیم

شروع میں اپنے والد ماجد ہی سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب دیوان گنج پھولپور سے باضابطہ تعلیم لینا شروع کردیا۔ مزید تعلیمی سلسلہ کوآگے بڑھانے کے لئے اپنے چچا عابد علی فاروقی کے ہمراہ لکھنوآ گئے جو اس وقت ہیڈ کانسٹیبل کے عہدہ پرفائز تھے۔ آپ کے چچا محترم نے فرنگی محل لکھنو میں آپ کا داخلہ کروایا مگر تشنہ روح کسی اور چشمہ فکر وشعور سے سیراب ہونا چاہتی تھی۔ اُن کے لکھنؤ پہنچنے کا وہی زمانہ ہے جس وقت قطب دیوہ حضرت وارث پاک علیہ الرحمہ کے فیضان کا بادل پورے خطے پر جھوم جھوم کر برس رہا تھا اور پورا علاقہ ان کی تجلیاتِ کرم کی بارش میں نہارہا تھا ایک دن آپ کے چچا محترم حضرت وارث پاک کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے اور آپ کے لئے دعا کی درخواست کی حضرت قطب دیوہ نے اپنی کیمیا اثر نگاہ ڈالی بہت ساری دعاؤں سے نوازا اور مسکراتے ہوئے یوں گویا ہوئے ’’یہ فقیری میں شاہی کرے گا اور اندھیرے میں اسلام کا اجالا بکھیرے گا‘‘

یہ سچ ہے کہ پروردگار عالم نے اپنے کچھ مخصوص بندوں کو وہ قدرت اور صلاحیت بخشی ہے کہ نگاہوں کے دریچے سے جھانک کر مستقبل کا پتہ دیتے ہیں حضرت وارث پاک نے جو پیشن گوئی کی تھی حضرت محسن ملت کی ذات اس پیشن گوئی کی زندہ تصویر تھی اور کیوں نہ ہو۔

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بُود
گرچہ حلقوم عبداللہ بُود

آپ نے پورے شوق ولگن کے ساتھ فرنگی محل لکھنو میں اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔
آپ کے چچا نہایت دیندار، باوقار اور پابند شرع آدمی تھے اس لئے اکثر قطب دیوہ کی خدمت پاک میں حاضری دیتے اور حضرت بھی اپنے الطاف خسروانا سے خوب خوب نوازتے۔ آپ جب بھی حضرت کی زیارت کے لئے جاتے تو آپ کو اپنے ہمراہ لے جاتے۔ ایک مرتبہ قطب دیوہ نے روٹی کا ایک ٹکڑا چبا کر آپ کو عنایت کیا آپ نے بسم اللہ شریف کی تلاوت فرما کر اسے کھالیا۔ حضرت وارث پاک نے پیشانی پر سعادت کے آثار اور روشن مستقبل کا اجالا دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اسکی صحیح تعلیم کی تکمیل مجدد وقت، اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان کے فیضان کے سایہ تلے ہوگی اسے وہیں لے جاؤ۔ آپ کے چچا اپنے ہونہار بھتیجے کو لیکر بریلی شریف خانقاہ رضویہ پہونچے جہاں امام احمد رضا قادری کے فضل وکمال، شعور وآگہی، علم وادراک، بصارت وبصیرت اور تجلیاتِ فکر کی روشنی پورے برصغیر کو فیضیاب کر رہی تھی۔ کچھ سالوں تک اس نابغۂ عصر کی بارگاہ میں رہ کر ان کے خرمنِ علم سے بالیاں چنتے رہے اور اس ماہرِ علومِ عقلیہ ونقلیہ کے فیضانِ علم سے سیرابی حاصل کرتے رہے اُس پر شہزادۂ اکبر حجۃ الاسلام شیخ الانام حضرت علامہ شاہ حامد رضا قادری کی خصوصی نوازشیں اور تاجدار اہلسنت مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ مصطفےٰ رضا نوری کی نگہِ کرم نے سونے پر سوہاگہ کا کام کیا اور جب مجدد وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے کانِ علم وشعور سے نکل کر یہ سونا باہر آیا تو اسکے علم ودانش کی کرنوں سے ایک عالم منور ہوگیا۔

سند فراغت

۱۳۴۰ھ میں آپ کی فراغت ہوئی اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ آپ ان

خوش نصیبوں میں ہیں جن کی سند پر سرکار اعلیٰ حضرت نے دستخط فرمائے ہیں۔

اساتذۂ کرام

آپ کے اساتذہ کرام میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، حضرت مولانا نورالحسن رام پوری، حضرت مولانا رحم الٰہی منگلوری، خلف اکبر اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام، خلف اصغر اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم اور شہزادۂ استاذ زمن حضرت مولانا حسنین رضا قادری بریلوی علیہم الرحمہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

رسم مناکحت

۱۹۱۸ء میں چندہا گاؤں کے قریب بھوپت پور (الہ آباد) کے ایک باثر زمیندار اور شریف خاندان کی نورنظر وحید النساء (جن کا شجرۂ نسب حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے جو نقشبندیہ کے مشہور بزرگ ہیں) سے آپ کا نکاح ہوا۔

اولاد وامجاد

آپ کی چار اولادیں ہوئیں دولڑکے اور دولڑکیاں۔ بڑے صاحبزادے حضرت مولانا فاروق علی فاروقی، چھوٹے صاحبزادے جناب الحاج محمود علی فاروقی۔ دو بچیاں عباسیہ بیگم، کنیز فاطمہ۔

محسن ملت کے بڑے صاحبزادے مولانا فاروق علی فاروقی نے فرنگی محل سے ۱۹۴۴ء میں سند فضیلت حاصل کی۔ دینی علم کے ساتھ عصری علوم میں بھی کافی دستگاہ

حاصل تھی۔ دوسالہ ہومیوپیتھی کورس بھی کیا، مگر دینی مشاغل اور ملی مسائل نے اتنی فرصت نہیں دی کہ شفاخانہ قائم کرتے۔ مسلم یتیم خانہ کی نظامت، دارالافتاء کی ذمہ داری اور دیگر مذہبی مصروفیات ہمیشہ دامن گیر رہیں ادھر عمر بھی بہت مختصر پائی اور والد گرامی کے وصال کے ۱۳/ ماہ کے بعد آپ بھی اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کے پانچ صاحبزادے اور چار صاحبزدیاں ہیں۔ الحمدللہ سبھی بقید حیات ہیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔

مولانا محمد علی فاروقی، احمد علی فاروقی، مولانا اکبر علی فاروقی، ظفر علی فاروقی، ڈاکٹر قاسم علی فاروقی۔

جناب مولانا اکبر علی فاروقی جہاں ہندوستان کی عظیم درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ سے فیض یافتہ ہیں وہیں عصری علوم سے بھی آراستہ ہیں۔ آپ ایک عرصے تک مدرسہ اصلاح المسلمین کے تعلیمی وتعمیری انتظام سے جڑے رہے مگر اللہ نے آپ کو اعلیٰ دماغی اور وسعت فکری کی نعمت سے بھی نوازا ہے چنانچہ آپ نے محسوس کیا کہ قوم کے نونہال جہاں علم دین سے فیضیاب ہورہے ہیں وہیں دنیاوی علوم کے لئے ایسی درسگاہ ہو جہاں تعلیم عصری ہو اور تہذیب اسلامی لہٰذا انہوں نے اپنی خفتہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے آٹھویں کلاس تک غریب نواز انگلش ہندی میڈیم اسکول بیجناتھ پارہ و بنجے نگر رائے پور میں قائم کیا جس میں قوم کے بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کررہی ہیں مگر ایسا نہیں کہ وہ اسکول قائم کرکے خاموش بیٹھ گئے بلکہ مسلم بچوں کی اعلیٰ تعلیم کیلئے جدوجہد کرتے رہے بالآخر ان کی کاوشیں رنگ لائیں، محنتیں بارآور ثابت ہوئیں اور دہلی سے محسن ملت یونانی میڈیکل کالج اینڈ ہاسپیٹل کی منظوری لیکر آگئے اور ۲۰۰۲ء میں اس کا قیام بھی عمل میں آگیا۔ اور اب تک ڈاکٹروں کی چار جماعت فارغ بھی ہوچکی

ہے جو بلاشبہ آپ کی بالغ نظری، جہد مسلسل، کدوکاوش، بلند افکار، حسن تدبر اور سعئ پیہم کی خوبصورت مثال ہے اور سچی بات یہ ہے کہ مولانا سیاسی تدبر، قائدانہ صلاحیت اور سماجی کارپردازی میں اپنے دادا کے سچے وارث ہیں۔

حضرت محسن ملت کے چھوٹے صاحبزادے محترم جناب الحاج محمود علی فاروقی صاحب عصری علوم سے ہم آہنگ ہیں۔ جج کے عہدے پر فائز ہوکر ریٹائرڈ ہوئے اور ابھی الحمدللہ بقید حیات ہیں۔ آپ کے بھی پانچ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ وارث علی فاروقی، باسط علی فاروقی، مسعود علی فاروقی، ماجد علی فاروقی، انور علی فاروقی۔ محسن ملت کی دو صاحبزادیاں۔ عباسیہ بیگم، کنیز فاطمہ۔

عباسیہ بیگم کا نکاح جناب وجاہت حسین صاحب سے ہوا جن سے چار لڑکے تولد ہوئے منصور احمد، مقصود احمد، مظفر حسین، معبود احمد، کنیز فاطمہ کا نکاح جناب معین الدین فاروقی فوڈ آفیسر درگ سے ہوا جن سے چار بچیاں اور دو بچے ہوئے۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں۔ خواجہ فخر الدین فاروقی، خواجہ فضل الدین فاروقی۔

خواجہ کی چوکھٹ سے اشارۂ غیبی

تعلیم کی تکمیل کے بعد تقریباً دوسال تک عشق وعرفان کی راجدھانی اجمیر شریف میں قیام فرمایا، خوب مجاہدہ کیا، ریاضتیں کیں اور خواجہ کے فیضان کی بارش میں شب وروز نہاتے رہے وہیں سے آپ کو اشارۂ غیبی ہوا۔ رخت سفر باندھا اور اجمیر مقدس سے بریلی شریف حاضر ہوئے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا قادری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پہونچے حضرت نے مدھیہ بھارت میں اسلامی مشن کے فروغ کا مشورہ دیا گویا جو بات اجمیر معلی میں پردہ خفاء میں تھی سرکار حجۃ الاسلام نے

اُس سے پردہ اٹھا دیا۔

اکلترا بلاسپور میں آپ کی آمد

آپ سب سے پہلے اکلترا تشریف لائے جو بلاسپور ضلع میں واقع ہے۔آپ نے پورے علاقے کا دورہ فرمایا۔مسلمانوں کی فکری زبوں حالی،علمی افلاس اور دین وشریعت سے دوری کو دیکھ کر بے پناہ قلق ہوا۔حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا قادری علیہ الرحمہ کی خدمتِ مبارکہ میں ایک خط بھیج کر پورے علاقے کی علمی پسماندگی اور اسلام وسنت سے بے رغبتی کا ذکر فرمایا۔آپ نے نہایت حوصلہ افزاء جواب عنایت فرماتے ہوئے علمی جدوجہد کی تلقین فرمائی تاکہ مدھیہ بھارت کا وہ خطہ جو ایمانی نور اور فکروشعور سے خالی ہے اُس ظلمت بردوش ماحول میں اسلام کا اجالا اور علم کی روشنی تقسیم کی جائے۔

رائے پور کی سینٹرل جیل میں قید وبند کی صعوبتیں

اکلترا کے قیام کے دوران رائے پور میں انگریز حکومت کے خلاف ایک عظیم الشان پروگرام ہوا۔اُس جلسہ میں آپ نے انگریزوں کے خلاف نہایت پُر جوش اور ولولہ انگیز خطاب فرمایا جسے سُن کر پورا علاقہ انگریزوں کے خلاف علمِ بغاوت لیکر اٹھ کھڑا ہوا جس کی پاداش میں ۱۲/ جون ۱۹۲۲ء سے ۱۲/ فروری ۱۹۲۳ء تک دفعہ ۱۴۴/ کے تحت جیل کی تاریک کوٹھری کا آپکو خیر مقدم کرنا پڑا۔جیل کی اس تنگ وتاریک کوٹھری میں بھی آپ نے اپنا مشن جاری رکھا اور اسلام وسنیت کی اشاعت فرماتے رہے۔آخر کار آپ کی نالہ نیم شبی اور آہِ سحر گاہی رنگ لائی،سینکڑوں کفار اور انگریز آپ کے ہاتھوں

پر ایمان لائے اور شجر اسلام کے سکون بخش سایہ تلے زندگی گزارنے لگے۔

قید سے رہائی

تقریباً آٹھ ماہ کے بعد جیل سے رہائی ملی مگر قوم کی علمی پسماندگی،فکری زوال اور جہالت کو دیکھ کر ہمیشہ بیقرار رہتے۔چنانچہ شہر رائے پور میں دینی ادارہ کا قیام اور اسکے لئے زمین کی فراہمی یہ سب سے پہلا مرحلہ تھا آپ اپنے وطن الہ آباد پہونچے مداری پور دمگڑا میں خاندانی زمین جو آپ کے ترکے کی تھی اسے فروخت کیا اور اس رقم سے رائے پور شہر میں زمین خریدی اپنے والد گرامی کے نام وقف کیا اور ۱۹۲۴ء میں اسی جگہ یہ مدرسہ اصلاح المسلمین دار الیتامی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔دیکھتے دیکھتے اس میکدۂ علم ودانش کے گرد میکشوں کی بھیڑ جمع ہونے لگی،جہالت کی ظلمتیں کافور ہونے لگیں،علم کے اجالوں سے علاقہ منور ہونے لگا،بدعملی کی راہ میں حسن عمل کے پھول مسکرانے لگے،دلوں کی فصیل پر عشق مصطفٰے ومحبت اولیاء کے پرچم لہرانے لگے اور پورا خطہ نور وسرور میں نہانے لگا۔

مدرسہ اصلاح المسلمین اور سنیت کی اشاعت

یہ ایک سچائی ہے کہ دین وشریعت کے فروغ،قرآن وحدیث کی اشاعت اور مذہبی تہذیب وتمدن کے تحفظ میں مدارس اسلامیہ کا اہم کردار رہا ہے۔اس سے ہٹ کر صالح کلچر،پاکیزہ نظریات اور ایمانی اقدار وروایات کے تحفظ کا تصور ہما کی طرح عنقاء ہے۔

چنانچہ محسن ملت نے پورے مدھیہ بھارت کا دورہ فرمایا مسلمانوں کے اندر اسلامی

سوز، مذہبی روح، ایمانی شوکت، تہذیب وشرافت کا نور، علم وآگہی اور شعور وادراک کا اجالا پیدا کرنے کے لئے مدرسہ اصلاح المسلمین کے نام سے فکر ودانش کا ایک چراغ روشن کیا، علماء اور حفاظ کی ٹیم تیار کی اور مسلک امام احمد رضا کا داعی وسپاہی بنا کر پورے مدھیہ بھارت میں پھیلا دیا۔ آج جو اس علاقے میں قرآن وحدیث کی باد بہاری اور اسلام وشریعت کی نسیم سحری چل رہی ہے اسمیں محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی بالغ نظری، وسعتِ فکری، حسنِ تدبر، صالح قیادت اور سعیِ پیہم کی اثر خیزی شامل ہے۔

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا قول ہدیہ ناظرین ہے تا کہ میری تحریر کو تائید کی زبان مل جائے اور حقیقت نکھر کے سامنے آجائے۔ علامہ لکھتے ہیں:

''انہوں نے جس زمانے میں چھتیس گڑھ کو اپنی مذہبی تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز بنایا وہ علمی اور مذہبی اعتبار سے اس علاقے کا بہت ہی تاریک دور تھا۔ اس علاقے میں بدعملی دور کرنے اور دینی شعور برپا کرنے کے لئے بڑے سنگین مراحل سے گذرنا پڑا۔ سالہا سال کی قربانیوں اور پرسوز جدوجہد کے بعد اس علاقے میں دین وسنیت کی بہار آئی سب سے پہلے اصلاح المسلمین کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا اور جب علماء وحفاظ کی ایک فوج تیار ہوگئی تو انہوں نے علاقے کی مسجدوں کو سنبھال لیا۔ آج چھتیس گڑھ میں مسلک اہل سنت کا جو فروغ دیکھ رہے ہیں اسکی سرخی میں مولانا کے خون جگر کا بہت بڑا حصہ ہے۔ مولانا کی روح میں عشق وعقیدت کی چنگاری ہمیشہ دہکتی رہتی تھی جسکی حرارت سے میں نے بہت سے پتھروں کو پگھلتے دیکھا۔ طبیعت میں سوز وگداز کی صلاحیت پہلے سے موجود تھی اعلیٰ حضرت کے فیضان صحبت نے کیف و مستی کے ایک عالمِ خود فراموش میں پہونچا دیا''۔ جب مدرسہ اصلاح المسلمین کے

پلیٹ فارم سے دین وسنیت کی خدمات انجام پانے لگیں تو بڑی تیزی کے ساتھ ادارے کے حلقے بھی پھیلنے لگے۔ وہ گاؤں اور دیہات جہاں لوگ مسلمان تو تھے مگر اسلامی سوز سے خالی تھے، کلمہ تو پڑھتے تھے مگر روح کلمہ سے بیگانہ تھے، اُن کے اندر بھی اسلامی شعور پیدا ہونے لگا، روحانی سوز اور ایمانی حرارت سے انکے قلوب گرمانے لگے سچ ہے کہ جب اخلاص ویقین کا چراغ ہاتھوں میں ہوتا ہے تو راہ کی ظلمتیں نور اور پاؤں کے کانٹے بھی پھول بن جاتے ہیں۔

کیوں کہ جب عشق شوریدہ سر اور جنوں پابہ زنجیر ہو تو چیتے کا جگر اور شاہین کا تجسس پیدا ہونا لازمی اَمر ہے۔ یہ محسن ملت علیہ الرحمہ کے جذبہ جنوں خیز اور سیمابی کردار ہی کا نتیجہ ہے کہ قوم مسلم کو ایمان کی حلاوت ولذت سے آشنا کرنے کے لئے ہر طوفان سے گزرے کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ اگر عزم پختہ ہے، حوصلے میں توانائی ہے، ارادے میں استحکام، جذبات میں اخلاص ویقین کی چاندنی اور نیت میں للّٰہیت ہے تو موجیں بھی شکستہ کشتی کا طواف کرتی ہیں۔ درد دوا، پریشانی آسانی اور انگارے پھول میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ خطیب مشرق پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ آپ کے سیمابی کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''فراغت کے بعد جب وہ چھتیس گڑھ تشریف لائے تو یہاں کا دیہی مسلمان پرانے مراسم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا ایک کفن بردوش مجاہد کی طرح گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، گلی گلی کی خاک چھانی، دن کہیں، رات کہیں، صبح کہیں، شام کہیں کی منہ بولتی تصویر بن گئے۔ پھولوں کی سیج پر نہیں ہوتے کانٹوں اور انگاروں سے گزرتے، مشن کی دُھن میں دیوانہ وار ڈٹے رہے، جہاں پہنچے کلمہ حق بلند کیا مذہب اہلسنت کی تلقین کی، مسلکِ [illegible] حضرت کو فروغ دی[illegible] کہیں جا کر پورے مدھیہ بھارت میں علم وشعور

کی بہار آئی۔

کشف کی انوکھی داستان

چھتیس گڑھ میں جہاں جہالت کا غلبہ تھا وہیں بدعقیدگی اور وہابیت بھی جا بجا شبخوں مار رہی تھی تو آپ نے تبلیغی دورے مزید تیز کردیئے تاکہ مدھیہ بھارت کو بدعقیدگی کے بادِ سموم سے محفوظ رکھا جاسکے۔ جب معلوم ہوا کہ شہڈول میں وہابیت بڑھ رہی ہے اور شہر کی جامع مسجد پر وہ لوگ قبضے کی تیاری کررہے ہیں تو آپ وہاں تشریف لے گئے اور لگاتار کئی جلسے کروائے اور عقائدِ باطلہ سے لوگوں کو خبردار کیا۔ آپ کے پُراثر اور نصیحت آمیز خطاب کا یہ فائدہ ہوا کہ بہت سارے وہابیوں نے اپنی بدعقیدگی سے توبہ کیا اور سنی مسلمان بن گئے۔ ایک دن جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے کی وجہ سے علمائے عرب وعجم نے وہابی، دیوبندی پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے اور ان کی انہیں گستاخیوں کا نتیجہ ہے کہ ان کی قبروں میں آگ اور سانپ بھرے ہوتے ہیں۔ جن کو یقین نہ ہو کل میرے ساتھ قبرستان چل کر اپنی آنکھوں سے ان کی بدعقیدگی کا نظارہ کرے۔ اس تقریر کو سن کر ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ ان لوگوں کا گھر سے نکلنا مشکل ہوگیا مگر شہر کے کچھ دوسرے افراد حضرت کے ساتھ قبرستان آئے۔ حضرت نے ایک وہابی کی قبر کے پاس کھڑے ہوکر کچھ پڑھا۔ جناب عبدالسلام صاحب کلیمی صدر جامع مسجد شہڈول کہتے ہیں کہ پہلے تو کچھ نہیں دکھا پھر جب حضرت نے مجھ پر دم فرمایا تو قبر کے احوال مجھ پر بھی منکشف ہوگئے اور میں پورے ہوش کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کہ قبر شعلوں سے بھری ہوئی ہے اور لاش پر سانپ دوڑ رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں غش کھا کر گر پڑا جب حضرت نے دم فرمایا تو ہوش آیا۔

۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کا ہوش ربا ماحول اور محسن ملت کا پُر اثر خطاب

۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان تو آزاد ہوگیا مگر مسلمانوں کو اس کی بہت بھاری قیمت چکانی پڑی۔ سفید فاموں کی ٹولی ہندوستان سے بوریا بستر لیکر بھاگ کھڑی ضرور ہوئی مگر ہندو مسلم کے درمیان نفرتوں کی جو بیج بوکر گئی اس کی فصلیں اب تک اُگ رہی ہیں۔ یہ ایک زمینی سچائی ہے کہ ملک کو آزاد کرنے میں مسلمانوں اور علمائے حق نے بھی اپنے تن من دھن کی بازی لگادی۔ جب آپ آزادی کی خاک کریدیں گے تو اس کے نیچے بہادر شاہ ظفر کے بھتیجوں کا کٹا ہوا گلا، علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ کی جزیرۂ انڈمان کی کربناک صعوبتیں، ٹیپو سلطان کی تڑپتی ہوئی لاش، مولانا حسرت موہانی کی شکستہ ہڈیاں، مولانا عنایت حسین کاکوری کی سسکتی آہیں، علامہ نقی علی خان والد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری کے قلم کی توانائی، مولانا محمد علی جوہر کی دم توڑتی تمنائیں اور محسن ملت کی ہچکیاں لیتی آرزوئیں ملیں گی۔

الغرض یہ تن کے گورے من کے کالے انگریز جانے کو تو چلے گئے مگر دونوں قوموں کے درمیان نفرتوں کی ایسی مضبوط دیوار کھڑی کرگئے جس کا ڈھانا مشکل ہوگیا۔ پورے ملک میں آگ اور خون کی ہولیاں کھیلی جانے لگیں، ہر طرف افراتفری کا ماحول، ہر طرف خون ریزی اور قتل وغارت گری۔ ایسے بھیانک حالات میں مسلمان اپنی دولت اور اثاثے کوکوڑی کے داموں میں بیچ کر نئے ملک کی گود میں پناہ لینے کی تیاری کرنے لگے۔ ایسی روح فرساں گھڑی میں قوم مسلم کی سچی رہنمائی کرنا، ان کے بڑھتے ہوئے قدم کو روکنا اور انہیں اپنی عظمت کا احساس دلانا کوئی آسان کام نہیں تھا مگر آپ نے اپنی صالح قیادت، سیاسی بصیرت اور حسن تدبر کے ذریعہ طوفان کا رُخ موڑ دیا اور نہایت

پُرجوش انداز میں مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے بہت پہلے فرمایا تھا کہ دشمن ہمارے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔

(۱) سب سے پہلے ہماری موت تاکہ ہمیشہ کے لئے معاملہ ہی ختم ہو جائے۔

(۲) اگر یہ نہ ہو سکے تو جلاوطنی چاہے گا۔

(۳) اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو آخر درجہ میں عاجز و مجبور بنانا چاہے گا۔

ایک دفعہ تم نے ہجرت کر کے دیکھ لیا مگر بربادی کے سوا تمہیں کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آج پھر تم یہاں سے جانا چاہتے ہو مگر جانے۔ سے پہلے سوچو، سمجھو، کچھ فیصلہ کرو، بھارت کی دھرتی پر تم نے صدیوں حکومت کی ہے۔ دہلی کے لال قلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

تم کہاں جارہے ہو؟ خواجہ کی دھرتی تمہیں پکار رہی ہے، مخدوم سمناں کا روضہ تمہیں آواز دے رہا ہے، محبوب پاک کا آستانہ تمہیں یاد کر رہا ہے، تمہارے آباء واجداد کی ہڈیاں تمہیں آواز دے رہی ہیں، خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر کہاں جاؤ گے، مخدوم پاک کا روضہ چھوڑ کر تم سکوں کیسے پاؤ گے، سرکار اعلیٰ حضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کس طرح جی سکو گے''۔

آپ کے اس پرجوش خطاب نے مردہ دلوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑا دی، ہر طرف اُمید و یقین کے چراغ جلنے لگے، بجھے ہوئے دل و دماغ میں امنگوں کی تازہ بہار آگئی، شکستہ حوصلوں میں شباب کی رعنائی پیدا ہونے لگی۔

آپ کے بروقت اقدام سے بہت سارے گھر اجڑنے سے بچ گئے اور بھاگتے ہوئے قدم رُک گئے۔

سیاسی بصیرت

ملک کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو آپ کی سیاسی بصیرت اور قائدانہ صلاحیت کے زبردست مدّاح تھے اور حد درجہ آپ کا احترام کرتے تھے ۱۹۵۲ء میں جب پہلی مرتبہ ملک میں الیکشن ہوا تو پنڈت نہرو نے پھولپور سے انتخاب لڑنے کے لئے اپنا پرچہ نامزد کیا تو اس وقت آپ کو الہ آباد بلایا اور آپ کی سیاسی بالغ نظری پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے انتخابی الیکشن کا انچارج بنایا۔ پورے حلقے میں سیاسی پلیٹ فارم سے جتنے جلسے ہوئے ہر جلسہ سے آپ نے خطاب کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بھاری اکثریت سے نہرو کامیاب ہوئے۔ اس سے جہاں آپ کی سیاسی عظمت نے لوگوں کے دلوں میں گھر کیا وہیں آپ کی خطابت کی سحر آفرینی سے بھی لوگ متاثر ہوئے۔ مزید تفصیلی معلومات کے لئے ۳۰/جنوری ۱۹۵۲ء کا دینک بھارت اور ۳۱/جنوری اخبار 'لیڈر' کی رپورٹ پڑھیے۔

آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کا قیام

۱۹۶۰ء کا وہ ہنگامہ خیز ماحول ہندوستان کی تاریخ کا نہایت سیاہ باب ہے۔ ناعاقبت اندیش افراد نے اپنی سیاسی دکان چمکانے کے لئے پورے ملک کو فساد کی آگ میں جھونک دیا تھا۔ شیطانی طاقتیں ایک مرکز پر سمٹ کر ملک کی تباہی کا نظارہ کر رہی تھیں، ہر طرف انسانوں کا قتل عام ہو رہا تھا، پورے ملک پر ظلم وستم کے گھنے بادل منڈلا رہے تھے، خونخوار درندوں کی سفاکیت پورے شباب پر تھی، مایوسی، بے بسی اور بے کسی مسلمانوں کا مقدر بن چکی تھی۔ ایسے پُرخطر اور تاریک دور میں مسلمانوں کو آبرومندانہ

زندگی دلانے اور عظمتِ رفتہ کی بحالی کے لئے ایک مضبوط منصوبہ تیار کیا تاکہ اس کے سائے میں بیٹھ کر مسلمان ٹھنڈی سانس لے سکے، آپسی اتحاد قائم ہو اور پورے ولولہ و شوق اور جوش و جذبہ کے ساتھ نئے نئے طوفانوں سے کھیلنے کا ہنر پیدا ہو۔ چنانچہ آپ نے سید العلماء حضرت علامہ الشاہ آلِ مصطفٰے مارہروی، حضرت محدث اعظم ہند علامہ سید محمد میاں کچھوچھوی، مولانا اسرار الحق کوٹہ راجستھان، پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہم الرحمہ اور غازی ملت سید مظہر ربانی کو لیکر ایک مشاورتی نشست رکھی۔ انتہائی غور و خوض اور کئی روز کی بحث و تمحیص کے بعد لوگ ایک نتیجے پر پہونچے اور آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کا قیام عمل میں آیا۔

آپ کی سیاسی بالغ نظری، فکر و تدبر اور دُور اندیشی کو دیکھ کر باتفاق رائے اس تنظیم کا آپ کو جنرل سکریٹری نامزد کیا گیا اور یہ آپ کی سیاسی بصیرت کا ہی نتیجہ تھا کہ تھوڑے وقت میں تنظیم نے تقریباً پورے ملک میں اپنے بال و پر پھیلا دیئے، اُسے وقار اور اعتبار کی منزل مل گئی اور اس کی دھمک دہلی کے ایوان بالا میں بھی محسوس کی جانے لگی۔ اس کے بعد جب بھی ملک میں کہیں بھی نفرتوں کے بطن سے ناخوشگوار واقعات رونما ہوئے تو آپ اپنا فاروقی تیور دکھاتے جس سے دلی دربار بھی دہل اٹھتا۔ آپ کی انہیں سیاسی بصیرتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے قائد اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری رقم طراز ہیں:

''مولانا سیاسی بصیرت کے علاوہ قانون کی نزاکتوں پر بھی نظر رکھتے تھے۔ عموماً تجاویز کا مسودہ میں ہی تیار کرتا جب مولانا تجویز کی عبارت میں ترمیم کرتے اور مسکراتے ہوئے اس کے وجوہات بیان کرتے تو ہمیں محسوس ہوتا کہ اچانک ہم اندھیرے سے

اُجالے میں آ گئے''۔

کُل ہند سنی اوقاف کانفرنس اور محسن ملت کی خطابت و سیاسی جرأت

۱۹۶۲ء میں آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے پرچم تلے کُل ہند سنی اوقاف کانفرنس لال قلعہ دہلی کے پریڈ گراؤنڈ میں منعقد ہوئی اس کانفرنس میں محسن ملت نے اپنی سیاسی جرأت اور حُسنِ خطابت کے ایسے جوہر دکھائے کہ وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔
قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری لکھتے ہیں:

''مولانا کی خطابت کا رنگ بھی سب سے نرالا تھا کسی بھی مسئلے پر جب وہ تقریر کرتے تو ایسا لگتا کہ اُنکی آواز میں دلوں کو پگھلا دینے والی حرارت شامل ہے۔ سنی اوقاف کے تحفظ کے سلسلے میں وہ ایک تجویز پر تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو اُنکے جذبات کے طلاطم کا عجیب عالم تھا۔ دہلی حکومت کو سنی اوقاف کی بربادی کا ملزم قرار دیتے ہوئے اُنہوں نے ایسی پرجوش تقریر کی کہ نعرۂ تحسین سے سارا پنڈال گونج اٹھا اور تقریر کے بعد ایک وفد کو ساتھ لیکر وزیر اعظم نہرو سے ملاقات کی اور بتایا کہ پورے ملک میں اہلسنت کی تعداد نوے فیصد سے بھی زیادہ ہے اس کے باوجود آپ نے جمعیۃ العلماء کو سنی اوقاف کا مالک بنا دیا ہے جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق خرد بُرد کرتے رہتے ہیں اس پر وزیر اعظم نہرو نے یہ کہا کہ تقسیم ہند کے وقت سارے لوگ مسلم لیگ کے ساتھ تھے مگر جمعیۃ العلماء اس وقت بھی ہمارے ساتھ تھی آج ہم اسے کیسے نظر انداز کر دیں اتنا کہنا تھا اس وقت محسن ملت کا جلال دیکھنے کے لائق تھا۔ وقت کے وزیر اعظم کو للکارتے ہوئے آپ نے فرمایا نہرو جی! اگر آپ کو اُن کا خیال ہے تو آپ کیوں نہیں اپنے مکان کے کسی کونے میں ان کے لئے کوئی آفس کھول کر انہیں رکھ لیتے مگر مسلمانوں

کی وقفیہ جائداد کو اس طرح برباد نہ کیجئے"۔

آپ کی اسی جرأت وہمت اور دیوانگی کو دیکھتے ہوئے مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی لکھتے ہیں:

"ہندوستان کا کم وبیش ہر سنی صحیح العقیدہ مسلمان جانتا ہے کہ محسن ملت نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ ملت اسلامیہ کی بقاوتحفظ کے لئے مذہبی وسیاسی دونوں اعتبار سے وقف کر رکھا تھا اور کسی بھی مسئلہ میں پنڈت نہرو سے لیکر چھوٹے منسٹر اور کرمچاری سے آنکھ ملا کر جرأت وہمت سے اپنی بات منوالیتے جو بلاشبہ ان کی سیاسی تدبر کا نمایاں کارنامہ تھا۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیاسی حلقوں میں اگر ہمارا اثر نہیں ہے تو ہم اپنے حقوق سے ہمیشہ محروم کر دیئے جائیں گے اِسی نظریہ کے تحت ہمارے اکابر نے سیاست میں قدم رکھا اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے ہر طرح کی قربانیوں سے گزرے۔ گویا سیاست میں کل بھی ہمارے لوگ تھے اور آج بھی ہمارے نمائندہ ہیں فرق اتنا ہے کہ کل کے لوگ روشن ضمیر تھے اور آج ضمیر فروش۔ کل کے لوگوں نے قوم وملت کی فلاح وبہبودی کے لئے سیاست میں قدم رکھا تھا اور آج جاہ طلبی، حصول زر اور اپنے مفاد کی خاطر۔ خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی محسن ملت کی سیاسی عظمتوں کو سلام پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں "جہاں وہ فقہی بصیرت رکھنے والے ایک جید عالم دین، خانقاہ کے صوفی باصفا اور عارف حق آگاہ تھے وہیں میدان سیاست کے شہسوار بھی اور مسلمانوں کے دُکھ درد کے ساتھی بھی وہ سیاستِ حاضرہ سے بہت قریب رہے انہوں نے سیاست کو چھوا اور سونگھا تھا، اسمیں ڈوبے نہیں تھے۔ ہر کہ در کان رفت نمک شد کی مثال نہ تھے بس اسی قدر اس سے تعلق تھا جو آڑے وقت مسلمانوں کے کام آسکے"۔

فقہی بلندی

پروردگار کی قدرتِ کاملہ سے یہ بعید نہیں کہ ایک پیکرِ خاکی میں فضل وکمال، علم وادراک، فقہ وافتاء، طلاقت لسانی، حسن گفتار اور پاکیزہ کردار کی ساری عظمتیں سمیٹ دے۔ خدائے قادرِ مطلق نے جہاں آپ کو دیگر بہت ساری خوبیاں عطا کی تھیں وہیں فقہی بصیرت کا وافر حصہ بھی عطا کیا تھا۔ ادیب شہیر حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ رکن المجمع الاسلامی مبارکپور تحریر کرتے ہیں:

"ہوش سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے میں نے آپ کو ایک مفتی کی حیثیت سے جانا۔ ہوا یہ کہ بنارس میں بے داڑھی والے یا خشخسی داڑھی والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں شرعی حکم پر مشتمل ایک پوسٹر شائع کیا گیا جس میں علماء کرام کے فتاویٰ تھے۔ اُس پوسٹر میں نمایاں طور پر فتویٰ محسن ملت حضرت مولانا مفتی حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا تھا یہ تقریباً ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء کی بات ہے"۔

مسئلہ مرغوب

حافظِ توریت وانجیل، عالم ہفت لسان، فاضل جلیل حضرت علامہ سید شاہ قائم چشتی قتیلؔ داناپوری سجادہ نشیں آستانہ چشتیہ نظامیہ داناپور پٹنہ کی تصنیف لطیف ہے۔ حضرت علامہ داناپوری جب ۱۹۶۳ء میں حج وزیارت کی سعادت سے مشرف ہونے کے لئے حرمین طیبین پہونچے تو آپ نے مکہ شریف اور مدینہ شریف میں نجدی امام کی اقتداء میں کوئی نماز نہیں ادا کی بلکہ ہندوستان سے گئے ہوئے جماعت اہلسنت کے علماء کے ساتھ پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ واپسی پر پٹنہ کے کچھ وہابیوں نے

ہنگامہ کیا اسکے جواب میں آپ نے مسئلہ مرغوب ترتیب دیا اور پھر نجدی حکومت ونجدی امام کے عقائد باطلہ کے چہرے سے نقاب اٹھایا اور قرآن وحدیث واقوال ائمہ وفقہاء کی روشنی میں انکے گمراہ وبددین ہونے کو ثابت کیا اور آپ نے ملک بھر کے مفتیان کرام کی تائید وتوثیق حاصل کی جس میں تیسرے نمبر پر حضرت محسن ملت کی تحریر کو جگہ ملی ہے اس کی سرخی یہ ہے:

سید المناظرین سند العلماء مفتی عصر حضرت مولانا حامد علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی دار العلوم رائے پور مدھیہ پردیش

محترم المقام حضرت مولانا سید شاہ محمد قائم صاحب دامت برکاتہم العالیہ پس ازسلام مسنون یہ فقیر عرض گزار ہے کہ کتاب مسئلہ مرغوب جو آنجناب کی تالیف کردہ ہے وصول ہوئی اور اسے میں نے بغور پڑھا۔آپ پر چند مفسدین نے اعتراض کیا ہے کہ ایام حج میں گمراہ وبے دین نجدی امام کے پیچھے آپ نے نماز کیوں نہیں ادا کی اس کا نہایت مدلل ومعقول جواب تحریر فرمایا ہے۔آپ نے جواب اگرچہ اپنے اُوپر سے دفیعہ کے لئے فرمایا مگر یہ کتاب عامۃ المسلمین کے لئے انتہائی مفید ثابت ہوگی اور ضرورت ہے کہ اس کتاب کی زائد سے زائد تشہیر کی جائے اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے شائع کئے جائیں تاکہ سنی مسلمان زائد سے زائد فائدہ حاصل کرسکیں اور ایامِ حج میں اپنی عبادت کو ضائع ہونے سے بچائیں اور بے دین نجدیوں کے مکر وفریب سے ہوشیار رہیں۔اِس سلسلے میں ایک کتاب "مسئلہ حجاز رپورٹ وفد خلافت ۱۹۲۶ء" میرے پاس تھی بذریعہ رجسٹری بک پوسٹ کر رہا ہوں جس میں ان مقدس مقامات کی تصاویر بھی موجود ہیں جسے اُس نجدی حکومت نے بزعمِ حکومت مسمار کردیا اسے ملاخط فرمائیں گے ان تصاویر کی اشاعت اگر ہوجائے تو مسلم عوام کو اندازہ ہوجائیگا کہ

راز داروں پر پردہ کیا ہے۔نجدی حکومت اور اُس کی کارگزاریوں کے ہیبت ناک خدوخال آسانی سے سمجھ میں آجائیں گے۔ایام حج میں آپ نے نجدی بے دین امام کے پیچھے نماز ادا نہیں فرمائی شرعاً بالکل صحیح کیا۔واقعی ایک مسلمان کو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں اور نہ کسی طرح اس کی اقتداء میں نماز ہوتی ہے جیسا کہ احادیث نبویہ ﷺ اور فتاویٰ علماء کرام سے بدلیل قاطع ثابت ہے جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور پھر آپ بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں کے رہنما ہیں اور روحانی طریقے پر قلب ذاکر رکھتے ہیں۔مراقبہ ومشاہدہ کے پابند ہیں۔ایسا دل ہے جو عشق رسول سے معمور ہے تو کس طرح ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کرتے جو گمراہ بے دین ہے۔لہذا شریعت مطہرہ کی نظر میں آپ کا فعل قطعاً درست وصحیح ہے اور انشاء اللہ قیامت کے دن دربار رسالت میں آپ کو سرخروئی حاصل ہوگی اور جن لوگوں نے نجدی امام کے پیچھے نمازیں ادا کیں ان کی نماز قطعاً نہیں ہوئی وہ لوگ توبہ کریں اور جتنی نمازیں بے دین وگمراہ کے پیچھے ادا کی ہیں ان کو دہرائیں ورنہ فرض ان کے ذمہ ساقط نہ ہوگا اور قیامت کے دن عذاب کے مستحق ہوں گے۔واللہ تعالیٰ اعلم

خادم قوم

فقیر حامد علی الوارثی

مہتمم مسلم یتیم خانہ مفتی شہر رائے پور

۳۰/دسمبر ۱۹۶۳ء

اس تائید کے بعد حضرت محسن ملت کے دو اور فتوے ہدیہ ناظرین ہیں۔استفتاء کرنے والے عبدالکریم ربانی پٹنہ گڑھ، ضلع بلانگیر کے رہنے والے ہیں انہوں نے سوال کیا۔

بخدمت شریف حضرت مولانا مولوی حامد علی صاحب قبلہ گزارش خدمت یہ ہے کہ سوالات کے جواب سے مشکور فرمائیں۔

سوال نمبرا: علاقہ پٹنہ گڑھ موضع بھنا میں ایک لڑکی کی شادی ہوئی، شادی کے بعد میاں بیوی میں دوسال تک اچھے گذرے بعدازاں اس لڑکی کا شوہر پاگل ہوگیا مختلف طریقے پر علاج بھی کرایا گیا لیکن جنوں حد سے زیادہ ہوتا گیا آج تقریبا۶/ سال ہوئے لڑکی کے کوئی وارث نہیں اب لڑکی یہ چاہتی ہے کہ میں دوسرا نکاح کروں لہذا شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں۔

عبدالکریم ربانی، پٹنہ گڑھ ضلع بلانگیر۔۱۴/ اپریل ۱۹۶۰ء

الجواب:

جبکہ شوہر پاگل ہوگیا اور علاج سے فائدہ نہیں تو ایسی صورت میں میاں بیوی میں تفریق یعنی جدائی کردی گئی آج جس تاریخ کو یہ فتویٰ لکھا جارہا ہے اسی تاریخ سے عورت پر طلاقِ بائن پڑگئی اب یہ عورت ۳/ حیض یعنی زائد سے زائد ۳/ ماہ ۱۳/ یوم عدت گزار کر کسی بھی مرد سے اپنا نکاح کرسکتی ہے پہلا نکاح ٹوٹ گیا اور طلاق ہوگئی اسلئے عورت کو شریعتِ اسلامیہ کے روسے اپنا نکاح کرنے کا پورا اختیار ہے اگر ۳/ ماہ ۱۳/ دن کے اندر یہ شوہر جو پاگل ہوگیا ہے اچھا ہوجائے اور اپنی بیوی کو لے جانا چاہے تو پھر سے نکاح پڑھا کر لے جاسکتا ہے۔ یہ عورت پاگل شوہر کے لئے بغیر نکاح پڑھائے ہوئے حرام ہے۔ ۱۸/ مئی سے عدت شمار ہوگی۔

کتبہ: **فقیر محمد حامد علی**

مہتمم مسلم یتیم خانہ رائے پور ۱۸/ مئی ۱۹۶۰ء

سوال نمبر۲: احمد جانی ایک شادی شدہ نوجوان ہیں اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے ایک ہندولڑکی سے ناجائز تعلقات ہوگئے اس ہندولڑکی کو احمد جانی کی طرف سے ایک لڑکا ہوا ہے اس لڑکے کو احمد جانی اپنے گھر رکھنا چاہتے ہیں آیا ایسا لڑکا حلال ہے؟ اگر حلال نہیں تو اس کو کس طریقہ اسلام میں لایا جائے، اسلامی رو سے احمد جانی اور اس لڑکے کا کیا معیار ہے اور عام مسلمانوں کو ان سے کیسے تعلقات رکھنا چاہیے۔ عاصی عبدالکریم ربانی، ۱۴/ اپریل ۱۹۶۰ء

الجواب:

جس ہندولڑکی کے ساتھ احمد جانی کا تعلق ہوگیا ہے اگر وہ اسلام میں آجائے تو اس کو مسلمان کرکے دونوں کا نکاح کردیا جائے اور اگر وہ مسلمان نہیں ہونا چاہتی اور احمد جانی یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے اور عورت لڑکے کو احمد جانی کو دے دیتی ہے تو لڑکے کو احمد جانی اپنے پاس رکھے اور اس کا ختنہ کرادے مگر لڑکا احمد جانی کی جائیداد سے حصہ نہیں پائے گا۔ احمد جانی کے پاس اگر یہ لڑکا رہتا ہے اور احمد جانی اس کی پرورش کرتا ہے اور ختنہ کرادیتا ہے تو یہ لڑکا مسلمان سمجھا جائیگا اگر مرجائے تو مسلمان اسکی جنازے کی نماز پڑھ کر اپنے قبرستان میں دفن کریں اور اگر عورت لڑکا نہ دے تو احمد جانی کا یہ لڑکا متصور نہیں ہوگا کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا **وللعاھر حجرٌ** زانی مرد کے لئے پتھر کا ٹکڑا ہے اس صورت میں لڑکا اس کی ماں کا ہوگا اور مسلمان اسکے ساتھ اسلامی برتاؤ نہیں کرسکتے ہیں وہ ہندو ہی سمجھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: **فقیر محمد حامد علی**

مہتمم مسلم یتیم خانہ رائے پور ۱۸/ اپریل ۱۹۶۰ء

وصال مبارک

۲۶/محرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۵/اپریل ۱۹۶۸ء کو علم ودانش شعور وآگہی اور شریعت وطریقت کا ماہتاب ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

نماز جنازہ

آپ کی نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ڈاکٹر فاروق علی فاروقی علیہ الرحمہ نے پڑھائی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور بھیگی پلکوں کے ساتھ اپنے دینی رہنما کو سپرد خاک کیا۔

مزار مبارک

حضرت فاتح شاہ مارکیٹ کے گراؤنڈ اور حضرت ہی کے پہلو میں آپ کا مزار مبارک ہے جہاں عرس کے موقع سے ہر سال عقیدت مند آپ کی تربت پہ محبتوں کے پھول پیش کرتے ہیں اور مرقد اطہر سے یہ آواز آرہی ہے۔

خاک ہوکر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

اس مختصر تعارف کے بعد اصحاب فکر وشعور کی آراء ملاحظہ فرمائیے۔

☆☆☆

نذرانہ اصحاب علم ودانش

تاجدار اشرفیت حضرت سید الشاہ علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف

آپ کی زبان میں خدا نے وہ تاثیر دی ہے جو پل بھر میں لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف

حامد علی تم ملت کا انمول نگینہ ہو تم نے کفرستان میں اسلام کا چراغ جلایا۔

برہان ملت حضرت علامہ برہان الحق رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم مدھیہ پردیش

حضرت مولانا حامد علی فاروقی فرنگی محل لکھنو میں کچھ دنوں تعلیم حاصل کرنے کے بعد بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کے مدرسہ منظر اسلام میں داخل ہوئے، اعلیٰ حضرت سے کچھ رسائل بھی پڑھے۔ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مفتی اعظم سے بھی تفسیر، حدیث اور فقہ کے درس میں شریک ہوئے، حضرت مفتی اعظم مولانا کو وہ نکات بتاتے جن نکات پر وہ مناظرہ فرماتے، مجھے جہاں تک علم ہے مولانا اعلیٰ حضرت سے بیعت بھی تھے اور انہیں اعلیٰ حضرت سے خلافت کی سند بھی ملی۔

جلالت العلم حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث مبارکپوری

قوم کی صحیح نباضی اور سیاسی دوراندیشی کا آپ پیکر اور حضور اعلیٰ حضرت کے فیضان

کی چلتی پھرتی تصویر تھے اس ویران اور اجاڑ علاقے میں آپ نے جس محنت وقربانی کے ساتھ اسلام کا پیغام پہونچایا وہ خود اپنی مثال ہے۔

تاجدار برکاتیت احسن العلماء حضرت سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ مارہرہ شریف

ان کی بلند ہمتی وجفاکشی اور بے باکی ملت کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔

گل گلزار رضویت ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خان علیہ الرحمہ بریلی شریف

حضرت محسن ملت شاہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ دین کے سچے خادم، اسلام کے عظیم مجاہد اور قوم وملت کے محسن تھے جنہوں نے کفرستان میں اسلام کا جھنڈا گاڑا، مسلم قوم کے مسائل پر وزیر اعظم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ پورے علاقے میں ان کے احسانات بکھرے پڑے ہیں جہاں جایئے ان کی قربانیوں کا نظارہ کیجئے۔

جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری، بریلی شریف

حضرت محسن ملت شاہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ نے وسط ہندوستان میں جن لگن اور قربانیوں کے ساتھ اسلام کی خدمت کی، صدہا غیر مسلموں کو اسلام سے وابستہ کیا وہ سبھوں کیلئے سرمایہ افتخار ہے سچ تو یہ ہے کہ یہ میرے جد کریم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے فیضان کی برکت ہے کہ آپ جدھر گئے سنیت کا پرچم لہرانے لگا۔

پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ الہ آباد

محسن ملت حضرت مولانا الحاج حامد علی فاروقی صاحب علیہ الرحمہ جماعت اہل سنت کی ایک مقتدر شخصیت تھے۔ خدا نے انہیں بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ امام اہلسنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عبقری و نادر

روزگار ہستی کی درسگاہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ اگر وہ دارالافتا کے عظیم فقیہ، درسگاہ کے کامیاب مدرس اور افق خطابت کے آفاقی خطیب تھے تو میدان سیاست کے شہرۂ آفاق قائد بھی تھے۔ انہوں نے سیاست کو چھوا اور سونگھا تھا اس میں ڈوبے نہیں تھے وہ ایک صوفی منش درویش، عارف حق آگاہ اور وقت کے جید عالم تھے۔

عالم شریعت حضرت علامہ پیر محمود احمد رفاقتی صاحب، مظفر پور

یقین محکم، عمل پیہم اور محبتِ فاتح عالم کے پُرکشش پیکر کا نام حضرت محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی ہے جو بیک وقت ملک کے وفادار مجاہد، مسند رشد وہدایت کے روشن ضمیر پیر، درس وتدریس کے ماہر اور شریعت وسنت کے عامل تھے آپ اپنے حسن تدبر، دوراندیشی اور معاملہ فہمی میں پوری جماعت میں فائق نظر آتے ہیں۔ فیاض قدرت نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔

قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ جمشید پور

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی ان خوش نصیب اور قابل رشک علما میں ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی زیارت کی اور ان کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ آپ گوناگوں محاسن وکمالات کی جامعیت کے اعتبار سے حیرت انگیز شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی خطابت کا رنگ بھی سب سے نرالا تھا۔ کسی بھی مسئلہ پر جب وہ تقریر کرتے تو ایسا لگتا کہ ان کی آواز میں دلوں کو پگھلا دینے والی حرارت شامل ہے آپ نے وسط ہندوستان میں علم وفکر اور شعور وآگہی کا وہ چراغ جلایا جس کی روشنی سے پورا علاقہ جگمگا رہا ہے اور آپ تا حیات مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ اور سنیت کی حفاظت کے لئے شمع کی طرح پگھلتے رہے۔

سید المشائخ حضرت سید اظہار اشرف صاحب ولی عہد کچھوچھہ شریف

مدھیہ بھارت میں جدھر سے گذر جایئے حضرت محسن ملت کے خلوص ولگن اور قربانیوں کا ثمرہ قدم قدم پر دیکھنے کو ملے گا۔ جہالت کی تاریکیوں میں عشق رسول کا چراغ جلا کر انہوں نے پوری قوم کو بربادی سے بچالیا انہوں نے جس انداز میں دین وسنیت کی خدمت انجام دی وہ ہماری قوم کے لئے لائق صد افتخار ہے۔

مناظر اہلسنت حضرت علامہ مفتی محمد اسلم صاحب رضوی بانی جامعہ قادریہ مظفر پور

قادری نوازشوں، چشتی عنایتوں اور رضوی کرم پاشیوں کے خوبصورت پیکر کا نام محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ ہے جن کی جہد مسلسل اور جرأت و ہمت کی داستانیں چمن در چمن پھیلی ہوئی ہیں جنہوں نے اپنے خون کی لالی سے چھتیس گڑھ کی باغِ سنیت کو بہارِ تازہ عطا کیا۔

حضرت مولانا سید اسلام الدین صاحب نظامی درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی

حضرت مولانا الحاج حامد علی فاروقی ایک عالم بے بدل اور اعلیٰ درجے کے صوفی تھے۔ اخلاق حمیدہ، سخاوت وتواضع اور علم ظاہری وباطنی میں یکتائے زمانہ تھے۔ مدھیہ بھارت میں صحیح معنوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی اور صحیح راہ دکھائی۔ حضرت محبوب الٰہی سے خاص تعلق حاصل تھا۔ سلطان الہند کی بارگاہ میں اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر حسن رضا خان پی ایچ ڈی پٹنہ ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات پٹنہ

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ فکر وشعور، علم وعرفان کے اس ماہ درخشاں کا نام ہے جسکی ضیا پاشی اور خوبصورت چاندنی میں آج بھی پورا علاقہ نہا رہا ہے آپ قوم کے عظیم رہنما، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی علیہ

الرحمہ کے شاگرد اور ان کی فکر ونظر کے مبلغ وترجمان تھے۔ یہ ان کی عظیم قائدانہ صلاحیت کا ہی نتیجہ ہے کہ پورے چھتیس گڑھ میں سنیت کی فضا رچی بسی ہوئی ہے۔

حضرت علامہ سید محمد حسینی صاحب اشرفی ناگپور

حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ دین کے سچے خادم، سنیت کے عظیم علمبردار اور ملک کے وفادار تھے آپ نے ہمیشہ خود غرض سیاست سے اپنے آپ کو دُور رکھا اور صاف ستھری سیاست جس میں قوم کی بھلائی ہو اختیار کی۔ اپنے علاقے میں سنیت کی خدمت اور مسلمانوں کی حفاظت کے علاوہ غیر مسلموں میں بھی اسلام کو اس خوبصورتی سے پہونچایا کہ شدھی آندولن دم توڑنے لگا اور دشمنان اسلام کا سر نیچا ہونے لگا جو یقیناً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا فیض تھا جو آپ کی زبان پر جاری تھا۔

مبلغ اسلام حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب اشرفی ناگپور

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ اپنی مذہبی، سیاسی اور سماجی کارکردگی کے سبب محتاج تعارف نہیں، نہایت متحرک اور فعال شخصیت کے مالک تھے۔ وقت کے بہترین عالم، صف اول کے خطیب اور میدان سیاست کے ماہر تھے۔ سیاسی بالغ نظری اور قوم کی نباضی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

پیر طریقت حضرت مولانا سید ظل حسن صاحب اشرفی کچھوچھہ شریف

جب رائے پور اور چھتیس گڑھ پر شدھی کرن کی تحریک چلی اور مسلمانوں کا ایمان وایقان خطرے میں پڑنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محسن ملت مولانا حامد علی صاحب فاروقی کو سینہ سپر کر دیا جنہوں نے ہزاروں کو مسلمان بنا کر پوری ملت کو اس فتنہ سے بچالیا۔

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب (پی ایچ ڈی) ممبئ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے فیضان قربت نے محسن ملت کو جُہدِ مسلسل کا مجسم بنادیا چھتیس گڑھ کے اس علاقے میں علمی شعور، عملی امنگ، دینی جذبہ اور ملی بیداری پیدا کرنے کیلئے سب سے پہلے آپ نے مدرسہ اصلاح المسلمین کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا، چھتیس گڑھ میں مسلک اہل سنت کا جوفروغ دیکھ رہے ہیں اس کی سرخی میں مولانا کے خونِ جگر کا بہت بڑا حصہ ہے۔

ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر صاحب مصباحی سجادہ نشیں خانقاہ حلیمیہ الہ آباد

محسن ملت بلاشبہ بیسویں صدی کے عظیم مجاہدین میں سے ایک تھے جن کا جسم جوش مارتے ہوئے لہو اور رینگتے ہوئے گرم پسینوں سے آشنا تھا۔ جن کی ایڑیاں خار مغیلاں سے آشنا تھیں اور جن کا سینہ میدان کارزار میں دوڑتے ہوئے اسپ تازی کے بھانپ کی مانند گرم تھا۔ چھتیس گڑھ جیسے پسماندہ اور بے تہذیب علاقوں کو آپ نے اپنی علمی سرگرمیوں، خطابت، وعظ اور حسن سلوک سے آباد کیا اور عرفان و آگہی کے سینکڑوں چراغ روشن کیۓ۔

سراج ملت حضرت مولانا سید سراج اظہر صاحب بانی دارالعلوم مفتی اعظم ممبئ

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ گلشن فاروقی کے اس مہکتے پھول کا نام ہے جنہوں نے امام احمد رضا کے آغوش علم وفضل میں کھیلنا اور مچلنا سیکھا تھا، جن کی پوری حیات تاریخ دعوت وعزیمت سے لبریز ہے جنہوں نے فکر وعمل کی راہوں میں رفعتوں کی ایسی خوشبو بکھیری ہے جسکی نکہت جادۂ حق وصداقت کے مسافر کو معطر کرتی رہے گی۔

حضرت مولانا ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم صاحب صدر شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ ہمدرد دہلی

محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی مناظر اعظم ہند شیر شبیہ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خان قادری رضوی علیہ الرحمہ کے رفیق درس اور مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ کے خرمن علم وادب کے خوشہ چیں تھے، ان حضرات کی رفاقت نے انہیں علم وادب اور فضل وکمال کی اس بلندی پر پہنچادیا تھا جس کا بآسانی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ایسی شخصیت جو علمی، دینی، سیاسی اور سماجی ہر اعتبار سے مرکز توجہ ہو کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں۔ انہوں نے اپنی دینی وملی خدمات کے قطع نظر جنگ آزادی کے تعلق سے جو کارنامے انجام دیئے ہیں ان کی نیک نامی اور عزت وناموس کی سربلندی کے لئے کافی ہیں۔

رئیس التحریر حضرت علامہ وارث جمال صاحب قادری صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت ممبئ

محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی اپنے بزرگوں کی ایک روشن تصویر اور اپنے گوناگوں وجود حیرت میں کثیر الجہات بلندیاں اور فراستِ مومن کی جلوہ سامانیاں لئے ہوئے ہیں جن کا وجود مسعود بر کفِ جامِ شریعت و بر کف سندانِ عشق کا بڑا خوبصورت امتزاج تھا۔ آپ بیک وقت مسلمانوں کے جہاں ایک عظیم دینی، مذہبی رہنما تھے وہیں سیاسی مقتدیٰ بھی اور وہ جنگ آزادی میں ابوالکلام کے شانہ بشانہ نہیں بلکہ ان سے کئی قدم آگے تھے۔

حضرت علامہ سید اولاد رسول قدسی کیلی فورنیہ امریکہ

محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ جماعت اہل سنت کے عظیم قائد، پُرسوز داعی اور نہایت مخلص مجاہد تھے۔ جن کے سینے میں مسلک ومذہب کا درد

کوٹ کوٹ کر بھرا تھا آج چھتیس گڑھ میں جو سنیت کا تقدس ہے اُس میں محسن ملت کی پُر سوز کاوش کا بڑا دخل ہے۔ آپ نے ایک ادارہ قائم فرما کر علماء اور حفاظ کی ایک فوج تیار کی۔ ربِ قدیر نے آپکے اندر عشق واخلاص کی ایسی چنگاری بھر دی تھی جس سے پتھر دل افراد بھی پگھلتے نظر آئے اور یہ سب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت احمد رضا قادری کے فیضان کرم کا نتیجہ تھا۔

ڈاکٹر امجد رضا امجد چیف ایڈیٹر رضا بک ریویو پٹنہ

حضور محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ نے شہر رائے پور میں اصلاح المسلمین کے نام سے ایک ادارہ قائم فرما کر بجھے ہوئے دماغ اور سسکتی روحوں کے اندر اسلامی سوز پیدا کر دیا۔ جو دین و مذہب سے دور تھے وہ اسلام کے متوالے بن گئے۔ جو علم شریعت سے ناواقف تھے ان کے گھروں میں قرآن کی تلاوت ہونے لگی اور آج پورے چھتیس گڑھ میں جو سنیت کا وقار اور درود وسلام کی بہار ہے اسی مرد حق آگاہ کے نالہ نیم شبی کا ثمرہ ہے۔

ادیب شہیر حضرت مولانا عبد المبین نعمانی صاحب چریاکوٹ

علمائے اہلسنت میں ایک تابندہ نام آتا ہے مجاہد حریت حضرت علامہ شاہ مفتی حامد علی فاروقی رضوی علیہ الرحمہ کا جو بیک وقت سیاسی قائد بھی تھے اور مذہبی مصلح و مرشد بھی، جنگ آزادی ہند میں انہوں نے بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ڈاکٹر پروفیسر فاروق احمد صدیقی، صدر شعبۂ اُردو و فارسی بہار یونیورسٹی مظفر پور

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی ایک محمود الصفات شخصیت کا نام ہے اپنے عہد کے ایک جید عالم، مبلغ اسلام، سیاسی مدبر اور دین وسنیت کے پُر جوش داعی

تھے اپنی دینی بصیرت، خلوص وللّٰہیت، غیر معمولی قوتِ ارادی، اولوالعزمی، مجاہدانہ اسپرٹ اور انقلابی سرگرمیوں کی بدولت محسن ملت بن گئے۔

نقیب اہلسنت حضرت مولانا سید علی احمد صاحب، سیوانی علی گڑھ

حضرت محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی گلشن فاروقیت کے اس شگفتہ گلاب کا نام ہے جس کی نکہت بیزی قیامت کی صبح تک مشام عشق وایمان کو معطر کرتی رہے گی۔ قوم مسلم کو علمی شعور دینے کے لئے مدرسہ اصلاح المسلمین قائم کیا۔ کیوں کہ جو قوم تاریکیوں کی مسافر ہو اس کی نہ کوئی منزل ہوتی ہے اور نہ اپنا کوئی پتہ۔ بلندیوں کو چھونے کے لئے علم اولین شرط ہے چنانچہ محسن ملت نے سب سے پہلے علم کی فیکٹری قائم کی اور ان کی سعی پیہم سے ہر طرف علم کا اجالا پھیلنے لگا۔ آج ہر طرف سنت وشریعت کا نکھار اسی مرد مجاہد کی آہ سحر گاہی کا نتیجہ ہے۔

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل رضوی صاحب مظفر پور، بہار

محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ اپنی ذات میں تنہا ایک انجمن تھے جن کی علمی، ادبی، قومی اور مذہبی خدمات کی کرنوں سے پورا مدھیہ بھارت روشن ہے۔ آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں پوری زندگی گزار دی۔ آپ علومِ مشرقیہ کے ماہر عالمِ دین، فاضلِ اجل، دین حق کے مخلص داعی اور وفا شعار رہبر تھے۔ سیاست پر بھی آپ کافی گرفت رکھتے تھے کوئی بھی قومی اور ملی مسئلہ ہو حکومتِ ہند کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کیا کرتے تھے۔

آبروئے صحافت حضرت مولانا ظہیر الدین صاحب کانپور

محسن ملت حضرت العلام مولانا شاہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ نے مدھیہ بھارت

میں شدھی آندولن کے موقع پر جس شاندار انداز میں دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کیا وہ سبھی کے لئے سرمایہ افتخار ہے یہ آپ ہی کی محنت وجاں فشانی اور بے مثال قربانی کا نتیجہ ہے کہ آج پورے علاقے میں سنیت کا دبدبہ اور مسلک اعلیٰ حضرت کا بول بالا نظر آتا ہے۔ آپ اپنے وقت کے بے مثال فقیہ اور عظیم خطیب ہونے کے ساتھ بہترین مدبر اور دوراندیش سیاست داں بھی تھے۔

ناشر سنیت محترم الحاج سعید نوری صاحب، جنرل سکریٹری رضا اکیڈمی ممبئی

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی اعلیٰ حضرت کے ان نامور شاگردوں میں ہیں جنہوں نے اپنے حسن تدبر، علمی وقار، فکری بلندی اور قائدانہ عظمتوں سے مدھیہ بھارت کے مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ کا تحفظ فرمایا اور دین وسنیت کے خزاں رسیدہ چمن کو از سر نو زندگی کی حرارت عطا کی ان کے دینی ملی اور علمی کارناموں کو بڑے پیمانے پر پھیلانے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا مفتی نذیر القادری صاحب، دار العلوم قادریہ نوریہ، سون بھدر

محسن ملت علامہ شاہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا شمار دین وملت کی ان شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے گلشن اسلام کی آبیاری کیلئے اپنی رگِ حیات کا ایک ایک قطرہ نچوڑ کر رکھ دیا۔ یہ وہ پہلے مرد مجاہد ہیں جنہوں نے پورے چھتیس گڑھ میں کفر وشرک اور انگریز جبر وتشدد کے شدید آندھیوں کی زَد پر عشق وایمان کے تحفظ کا پہلا چراغ روشن کیا جو آج تک روشن ہے اور انشاء اللہ تا قیامت روشن رہے گا۔

صحافی عصر حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب، چیف ایڈیٹر پیغام رضا ممبئی

حضور محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ اپنی علمی بلندی، فکری

بالیدگی، سیاسی بالغ نظری کے اعتبار سے پوری جماعت میں ایک الگ شناخت رکھتے تھے۔ خالق کائنات نے آپ کی خطابت میں ایسی شیرنی اور حلاوت بھر دی تھی کہ آپ کی جو تقریر سنتا آپ کا شیدا ہو جاتا۔ ہر موضوع پر بولنے کی یکساں مہارت رکھتے تھے۔ جملوں کا گھن گرج، الفاظ کا زیر وبم اور آواز کی جادوئی اس وقت دیکھنے سے تعلق رکھتی جب آپ پورے علمی کروفر کے ساتھ کرسی خطابت پر رونق افروز ہوتے۔

حضرت مولانا مفتی ایاز احمد صاحب مصباحی ناظم جامعہ قادریہ، پونہ

مدھیہ بھارت کی خاک کے ہر ذرہ سے محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی خدمات کی خوشبو پھوٹ رہی ہے آپ نے جس محنت، لگن، خلوص اور ایثار کے ساتھ اس علاقے کی خدمت کی ہے وہ تاریخ کا سنہرا باب ہے جب بھی کوئی مورخ دینی، سیاسی، مذہبی اور علمی حوالے سے چھتیس گڑھ کی تاریخ رقم کرے گا تو سرفہرست محسن ملت کا نام ہوگا۔

حافظ احادیث کثیرہ مولانا محمد حسین صدیقی ابو الحقانی صاحب بہار

حضرت محسن ملت جماعت اہلسنت کی نہایت قدآور شخصیت کا نام ہے جن کی دینی، مذہبی اور سیاسی خدمات کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے آپ نے جس ہمت وجرأت، محنت ولگن اور جواں مردی کے ساتھ مذہب، قوم اور ملک کی خدمت کی ہے اسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ پروردگار نے آپ کو ایک ایسا دل عطا فرمایا تھا جو ہمیشہ قوم کے غم میں دھڑکتا رہتا تھا اور ایسی آنکھیں عطا کی تھیں جو قوم کی زبوں حالی کو دیکھ کر ہر دم برستی رہتی تھیں۔

حضرت مولانا مفتی انور نظامی مصباحی صاحب، صدر شعبہ افتا
مدرسہ فیض النبی ہزاری باغ

علم کی ضرورت ہر فرد اور ہر معاشرے کو ہے چھتیس گڑھ کی جہالت زدہ انسانیت کو ظلمت کے قعر مذلت سے نکالنے کے لئے ایک ایسے مینارۂ نور کی ضرورت تھی جو آنے والی نسلوں کی راہوں سے جہالت کی تاریکی دور کر کے علم وشعور کا اجالا بکھیر دے۔ حضور محسن ملت نے علم ودانش کا ایک ایسا روشن مینارہ قائم کیا جسکی روشنی قیامت کی صبح تک باقی رہے گی۔

شاعر اسلام حضرت راز الہ آبادی صاحب

محسن ملت اپنے دور کے جلیل القدر عالم باعمل، مصلح دین، مرد مجاہد، خوددار اور غیور شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے سیاسی وسماجی خدمات کے بے شمار واقعات تاریخ کے سینے میں محفوظ ہیں جو آپ کی بزرگی وعظمت، قومی خدمات اور اسلامی جذبات کے ترجمان ہیں۔ شدھی اندولن میں آپ کے تدبر، دوراندیشی اور غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

نواسہ مفتی اعظم حضرت مولانا جمال رضا خان صاحب بریلی شریف

پورے چھتیس گڑھ میں آج بھی حضور محسن ملت کے فیض کا دریا جاری ہے اس کفرستان میں اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری کے مسلک کا علم لیکر آپ ہی تشریف لائے اور نہایت بے باکی کے ساتھ دشمنان اسلام کا مقابلہ کرتے رہے آپ کی علمی رفعت اور سیاسی شوکت کا یہ عالم ہے کہ حکومت کا جلال بھی آپ کی چوکھٹ کا بوسہ دیتا دکھائی دے رہا ہے۔

حضرت مولانا نوشاد عالم صاحب مصباحی جوہانس برگ افریقہ

محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک حق ویقین کے اس سرگرم مبلغ اور پرخلوص سپاہی کا نام ہے جو قوم مسلم کو ایمانی عظمتوں سے روشناس کرانے کیلئے تادم حیات مرغ بسمل کی طرح تڑپتے رہے آخر کار ان کی تڑپ کام آئی اور آج ہر طرف عشق وعرفان کی بہار دیکھنے کو مل رہی ہے۔

حضرت مولانا مفتی غلام حیدر صاحب قادری، مسلم یتیم خانہ مظفر پور

عامل شریعت، رہبر طریقت، قائد اہلسنت حضرت علامہ حامد علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اس فانوس ہدایت کا نام ہے کہ جہاں سے گزرے عشق ویقین کا اجالا بکھیر دیا۔ جہاں قدم رکھدیا ہدایت کی روشنی سے پورا علاقہ جگمگا اٹھا۔ میں نے کم وبیش پانچ سال تک ان کے قائم کردہ ادارہ اصلاح المسلمین میں تدریسی خدمتیں انجام دی ہیں تو انہیں بہت قریب سے پڑھنے کا موقع ملا۔ پورے چھتیس گڑھ میں جدھر چلے جایئے انکے علم و فضل، فکر وادراک اور شعور وآگہی کی ضیائیں قدم قدم پر دستگیری کرتی نظر آتی ہیں۔

حضرت مولانا سلیم الزماں نوری، مدرسہ رضائے مصطفےٰ محمد پور مبارک۔ مظفر پور

محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی آفاقی اور عبقری شخصیت پر جماعت اہلسنت جس قدر ناز کرے کم ہے۔ چھتیس گڑھ میں آپ نے علم رسالت کی ایک ایسی شمع جلائی جس کی روشنی سے جہالت کی تاریکیاں سمٹنے لگیں اور دین کا اجالا پھیلنے لگا۔ آپ نے پوری زندگی علم دین کی اشاعت، قوم مسلم کی ملی مسائل کی بحالی اور وطن کی آزادی میں گزار دی۔ آپ کا شمار صف اول کے مجاہد میں ہوتا تھا آپ نے پورے چھتیس گڑھ میں اپنی تقریر وخطابت سے مسلمانوں کو عقائد اہلسنت کا صحیح عرفان عطا کیا۔

حضرت مولانا جلال الدین قادری صاحب، دار العلوم امام اعظم ابوحنیفہ

محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ نے مدھیہ بھارت میں اصلاح المسلمین کے نام سے علوم مصطفوی کی ایسی شمع روشن کی جس کا اجالا دور دور تک نظر آرہا ہے۔ حضور محسن ملت کیا آئے بہاروں کے قافلے اترنے لگے، ہر طرف اسلامی تہذیب وتمدن کا چراغ جلنے لگا، مذہبی کردار کی ضیائیں مسکرانے لگیں اور جہاں جہالت کی حکومت تھی وہاں اصحاب فکر وشعور نے قلم دان سنبھال لیا اور قوم مسلم کی نسلیں دینی تعلیمات سے آراستہ ہونے لگیں۔ میں خود بھی اسی مادر علمی کا پروردہ ہوں۔

ادیب شہیر شاعر اہل سنت حضرت حلیم حاذق صاحب کلکتہ

محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی حقانیت وصداقت، رشد وہدایت اور علمی وفکری شوکت کے اس خورشید تاباں کا نام ہے جس کی خوبصورت کرنوں سے چھتیس گڑھ کے بام ودر منور ہیں جنہوں نے بھٹکتی روحوں کو خدا سے قریب کیا اور انسانی دلوں کو گنبد خضریٰ کے جلووں کا امین بنایا۔

حضرت مولانا غلام جیلانی قادری، گورنمنٹ مڈل اسکول، سیتا مڑھی

محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ اس ذات گرامی کو کہتے ہیں جنہیں مصائب سے الجھ کر اور طوفانوں سے کھیل کر مسلک کی پاسبانی کا ہنر معلوم تھا۔ جن کا دل جذبہ اسلامی سے معمور اور جن کا سینہ ایمان وعرفان کے نور سے پُر نور تھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد ندیم الزماں صاحب مصباحی خطیب وامام یٰسین مسجد، وشاکھاپٹنم

پروردگار کا فضل، رسول گرامی وقار ﷺ کی نوازش، غوث وخواجہ کی عنایتیں، اعلیٰ

حضرت کا فیضانِ علم، سرکارِ وارث پاک کی نظر اور حجۃ الاسلام ومفتی اعظم علیہم الرحمہ کا کرم مجسم ہوجائے تو اس سے محسن ملت کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔

پیر طریقت حضرت مولانا عبد الکریم صاحب، ممبئی

حضور محسن ملت جہاں شیریں بیاں خطیب، فقیہ بے بدل، فاضل اجل اور زبان وادب کے شاہکار تھے وہیں ایک کامیاب مناظر بھی تھے اور یہ فن انہوں نے حضور اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے حضور حجۃ الاسلام سے سیکھا اور یہ سرکار حجۃ الاسلام کی نگاہ فیض کا اثر تھا کہ جہاں گئے کامیاب وبامراد لوٹے۔

حضرت مولانا محمود عالم صاحب رشیدی ممبئی

چاند کی چاندنی میں سفر کرنا اور گلشن کے بیچ رہکر مسکرانا سب کو آتا ہے مگر کانٹوں میں رہ کر تبسم بکھیرنا، کفر کی تاریکیوں میں اسلام کا چراغ اور بدعقیدگی کی شبِ دیجور میں حسنِ عقیدت کی شمع فروزاں کرنا حضور محسن ملت کا بڑا تاریخی کارنامہ ہے جس کی شہادت مدھیہ بھارت کا ہر ذرہ دے رہا ہے۔

حضرت مولانا وجود القادری صاحب جبلپور

حضرت محسن ملت ایک جید عالم دین، شیریں بیان واعظ، شعلہ بیاں مقرر، مذہب اہلسنت کے مبلغ، مسلک اعلیٰ حضرت کے نقیب اور میدان سیاست کے بلند پایہ مفکر تھے۔ مزاج سادہ، انداز درویشانہ، عوام وخواص اور امیر وغریب سب میں یکساں مقبول تھے۔ آپ نے چھتیس گڑھ کے گاؤں گاؤں کی چھوٹی بڑی مساجد اور مدارس قائم فرما کر دین وسنیت کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

مولانا ڈاکٹر ابرار قادری (B.U.M.S.) لکچرر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور

دین کے بے لوث خادم، عالمانہ بصیرت، فقیرانہ کروفر اور مجاہدانہ کردار کے حامل کا نام محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی ہے جو تادم حیات پورے اخلاص کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے مسلک عشق وعرفان کی ترجمانی کرتے رہے۔ پوری زندگی اسلامی جذبات اور قومی خدمات سے لبریز ہے۔ علماء کی مجلس سے لیکر صوفیہ کی بزم اور میدان سیاست سے لیکر محفل رزم تک ہر جگہ آپ کی شخصیت پُر وقار نظر آتی ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور احمد مصباحی رفاقتی صاحب بحرین

حضور محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا شمار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے اور آپ کو امام اہلسنت سے شرف بیعت بھی حاصل تھا۔ جس وقت چھتیس گڑھ میں آپ کا ورودِ مسعود ہوا پورا علاقہ جہالت، لا دینیت اور بدعملی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا مگر جب کسی بیمار کو اچھا کرنا ہوا تو خدائے قدیر مسیحا کو مریض کے قریب کر دیتا ہے۔ محسن ملت قوم کے اس مسیحا کا نام ہے جس نے بھٹکتے لوگوں کو صراط مستقیم کا اجالا عطا کیا، ضلالت وگمراہی کے بطن سے رشد وہدایت اور کفر ونفاق کے افق سے ایمان وعشق کا سورج اُگایا۔

حضرت مولانا اسرار الحق صاحب برکاتی ازہری، دبئی

حضور محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی کھلی کرامت بن کر سرزمین مدھیہ بھارت پر قدم رنجہ فرمایا اور ایمانی جاہ وجلال کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور شجر ایمان کی آبیاری کیلئے جُٹ گئے۔ دیکھتے دیکھتے پورا

علاقہ باغ وبہار بن گیا۔ آپ کے حسن تربیت، قائدانہ صلاحیت، علمی رفعت اور فکری عظمت نے ایسا انقلاب برپا کیا کہ ہر طرف عشق رسالت کی تجلی بکھرنے لگی، گویا آپ کی شخصیت نے ہر ذرے میں ایک طوفانِ شوق پیدا کر دیا۔

مفتی محمد عالم نوری مصباحی دارالعلوم غوث اعظم، ہزاری باغ

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ پوری جماعت اہلسنت کے لئے سرمایہ افتخار اور عظیم رہبر ورہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپکی ذات بابرکات، سیادت وقیادت اور شہرت ومقبولیت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز تھی اس میں جہاں ان کی ذاتی محنت وکاوش، جگر کاوی، جہدِ مسلسل اور خلوص وللّٰہیت کا دخل تھا وہیں مجدد اعظم امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے مکتب فیض کا فیضان بھی شامل تھا۔

شاعر اہل سنت جناب جابر اختر نوری سلطانپوری

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی جنہوں نے ہندوستان کی آزادی میں ایک اہم اور کامیاب کردار ادا کیا ہے۔ پروردگار عالم نے مولانا کو دینی حمیت، شرعی تقدس اور مذہبی رنگ وترنگ کے ساتھ قومی اور ملی جذبہ بھی عطا کیا تھا۔ پورے مدھیہ بھارت میں مولانا کے بے لوث خدمات کی کہکشاں ہر طرف بکھری نظر آتی ہے۔

مولانا راشد القادری اناؤنسر آل انڈیا ریڈیو دار جلنگ

وہ محسن ملت جو سیاست، قیادت اور امامت کے منزل پر اسقدر بلند نظر آتے ہیں کہ انکے سامنے ہمالیہ کی بلند پیشانی بھی جھکی جھکی نظر آتی ہے۔ خدمت خلق جن کی زندگی، قرآن وسنت سے مزین جن کی گفتگو، یتیموں سے محبت اور غریبوں سے پیار جن کا شعار جو قوم کا مسیحا اور ملت کا روشن مستقبل تھا بلا شبہ آج بھی جن کی تقویٰ شعار

مولانا ڈاکٹر ابرار قادری (B.U.M.S.) لکچر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور

دین کے بے لوث خادم، عالمانہ بصیرت، فقیرانہ کروفر اور مجاہدانہ کردار کے حامل کا نام محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی ہے جو تادم حیات پورے اخلاص کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے مسلک عشق وعرفان کی ترجمانی کرتے رہے۔ پوری زندگی اسلامی جذبات اور قومی خدمات سے لبریز ہے۔ علماء کی مجلس سے لیکر صوفیہ کی بزم اور میدان سیاست سے لیکر محفل رزم تک ہر جگہ آپ کی شخصیت پُر وقار نظر آتی ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور احمد مصباحی رفاقتی صاحب بحرین

حضور محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا شمار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے اور آپ کو امام اہلسنت سے شرف بیعت بھی حاصل تھا۔ جس وقت چھتیس گڑھ میں آپ کا ورودِ مسعود ہوا پورا علاقہ جہالت، لادینیت اور بدعملی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا مگر جب کسی بیمار کو اچھا کرنا ہوا تو خدائے قدیر مسیحا کو مریض کے قریب کر دیتا ہے۔ محسن ملت قوم کے اس مسیحا کا نام ہے جس نے بھٹکتے لوگوں کو صراط مستقیم کا اجالا عطا کیا، ضلالت وگمراہی کے بطن سے رشد وہدایت اور کفر ونفاق کے افق سے ایمان وعشق کا سورج اُگایا۔

حضرت مولانا اسرار الحق صاحب برکاتی ازہری، دبئی

حضور محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی کھلی کرامت بن کر سرزمین مدھیہ بھارت پر قدم رنجہ فرمایا اور ایمانی جاہ وجلال کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور شجر ایمان کی آبیاری کیلئے جُٹ گئے۔ دیکھتے دیکھتے پورا

علاقہ باغ وبہار بن گیا۔ آپ کے حسن تربیت، قائدانہ صلاحیت، علمی رفعت اور فکری عظمت نے ایسا انقلاب برپا کیا کہ ہر طرف عشق رسالت کی تجلی بکھرنے لگی، گویا آپ کی شخصیت نے ہر ذرے میں ایک طوفانِ شوق پیدا کر دیا۔

مفتی محمد عالم نوری مصباحی دار العلوم غوث اعظم، ہزاریباغ

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ پوری جماعت اہلسنت کے لئے سرمایہ افتخار اور عظیم رہبر ورہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپکی ذات بابرکات، سیادت وقیادت اور شہرت ومقبولیت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز تھی اس میں جہاں ان کی ذاتی محنت وکاوش، جگر کاوی، جہدِ مسلسل اور خلوص وللّٰہیت کا دخل تھا وہیں مجدد اعظم امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے مکتب فیض کا فیضان بھی شامل تھا۔

شاعر اہل سنت جناب جابر اختر نوری سلطانپوری

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی جنہوں نے ہندوستان کی آزادی میں ایک اہم اور کامیاب کردار ادا کیا ہے۔ پروردگار عالم نے مولانا کو دینی حمیت، شرعی تقدس اور مذہبی رنگ وترنگ کے ساتھ قومی اور ملی جذبہ بھی عطا کیا تھا۔ پورے مدھیہ بھارت میں مولانا کے بے لوث خدمات کی کہکشاں ہر طرف بکھری نظر آتی ہے۔

مولانا راشد القادری اناؤنسر آل انڈیا ریڈیو دار جلنگ

وہ محسن ملت جو سیاست، قیادت اور امامت کے منزل پر اسقدر بلند نظر آتے ہیں کہ انکے سامنے ہمالیہ کی بلند پیشانی بھی جھکی جھکی نظر آتی ہے۔ خدمت خلق جن کی زندگی، قرآن وسنت سے مزین جن کی گفتگو، یتیموں سے محبت اور غریبوں سے پیار جن کا شعار جو قوم کا مسیحا اور ملت کا روشن مستقبل تھا بلاشبہ آج بھی جن کی تقویٰ شعار

مولانا ڈاکٹر ابرار قادری (B.U.M.S.) لکچرر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور

دین کے بے لوث خادم، عالمانہ بصیرت، فقیرانہ کروفر اور مجاہدانہ کردار کے حامل کا نام محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی ہے جو تادم حیات پورے اخلاص کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے مسلک عشق وعرفان کی ترجمانی کرتے رہے۔ پوری زندگی اسلامی جذبات اور قومی خدمات سے لبریز ہے۔ علماء کی مجلس سے لیکر صوفیہ کی بزم اور میدان سیاست سے لیکر محفل رزم تک ہر جگہ آپ کی شخصیت پُر وقار نظر آتی ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور احمد مصباحی رفاقتی صاحب بحرین

حضور محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا شمار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے اور آپ کو امام اہلسنت سے شرف بیعت بھی حاصل تھا۔ جس وقت چھتیس گڑھ میں آپ کا ورودِ مسعود ہوا پورا علاقہ جہالت، لادینیت اور بدعملی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا مگر جب کسی بیمار کو اچھا کرنا ہوا تو خدائے قدیر مسیحا کو مریض کے قریب کر دیتا ہے۔ محسن ملت قوم کے اس مسیحا کا نام ہے جس نے بھٹکتے لوگوں کو صراط مستقیم کا اجالا عطا کیا، ضلالت وگمراہی کے بطن سے رشد وہدایت اور کفر ونفاق کے افق سے ایمان وعشق کا سورج اُگایا۔

حضرت مولانا اسرار الحق صاحب برکاتی ازہری، دبئ

حضور محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی کھلی کرامت بن کر سرزمین مدھیہ بھارت پر قدم رنجہ فرمایا اور ایمانی جاہ وجلال کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور شجر ایمان کی آبیاری کیلئے جٹ گئے۔ دیکھتے دیکھتے پورا

علاقہ باغ وبہار بن گیا۔ آپ کے حسن تربیت، قائدانہ صلاحیت، علمی رفعت اور فکری عظمت نے ایسا انقلاب برپا کیا کہ ہر طرف عشق رسالت کی تجلی بکھرنے لگی، گویا آپ کی شخصیت نے ہر ذرے میں ایک طوفانِ شوق پیدا کر دیا۔

مفتی محمد عالم نوری مصباحی دار العلوم غوث اعظم، ہزاری باغ

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ پوری جماعت اہلسنت کے لئے سرمایہ افتخار اور عظیم رہبر ورہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپکی ذات بابرکات، سیادت وقیادت اور شہرت ومقبولیت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز تھی اس میں جہاں ان کی ذاتی محنت وکاوش، جگر کاوی، جہدِ مسلسل اور خلوص وللّٰہیت کا دخل تھا وہیں مجدد اعظم امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے مکتب فیض کا فیضان بھی شامل تھا۔

شاعر اہل سنت جناب جابر اختر نوری سلطانپوری

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی جنھوں نے ہندوستان کی آزادی میں ایک اہم اور کامیاب کردار ادا کیا ہے۔ پروردگار عالم نے مولانا کو دینی حمیت، شرعی تقدس اور مذہبی رنگ وترنگ کے ساتھ قومی اور ملی جذبہ بھی عطا کیا تھا۔ پورے مدھیہ بھارت میں مولانا کے بے لوث خدمات کی کہکشاں ہر طرف بکھری نظر آتی ہے۔

مولانا راشد القادری اناؤنسر آل انڈیا ریڈیو دار جلنگ

وہ محسن ملت جو سیاست، قیادت اور امامت کے منزل پر اسقدر بلند نظر آتے ہیں کہ انکے سامنے ہمالیہ کی بلند پیشانی بھی جھکی جھکی نظر آتی ہے۔ خدمت خلق جن کی زندگی، قرآن وسنت سے مزین جن کی گفتگو، یتیموں سے محبت اور غریبوں سے پیار جن کا شعار جو قوم کا مسیحا اور ملت کا روشن مستقبل تھا بلاشبہ آج بھی جن کی تقویٰ شعار

حیات ہم سب کے لئے مینارۂ نور ہے۔

حضرت مولانا شہاب الدین اشرفی، درگ، چھتیس گڑھ

حضور محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے دینی خدمات کے لئے اس علاقہ کا انتخاب فرمایا جو ہر اعتبار سے پسماندہ، زوال پذیر اور ناہموار تھا۔ گلشن میں تو پھول کھلانا سب کو آتا ہے مگر صحرا کو چمنستان بنا دینا یہ حضرت محسن ملت کے حُسن تدبر، مذہبی درد اور اسلامی سوز کا کمال تھا۔

کر دیئے مسمار کتنے بدعقیدوں کے قلعے
قاطع کفر و ضلالت محسن ملت کی ذات

☆☆☆

محسن ملت ایک ہمہ جہت شخصیت

قاضی شہر حضرت **مولانا محمد علی فاروقی** صاحب رائے پور

سرزمین ہند کے وہ مایہ ناز علمائے کرام جنہوں نے آندھیوں کی زد پر اسلام کا چراغ جلایا اور آلام ومصائب کے طوفان میں عظمت رسول کا پرچم لہرا کر تاریخ دعوت عزیمت کا وہ لازوال نقش چھوڑا جس کی روشنی صدیوں مجاہدین ومبلغین اسلام کی راہوں کو منور وتابناک کرتی رہے گی۔ ان عظیم وجلیل شخصیتوں میں گلشن فاروقیت کے گل سرسبد محسن ملت حضرت مولانا شاہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی ہمیشہ روشن وتابندہ رہے گا جن کی پوری زندگی قوم وملت کے لئے وقف تھی، جن کے مجاہدانہ جاہ وجلال اور سرفروشانہ کردار وعمل کی چاندنی سے ایک جہاں فیض یاب و مستفیض ہوتا رہے گا۔

آپ کی ولادت ملک کے تاریخی شہر الہ آباد کے چھوٹے سے گاؤں چندھا میں ۱۸۸۹ء میں ہوئی، یہاں کسی وقت آپ کے آباؤ اجداد حرمین شریفین سے جہاد اور تبلیغ اسلام کا پرچم لئے ہوئے افغانستان، ملتان، دہلی، لچھا گیر وغیرہ ہوتے ہوئے تشریف لائے اور پھر وہیں بود وباش اختیار کر لی۔

خاندانی طور پر آپ سلطان العارفین، شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکر

سے سترہویں پشت میں ملتے ہیں۔ حضرت بابا فرید گنج شکر دنیائے عشق وعرفان کی وہ عظیم وجلیل شخصیت ہیں جن کے بارے میں شہنشاہ ہندوستان، سلطان الہند حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ نے اپنے نائب وخلیفہ قطب الاقطاب حضرت سیدنا قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ ''قطب بڑے شہباز کو دام میں لائے۔ اس کا آشیانہ سدرۃ المنتہیٰ ہوگا۔''

(دلی کے بائیس خواجہ ص ۳۴)

باباصاحب پر سلطان الہند سرکار غریب نواز کے الطاف خسروانہ کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ اور حضرت قطب صاحب اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں بابا فرید چلّہ میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت حضرت بابا فرید اتنے کمزور ہوچکے تھے کہ آپ ان کے احترام کے لئے اٹھ بھی نہیں سکے۔ اس لئے وہیں باچشم پُرنم آپ نے سرنیاز زمین پر رکھ دیا۔ بابا صاحب کا یہ حال دیکھ کر خواجہ صاحب نے قطب صاحب سے فرمایا۔ ''اے قطب! کب تک اس بے چارہ کو مجاہدہ میں گلاؤ گے۔ آؤ اسے کچھ عطا کریں۔'' یہ کہہ کر ایک طرف خواجہ پاک نے اور دوسری طرف سے حضرت قطب صاحب نے آپ کو پکڑ کر کھڑا کیا۔ پھر حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف منہ کرکے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی۔

''خدایا! ہمارے فرید کو قبول فرما اور اکمل درویش پر پہنچا'' غیب سے ندا آئی۔ ہم نے فرید کو قبول کیا یہ وحید عصر ہوگا۔

سلطان الہند کی اسی دعا کا اثر تھا کہ آپ کے ذریعہ سلسلہ چشتیہ نے زبردست فروغ حاصل کیا۔ خصوصاً آپ کے مرید وخلیفہ اور سجادہ نشین نظام الاولیاء محبوب پاک حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اس نے جو عروج پایا وہ تاریخ چشت کا سنہرا باب ہے۔ ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرکے

نسیم حجاز کے فردوس بہاراں سے اپنے قلوب کو معطر کیا۔ سلطان العارفین کا سلسلۂ نسب امیر المؤمنین امام العادلین غیض المنافقین سیدنا فاروق اعظم سے جاملتا ہے۔ اس طرح آپ دنیائے فاروقیت کے خورشید درخشاں اور گلشن چشت کے گل خنداں تھے۔

ولادت کے وقت آپ کے والد حاجی محمد شاکر علی فاروقی الہ آباد کے قریب ضلع پرتاب گڑھ کے موضع بہار کے مانے ہوئے زمیندار کی حیثیت سے زندگی گذار رہے تھے۔ شروع میں آپ نے والد صاحب سے تعلیم پائی بعد میں حافظ عبدالرزاق صاحب جو دیوان گنج پھولپور کے رہنے والے تھے ان سے علم حاصل کیا اور پھر اپنے چچا عابد علی فاروقی کے پاس پہونچے جو اس وقت لکھنؤ میں ہیڈ کانسٹیبل تھے تاکہ تعلیمی سلسلہ اور آگے بڑھایا جاسکے۔ وہیں ایک دن آپ کی ملاقات قطب دیوہ حضرت حاجی وارث علی شاہ علیہ الرحمہ سے ہوئی اس وقت آپ کے چچا جو حضرت کے خصوصی چاہنے والوں میں سے تھے وہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے آپ کو حضرت کے سامنے پیش کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت شاہ صاحب نے خصوصی توجہ ڈالی اور سر پر ہاتھ پھیر کر دعائیں دیں اور پھر مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ''یہ فقیری میں شاہی کرے گا اور اندھیرے میں اسلام کا اجالا پھیلائے گا۔''

جناب عابد علی صاحب فاروقی بذات خود نہایت دیندار، پابند شریعت اور اصول کے پکے آدمی تھے۔ حضرت سید شاہ حاجی وارث علی علیہ الرحمہ سے آپ کو بے حد انسیت تھی۔ قطب دیوہ کی خصوصی نگاہ کرم بھی آپ پر ہمیشہ رہا کرتی تھی۔ حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کو جناب عابد علی صاحب نے فرنگی محل لکھنؤ میں داخلہ دلوادیا جہاں آپ نے نہایت تندہی اور انہماک کے ساتھ اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔ جناب عابد علی صاحب سے جب آپ ملنے شہر تشریف لاتے تو وہ آپ کو ساتھ لے کر حضرت قطب دیوہ کی

خدمت میں ضرور لے جاتے۔

ایک دفعہ حضرت کچھ تناول فرما رہے تھے جب آپ اپنے چچا کے ہمراہ وہاں پہنچے تو حضرت نے روٹی کا ایک ٹکڑا چبا کر آپ کو عنایت کیا آپ نے بسم اللہ پڑھ کر رب زدنی علما اے اللہ! میرے علم میں زیادتی عطا فرما پڑھتے ہوئے اسے تناول فرما لیا۔ حالانکہ یہ دعا آپ نے اپنے دل میں پڑھی جسے انتہائی قریب کا بیٹھا ہوا آدمی بھی نہیں سن سکتا تھا مگر حاجی صاحب قطب دیوہ تھے۔ ہمیشہ انوار وتجلیات میں شرابور رہا کرتے تھے، ان سے قلبی کیفیت اور دل کی خاموش زبان کا استغاثہ کیسے چھپ سکتا تھا انہوں نے ایک خصوصی توجہ ڈالی اور مستقبل کے پردوں کو اٹھاتے ہوئے فرمایا اس بچے کی پیشانی بتا رہی ہے کہ اس کی للکار سے حکومت گھبرائے گی اور دشمنان اسلام لرزیں گے۔ اس کی صحیح تعلیم مجدد وقت کی نگاہ فیض اثر کے سایہ میں ہوگی۔

جناب عابد علی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں فرنگی محل میں داخل تو کروایا تھا مگر وہاں قلبی سکون نہ تھا۔ جب قطب دیوہ نے مجدد وقت کے تعلق سے پیشن گوئی کی تو میں نے اس سلسلے میں معلومات فراہم کی مجھے پتہ چلا کہ بریلی کی دھرتی پر اپنے وقت کے علم وعرفان کے تاجدار تشریف فرما ہیں جن کے علمی وعرفانی فیضان کا چرچا تو میں نے کچھ سن رکھا تھا مگر اب جو معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ شخصیت تو پوری دنیائے اسلام میں منفرد ہے۔ ان کی رفعت وعظمت اور تبحر علمی کا ڈنکا ہندوستان کی سرحدوں کو پار کر کے حجاز مقدس کی دھرتی حرمین شریفین میں بج رہا ہے۔ دنیائے اسلام کے بڑے بڑے جلیل القدر اور رفیع المرتبت علمائے اسلام، مفتیان عظام اور صوفیائے کرام جن کی علمی رفعت وعظمت اور فکری جاہ وجلال کے قائل اور ان کے عشق رسول کے گن گا رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب میرے سامنے یہ حقیقت واضح ہوئی تو میں نے طے کر لیا کہ کچھ

وقت یہاں گذار کر آخری تکمیل کے لئے وہیں بھیجونگا اور جب انہوں نے اپنے اس ارادہ کا اظہار حضرت محسن ملت سے کیا تو پتہ چلا کہ آپ خود بھی یہی منصوبہ لئے بیٹھے ہیں۔ لہٰذا کچھ سال وہاں علم حاصل کرنے کے بعد آپ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں آپ نے اعلیٰ حضرت کی نگاہ کرم کا وہ فیض حاصل کیا کہ اس کی تجلیات سے آپ کی پوری زندگی جگمگاتی رہی۔

ایک طرف حجۃ الاسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب کے فیضان صحبت تو دوسری طرف تاجدار اہل سنت سیدی حضور مفتی اعظم ہند کی نکہت بار معیت اور برہان الملت حضرت مولانا برہان الحق صاحب کی رفاقت اور پھر اس پر مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے الطاف خسروانہ کی بارش نے وہ جوہر دکھایا کہ اپنے اور پرائے سب ہی آپ کی علمی رفعت، فکری عظمت، سیاسی بالغ نظری اور دور اندیشی وقوم شناسی کے قائل نظر آنے لگے۔

حضرت برہان ملت فرماتے ہیں کہ سرکار اعلیٰ حضرت آپ کو قرب وجوار کے جلسہ ومناظرہ میں اکثر بھیجا کرتے تھے اور جانے سے پہلے حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ آپ کو وہ خصوصی نکات بتایا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ جہاں گئے ہمیشہ کامیاب رہے۔

ایک دفعہ لوگوں نے حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اکثر انہیں کو جلسہ ومناظرہ کے لئے بھیجا کرتے ہیں تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہ فیض اثر مستقبل کے پردوں میں جھانک کر دیکھ رہی تھی کہ آنے والے وقتوں میں انہیں دشمنان اسلام سے کس طرح ٹکر لینا ہے اس لئے آپ نے اس کے مطابق ان کی تربیت فرمائی۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ اجمیر مقدس حاضر ہوئے وہاں آپ نے طویل قیام

فرمایا اور متعدد چلّے کئے، مراقبہ ومشاہدہ کی متعدد منازل طے کئے اور وہیں سے آپ کو مدھیہ بھارت کے لئے اشارۂ غیبی ملا جب وہاں سے آپ بریلی تشریف لائے تو سرکار اعلیٰ حضرت کے خصوصی ارشاد پر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے آپ کو مدھیہ بھارت میں تبلیغ اسلام کا مشورہ دیا گویا اس طرح سے جو بات اجمیر مقدس میں اشارہ کی زبان میں کی گئی وہ یہاں شرح وتفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے آچکی تھی۔ لہٰذا آپ سب سے پہلے اکلتر ضلع بلاسپور تشریف لائے۔

جس وقت آپ نے اس علاقے کا دورہ فرمایا تو چند ہی دوروں میں یہ بات دوپہر کی دھوپ کی طرح آپ پر واضح ہوگئی کہ یہ علاقہ تعلیمی وتربیتی اعتبار سے نہایت پسماندہ اور پچھڑا ہوا ہے۔ علاقے کی جہالت اور قوم مسلم کی زبوں حالی پر آپ کا کلیجہ کانپ اٹھا۔ پورے علاقے میں کہیں بھی کوئی پرانی نشانی نظر نہیں آئی جو اسلامی آثار کا پتہ دے۔ کفرستان میں ڈوبا یہ علاقہ جہاں نہ کبھی کوئی مسلم حکومت آئی جو حکومتی تدبر وحکمت سے یہاں کی تاریکی کو دور کرتی۔ یا صوفیائے کرام اور علمائے عظام کے قابل ذکر قافلہ کا گذر ہوا جو اپنی نورانی وعرفانی تجلیات سے شب دیجور کی ظلمتوں کا پردہ چاک کرتا۔ اگر کبھی کوئی گذرا بھی تو ان کی روشنی اتنی مدھم تھی کہ گردوپیش کو بھی روشن نہ کرسکی۔ آپ حالات کا جائزہ لیتے اور اپنی قوم کو آگے بڑھانے کی فکر میں نئے نئے پروگرام بناتے۔ ایک دفعہ آپ رتن پور کے پاس ایک گاؤں سے گذر رہے تھے وہاں آپ نے ایک قبر پر بانس دیکھا جو کسی نے گاڑ دیا تھا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس علاقے میں دور دور تک کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو نماز جنازہ پڑھا سکے۔ لہٰذا ایسے موقع پر لوگ بطور نشانی بانس گاڑ دیتے ہیں تاکہ دن دو دن میں کوئی پڑھا لکھا آدمی کا گذر ہو تو قبر ہی پر نماز جنازہ کی ادائیگی ہوسکے اس طرح کے کئی روح فرسا واقعات نے آپ کے دل پر گہرا

اثر ڈالا۔ آپ نے ایک بار تفصیلی خط حجۃ الاسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ارسال فرما کر مشورہ طلب فرمایا۔ انہوں نے حوصلہ دیتے ہوئے آپ کو علاقہ سنبھالنے اور مسلمانوں کی جہالت دور کرنے کا مشورہ دیا۔

اسی دوران رائے پور میں مسلم لیگ کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں یک گونہ اختلاف کے باوجود علاقائی حالات کے پیش نظر آپ نے شرکت کی۔ متعدد مقرروں کے بعد آپ کا موقع آیا تو آپ نے انگریزوں کی مخالفت میں ایسی جوشیلی تقریر کی کہ پورا علاقہ آتش بغاوت سے سلگنے لگا جس کے نتیجے میں آپ کو ۱۲/ جون ۱۹۲۲ء کو دفعہ ۱۴۴۔ اے کے تحت جیل کی تاریک کوٹھری میں ڈال دیا گیا مگر آپ وہاں بھی شمع ایمان بن کر ضوفشانی کرتے رہے۔ یہاں تک سیکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا جن میں متعدد انگریز بھی شامل تھے۔

جس وقت عدالت میں آپ سے معافی مانگ کر چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کہا گیا آپ نے نہایت جاہ وجلال کے ساتھ جج کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

مجھ پہ الزام ہے مذہب کی طرفداری کا
دیکھئے کونسا قانون سزا دیتا ہے مجھے

قرآن عظیم کا بانگ دہل اعلان ہے **اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم**. اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر یعنی حکومت والوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے یعنی مسلمانوں میں سے ہوں۔ پھر کورٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ نہ کہ اس کافر حکومت کی۔ اس کافر حکومت کی۔ اس کافر حکومت کی۔ آپ شیر کی طرح دھاڑ رہے تھے اور جلال فاروقی سے ایوان حکومت لرز رہا تھا۔ تخت سلطنت دہل رہا تھا، کورٹ کے عملے کا کلیجہ کانپ رہا تھا اس

دوران کچھ مخلصین نے حکومت سے راہ ورسم پیدا کر کے معاملہ کی صلح صفائی کی کوشش کی۔ آخر کار معاملہ معذرت پر جا اٹکا۔مگر جب آپ کو پتہ چلا تو آپ نے بلند آہنگی سے گرج کر فرمایا مجھ پر جو الزام ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ حکومت غاصب ہے۔ اسلام کی، ملک وملت کی اور پورے دیش کی دشمن ہے۔گویا جس طرح جنگ آزادی کے مجاہد اعظم علامہ فضل حق فاروقی خیر آبادی نے انگریزوں کو للکارا تھا جب کہ ۱۸۵۹ء میں فتویٰ جہاد کی پاداش یا جرم بغاوت میں وہ گرفتار کر کے سیتا پور سے لکھنؤ لائے گئے تھے اور دوران مقدمہ جج بار بار کوشش کر رہا تھا کہ مولانا اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیں تا کہ میں انہیں باعزت بری کر دوں مگر خدا کا شیر انجام سے بے فکر، قید وبند کی صعوبتوں سے نڈر، ہتھکڑی اور زنجیر سے بے خوف گرج کر یہی کہتا رہا کہ ''وہ فتویٰ صحیح ہے اور میرا ہی لکھا ہوا ہے۔اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے اور شیر دکن ٹیپو سلطان نے میدان جہاد سے گرجتے ہوئے قوم کو بھی پیغام دیا تھا کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سوسالہ زندگی سے بہتر ہے۔آج حضرت محسن ملت کی شکل میں علامہ فضل حق خیر آبادی کا جلال اور شیر دکن ٹیپو سلطان کی للکار پورے گھن گرج کے ساتھ ایوان عدالت میں گونج رہی تھی۔بالآخر آپ کو قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔قید وبند کی صعوبتوں نے آپ کا استقبال کیا۔جیل کی تاریک کوٹھری میں آپ کو قید کر دیا گیا جہاں کوڑے برسائے گئے، لاٹھیاں چلائی گئیں، قتل کی سازشیں کی گئیں، مگر آپ مصائب وآلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے اور مسکرا مسکرا کر مجاہدین آزادی کو دعوت فکر دیتے۔

بیڑیاں مجھ کو پہننے میں ذرا بھی ذلت نہیں
باپ دادا کا طریقہ سنت سجاد ہے

طوق وزنجیر اور بیڑیوں کی جھنکار میں قید خانہ کی چہار دیواری میں آپ قید تو کر دیئے گئے مگر آپ کا پیغام اسلام وہاں بھی گونجتا رہا اور اس کی صوت سرمدی سے کفر وشرک کے علمبرداروں کا کلیجہ دہلتا رہا۔

ہر روز نماز تہجد کے بعد اذان وجماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی اور تلاوت قرآن اور اوراد ووظائف کی زمزمہ سنجی اور پھر اس کے بعد وعظ ونصیحت کی محفل ایسی نہیں تھی جو اپنا اثر نہیں دکھاتی۔دھیرے دھیرے وہاں کے در ودیوار بھی اس کی تجلیات سے جگمگانے لگے اور دلوں کی سیاہی بھی دھلنے لگی۔جو نام کے مسلمان تھے انہوں نے ایمان کی نئی توانائی محسوس کی۔دیکھتے ہی دیکھتے ایمانی روشنی سے ان کے تاریک دل جگمگا اٹھے یہاں تک کہ کچھ انگریز بھی آپ کی دل آویز شخصیت اور ایمان افروز صحبت سے فیضیاب ہوتے ہوئے دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

ایک باغی مجرم کا جیل کی تاریک وادیوں میں شمع ایمان بن کر روشنی بکھیرنا اور وہ بھی حکومت برطانیہ کا مجرم۔یہ معمولی جرم نہیں تھا۔نیچے سے لے کر حکام بالا تک ہر کسی کی نظروں میں آپ خار مغیلاں کی طرح کھٹکنے لگے۔ظلم وستم کی آندھیاں کچھ اور تیز ہو گئیں، مصائب وآلام کی تاریکیاں کچھ اور بڑھ گئیں مگر آپ مسکرا مسکرا کر مصائب و آلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔

میں وہ مجنوں ہوں کہ زنداں کے نگہباں کو
میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا

آپ کی ایمانی توانائی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ کوئی انگریز افسر جو اکلترا میں رنجر ہو کر آیا تھا۔انگریز کی حکومت تھی، بڑے بڑے تاج وتخت والے جن کے ظلم وستم سے لرز رہے تھے، پورا ہندوستان ان کے سازشی جال میں پھنس

کررہ گیا تھا۔ دن کا اجالا ہو یا رات کی تاریکی ہر جگہ قوم مسلم کی عزت و آبرو کے لئے عیسائیت کی صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ حکام وقت مظلوموں کے بے گور و کفن لاشوں پر اپنی بالادستی کا جھنڈا گاڑ کر جشن فتح منا رہے تھے۔ کشمیر سے کنیا کماری تک ہر جگہ ظلم و ستم کا اہرمن قہقہہ بلند کررہا تھا، صاحب بہادر کے خلاف سوچنا بھی موت کو آواز دینا تھا۔

ایک دن آپ کو معلوم ہوا کہ وہی انگریز نجر آیات قرآنی لکھے کاغذ پر اپنے کتے کو کھانا کھلا رہا ہے جسے دیکھ کر مسلمانوں کا دل دہل گیا، آنکھوں میں خون اتر آیا مگر اس کے سامنے بولنے اور ٹوکنے کی جرأت کس میں تھی؟ آپ کو جیسے ہی پتہ چلا آپ فوراً اس کے کمرے میں گھس گئے اور بلند آواز سے اسے ڈانٹا مگر اس پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ وہ حکومت کے نشے میں سرشار آتش بار نگاہوں سے آپ کو دیکھتا رہا۔ آخر آپ سے برداشت نہ ہوسکا۔ آپ نے اس کا گریبان تھام لیا اچانک صورت حال اتنی نازک ہوگئی کہ پورا گاؤں امنڈ پڑا۔ دوسری طرف پولس افسران بھی جمع ہوگئے اس وقت اکلترا میں ٹھاکر رام بشال سنگھ کا مانا ہوا مشہور و معروف خاندان تھا۔ اسی خاندان کے ایک ہونہار اور ملک پرست فرد تھے ٹھاکر چھدی لال بیرسٹر جن کی پورے علاقے میں زبردست دھاک جمی ہوئی تھی۔ انہوں نے حکومت کے افسران اور پولس والوں کو معاملہ کی نزاکت اور حضرت محسن ملت کی اہمیت سمجھائی۔ بالآخر انگریز بہادر کو جھکنا پڑا اس نے کھلے عام آئندہ مسلمانوں کے جذبات سے نہ کھیلنے کا وعدہ کیا۔

۱۲/فروری ۱۹۲۳ء کو جیل سے چھوٹتے ہی آپ نے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ ہمدردوں اور مخلصوں کی بھیڑ میں سنٹرل جیل رائے پور سے آپ کا جلوس روانہ ہوا۔ پھولوں کی برسات اور نعرۂ تکبیر کی گونج میں آپ کا جلوس آگے بڑھ رہا تھا مگر آپ کا کاروان خیال ماضی کی تاریک شاہراہوں سے گذر رہا تھا۔ آپ نے محسوس فرمایا کہ

قوم کی جہالت اور علمی پسماندگی، دین و مذہب سے دوری اور آپسی رسہ کشی نے انہیں اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ آج ان میں اکثر کو اس کا بھی شعور نہیں کہ کلمہ توحید پڑھنے کے بعد اسلام ہم سے کن کن چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے؟ اس کا تقاضہ کیا ہے؟ اور اپنے ماننے والوں میں کیسا جذبہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے واضح طور پر محسوس فرمایا کہ ان کے والہانہ جذبات اور سرفروشانہ تمناؤں کا صحیح استعمال نہیں کیا گیا تو پھر یہ قوم ہمیشہ کے لئے جہالت کے بحر ظلمات میں ڈوب جائے گی۔

ایک طرف قوم کی یہ نازک حالت اور دین سے دوری۔ دوسری طرف شدھی آندولن اپنے پورے کر و فر اور جوش و خروش کے ساتھ امت مسلمہ کو شرک و کفر کی تاریکیوں میں دفن کرنے کے لئے شب و روز نت نئے سازشی جال پھیلاتا جارہا تھا۔ پورے بھارت میں اس کی حشر سامانیوں نے طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا تھا جس نے ملت اسلامیہ کے ہر صاحب بصیرت اور دین پرور شخص کو فکرمند بنا دیا۔ اس صورت حال کی نزاکت کا تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے اس بیان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے جسے اخبار دبدبہ سکندری نے شائع کیا تھا۔ اخبار مذکور لکھتا ہے:

"ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا ارتداد"

جناب مولانا مولوی مصطفےٰ رضا خاں صاحب قادری فرزند دوم اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ساتویں جمادی الآخر کو دفتر ہذا میں تشریف لائے اور یہ وحشتناک خبر سنائی کہ ساڑھے چار لاکھ راجپوت مسلمان جو آگرہ، میرٹھ اور دہلی کے اضلاع میں رہتے ہیں اس بات پر تیار ہیں کہ ہندو مذہب پھر اختیار کرلیں۔ (دبدبہ سکندری ۲۹/جنوری ۱۹۲۳ء)

اتر پردیش، راجستھان، ہماچل پردیش اور پنجاب جہاں مسلمانوں کی طویل تاریخ ہے علمائے کرام اور صوفیائے عظام کا ناقابل شمار سلسلہ ہے اولیائے ملت اسلامیہ کے طلعت جمال سے جہاں کے در و دیوار روشن و تابندہ ہیں۔ علم و عرفان کے بے شمار چشمے جہاں سے ابل ابل کر ایک دنیا کو فیض یاب کر رہے ہیں وہاں جب اس کی حشر سامانیاں اور فتنہ انگیزیاں اس درجہ خطرناک صورت حال اختیار کر چکی تھیں کہ سیکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان ان کے سازشی جال میں پھنس کر دین وایمان سے دست بردار ہونے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ چند شہر و دیہات نہیں بلکہ پورا صوبہ کا صوبہ ان کے سازشی جال میں پھنستا جا رہا تھا تو مدھیہ بھارت کا کیا عالم ہوگا۔ خصوصا علاقہ چھتیس گڑھ اور اڑیسہ میں ان کی شر انگیزیاں کس شباب پر ہوں گی۔ جہاں نہ علم کا کوئی چشمہ سیال تھا کہ اس سے کوثر و تسنیم کا دھارا ابلتا، نہ صوفیائے کرام اور علمائے عظام کا قابل ذکر کارواں تھا جو بے چین و بے قرار روحوں کو ایمانی جاہ وجلال اور عرفانی شان شوکت سے آشنا کرتا۔ نہ مجاہدین اسلام اور مبلغین کرام کا قابل اثر دستہ تھا جو طوفانوں کی زد میں اسلام کا چراغ جلاتا، نہ ہی اسلامی حکومت کا کوئی قابل ذکر قافلہ تھا جو پژمردہ روحوں اور مایوس دماغوں میں جوش حیدری اور ولولہ حسینی کی تجلیات بکھیر کر ان کے مجاہدانہ کردار و عمل اور سرفروشانہ للکار کو تقویت فراہم کرتا۔

ایسی حالت میں محسن ملت علیہ الرحمہ نے گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، دیہات دیہات پڑاؤ ڈالا، قریہ قریہ ایمانی آواز پہونچائی اور شدھی آندولن کے لرزہ خیز، ایمان شکن طوفانوں کا نہایت کامیاب مقابلہ کر کے ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد کے پھندے میں نہ صرف پھنسنے سے بچایا بلکہ غیر مسلموں کو بھی مسلمان بنا کر دعوت و تبلیغ کا مقدس فریضہ انجام دیا۔ آپ کی اس مجاہدانہ کردار، سرفروشانہ للکار اور بے مثال تدبر و دور اندیشی کو

دیکھتے ہوئے حجۃ الاسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان فرمایا کرتے تھے کہ ”حامد علی تم ملت کا انمول نگینہ ہو۔ تم نے کفرستان میں اسلام کا چراغ جلایا۔“

نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب سجادہ نشیں خانقاہ رضویہ بریلی شریف تحریر فرماتے ہیں کہ آج لوگ اپنوں کو کلمہ پڑھاتے ہیں مگر وہ علامہ فاروقی کی شخصیت تھی جس نے غیروں کو کلمہ پڑھایا۔

ان حالات نے آپ کو قوم کے مستقبل کی طرف خصوصی طور پر متوجہ کیا۔ آپ نے محسوس فرمایا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت علم سے دور اور تاریکی کے دبیز پردوں میں لپٹی ہوئی غلط روی کا زبردست شکار ہے۔ اگر انہیں سنوارا نہیں گیا تو ہر اٹھنے والی تحریک انہیں اپنا لقمہ تر سمجھنے لگے گی۔

آپ نے وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے دین کے لئے ایک مضبوط قلعہ کی ضرورت پر لوگوں کو متوجہ فرمایا۔ آپ کی ہمہ وقت کی انتھک کوششوں، شب و روز کی لگاتار قربانیوں اور بے مثال جد و جہد کے نتیجے میں مدرسہ اصلاح المسلمین و دار الیتامیٰ عالم وجود میں آیا اور جلد ہی وہ علم و عرفان کا ابلتا ہوا چشمہ سیال بن گیا جس کے فیضان کا دریا پورے ہندوستان میں نظر آنے لگا، جس کی علمی و عرفانی تجلیات سے پژمردہ روحیں نئی زندگیاں پانے لگیں، تاریک دل علمی روشنی سے جگمگانے لگے، مایوس دماغ کردار و عمل کی توانائی محسوس کرنے لگے اور بجھے ہوئے قلب و جگر عشق رسول اور عقیدت اولیاء کی حرارت سے سلگنے لگے۔

یہ ادارہ اپنے بانی کے زیر سایہ پھولوں کی مہک، کانٹوں کی چبھن، دریاؤں کی

روانی، طوفانوں کی ہنگامہ خیزی، چراغ مصطفوی کی روشنی لئے شرارۂ بولہبی سے الجھتا، کفروشرک کی تاریکیوں میں عشق رسول کی تجلیات بکھیرتا، بدعت اور گمراہی کے طوفانوں میں قرآن وسنت کا چراغ جلاتا، نجدیت ووہابیت کی مسموم فضاؤں میں عقیدت اولیاء کی خوشبو بکھیرتا اور مخالفت اسلام کی امنڈتی ہوئی آندھیوں میں اسلام کا پرچم لہراتا منزل مقصود کی طرف بڑھتا رہا۔ آج اس کے سایہ میں نہ صرف یتیم وغریب بچوں کا مستقبل سنور رہا ہے بلکہ اینگلو اردو ہائی اسکول کے نام پر دنیاوی تعلیم کا چراغ بھی مذہبی تقدس کے سایہ میں جل رہا ہے۔ اس کے علاوہ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ، محسن ملت یونانی میڈیکل کالج، مرکز کتابت وکمپیوٹر ٹریننگ سینٹر وغیرہ کی متعدد شاخیں کہیں پھول پھل رہی ہیں تو کہیں روشنی بکھیرنے کے لئے وقت کا انتظار کر رہی ہیں۔

۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ہوا مگر آزادی کی قیمت پر انگریز ہمیں ہمیشہ کے لئے دو حصوں میں تقسیم کر کے نفرت وتعصب کی نہ بجھنے والی آگ لگا گئے جس میں نسلیں جلتی رہیں گی۔ ایک طرف پاکستان عالم وجود میں آیا تو دوسری طرف پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف آتش فشاں پھوٹ پڑا۔ اتر پردیش، بہار، بنگال اور راجستھان وغیرہ میں خون کی ندیاں بہنے لگیں، سسکتی ہوئی آہیں، گھٹی ہوئی فریادیں اور جلتی ہوئی لاشیں بھارت کا مقدر بن گئیں جس کے نتیجے میں پاکستان بھاگنے والوں کا ایک تانتا بندھ گیا۔ جس طرف دیکھو بستر بند لوگوں کا ایک قافلہ نظر آتا جو گھروں کو الٹے سیدھے داموں پر بیچ کر لٹا پٹا اثاثہ کاندھوں پر دھرے اسٹیشن کی طرف جاتے نظر آئے۔ ایسے پُر آشوب اور رستہ خیز ماحول میں قوم کو سنبھالنا، انہیں دلاسا دینا، ان کی ڈھارس بندھانا آسان کام نہیں تھا مگر آپ نے نہایت مدبرانہ اور ٹھوس منصوبہ کے ساتھ حالات کا رخ موڑنے کا پروگرام بنایا۔ جو لوگ پاکستان جا رہے تھے انہیں مخاطب کرتے ہوئے

آپ نے فرمایا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے بہت پہلے فرمایا تھا دشمن ہمارے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔ سب سے پہلے ہماری موت تاکہ معاملہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو جلاوطنی چاہے گا تاکہ پاس ہی نہ رہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو آخر درجہ میں عاجز ومجبور بنانا چاہے گا۔ ایک دفعہ تم لوگوں نے ہجرت کر کے دیکھا مگر اس میں سوائے بربادی کے تمہیں کچھ ہاتھ نہیں لگا۔ آج پھر تم یہاں سے جانا چاہتے ہو مگر جانے سے پہلے سوچو، سمجھو، کچھ فیصلہ کرو۔ بھارت کی دھرتی پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے۔ دہلی کے لال قلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان ہجرت کرنا سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔

۱۹۶۰ء کا عالم رستاخیز ہندوستان کی تاریخ کا نہایت دردناک باب ہے جس میں پورا ملک فرقہ وارانہ فساد کی آگ میں جل رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ظلم وستم اور قتل وغارت گری کی ساری قہرمانی طاقتیں ایک ساتھ امنڈ پڑی ہوں۔ نابالغ اور غیر شعور بچوں کا قتل عام، دوشیزاؤں کی عصمت دری، ماؤں کی گود کو سونی کرنا، بہوؤں اور بہنوں کا سہاگ اجاڑنا عام بات ہو چکی تھی۔ پورے ملک میں انتہائی مایوسی اور کسمپرسی کی حالت طاری تھی۔ قوم وملت کی مسیحائی تو درکنار، رستے ہوئے زخموں پر مرہم رکھنے والا بھی مشکل سے دکھائی پڑتا تھا۔ ایسے پُر آشوب اور ہوش ربا حالات میں اس وقت کے ارباب و فکر ودانش اور اصحاب رائے نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ان کے بجھتے ہوئے حوصلوں، دم توڑتی توانائی اور مایوسی کے سمندر میں ڈوبتے ہوئے قلوب کو نئی ہمت وتوانائی دینے کا مضبوط اور مستحکم منصوبہ تیار کیا جس کے ذریعہ ان کی شیرازہ بندی بھی ہو سکے اور انہیں نیا حوصلہ، نیا جوش اور ولولہ کے ساتھ حالات کا مردانہ وار مقابلہ

کرنے کا ٹھوس اور مضبوط طریقہ بھی دیا جاسکے۔اس کے علاوہ گاؤں اور شہر کی سطح سے لے کر دلی دربار تک ہر جگہ ان کا وزن بھی محسوس کیا جاسکے۔

اس سلسلے میں آپ کے ساتھ سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفےٰ علیہ الرحمہ مارہرہ شریف، حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھہ مقدسہ، قائد ملت حضرت مولانا سید اسرار الحق صاحب، پاسبان ملت حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی صاحب، غازی ملت حضرت مولانا سید مظہر ربانی صاحب کے علاوہ رئیس القلم مبلغ عرب وعجم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ کا نام نامی اسم گرامی قابل ذکر ہے جنہوں نے انتہائی غور و فکر اور مسلسل کئی روز کی محنت ومشقت کے بعد آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کی شکل میں ایک ایسی مضبوط تنظیم کی بنیاد ڈالی جس نے بہت جلد ملک کے طول وعرض میں اپنا ایک اہم مقام حاصل کرلیا۔ جلد ہی دلی دربار بھی اس کی دھمک محسوس کرنے لگا۔اس تنظیم نے ظلم وستم کی تاریک راتوں میں عدل وانصاف کا اجالا بکھیرا اور نفرت وتعصب کی سیاہ آندھیوں میں ملک کے طول وعرض میں خلوص ومحبت اور امن وشانتی کا چراغ جلایا۔

اس تنظیم کے جنرل سکریٹری کے لئے ایک ایسے مدبر، دوراندیش، بالغ نظر اور بلند ہمت سکریٹری کی ضرورت تھی جو اپنے حسن تدبر اور روشن ضمیری سے فرقہ واریت کے امنڈتے ہوئے طوفانوں کا نہ صرف رخ موڑ دے بلکہ ایوان حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسلم مسائل پر انہیں سوچنے پر مجبور کردے۔

ایسے موقع پر سارے علمائے ملت اسلامیہ کی نظر بے ساختہ آپ کی طرف اٹھی اور آپ کو متفقہ طور پر اس کا سکریٹری جنرل منتخب کیا گیا اور پھر جلد ہی لوگوں کو احساس ہوگیا کہ آپ کی شکل میں ہمیں ایک ایسی بلند قامت شخصیت مل گئی جس کی ذات سیاسی

بصیرت، قائدانہ صلاحیت اور دوراندیشی کے ساتھ روشن ضمیری، فکری بالیدگی اور علمی گہرائی کا حسین سنگم ہے۔

رائے گڑھ، جبل پور اور جمشید پور کے فسادات کے موقع پر آپ نے جس بلند ہمتی، اولوالعزمی اور روشن ضمیری کا مظاہرہ فرمایا، کلکٹر، ایس پی وغیرہ سے لے کر دہلی تک جس طرح آپ کی گھن گرج پہنچی وہ تاریخ دعوت وعزیمت کا روشن وتابناک باب ہے۔

دیش کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نہایت ادب واحترام کے ساتھ آپ پر ہمیشہ اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۵۲ء میں جب انہوں نے پھولپور ضلع الہ آباد کا پہلا الیکشن لڑا تو آپ کو اپنا الیکشن انچارج بنایا۔ اپنے ہر جلسہ میں آپ کی موجودگی کو خاص اہمیت دیتے تھے۔اخبار لیڈر کی اشاعت ۳۱/جنوری ۱۹۵۲ء کی اس رپورٹ سے اس کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

Another election meeting of the Congress was held at Minhajpur under the presidnet chief of Shri Nizamuddin amoung those who spoke's at the meeting were Shri Lal Bahadur Shastri, Shrimati Indira Gandhi and Maulana Hamid Ali Farooqui .

قوم مسلم کے تعلق سے کسی بھی فیصلہ سے پہلے وہ آپ سے اکثر رابطہ قائم کرتے۔ تقسیم ہند کے بعد مسلمانوں پر جو انحطاط وتنزلی طاری ہوئی، باطل پرستوں نے جس طرح ملت اسلامیہ کو زندہ درگور کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا اس کا جواں مردی سے مقابلہ کرنا، اسے ناکام بنانا اور اجڑے ہوئے بے خانماں برباد مسلمانوں کو نئی زندگی شروع کروانے میں آپ نے کئی بار براہ راست پنڈت نہرو سے گفتگو کی۔

سیاسی بصیرت، مجاہدانہ للکار، سرفروشانہ کردار کے ساتھ قلندرانہ صفت اور صوفیانہ

کردار و مزاج کے بھی آپ پرتو تھے۔ اولیائے کرام کے فیوض و برکات کے ساتھ جہاں آپ کو سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلافت و اجازت حاصل تھی وہیں قطب دیوہ حاجی وارث علی شاہ، گل گلزار اشرفیت حضرت اشرفی میاں، قطب دکن حضرت شاہ عبدالعزیز عرفانی حیدرآباد، تاج الاولیاء ناگپور جیسی عظیم و جلیل ہستیوں سے بھی آپ مستفیض ہوئے۔ جنہوں نے اپنے کرم خسروانہ سے آپ کے نہاں خانہ قلب ونظر کو اس طرح جگمگایا کہ وہ اولیائے کرام کے فیوض و برکات کا جلوۂ زیبا اور انوار و تجلیات کا مینارۂ نور بن کر عشق و عرفان اور تقویٰ و طہارت کی کرنیں بکھیرنے لگے۔

۲۵/اپریل ۱۹۶۸ء مطابق ۲۶/محرم الحرام ۱۳۸۸ھ کو مجاہدانہ کردار و عمل، مدبرانہ فکر ونظر اور اخلاص و محبت کی یہ عظیم و جلیل ہستی ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہوگئی۔ رائے پور کی مشہور و معروف درگاہ حضرت فاتح شاہ صاحب میں حضرت سید وزیر اشرف مقتول شاہ وارثی اور حضرت سید فاتح شاہ صاحب علیہم الرحمہ کے مزارات کے درمیان آپ کا مزار مرجع خلائق بنا اور آج فیوض و برکات کی تجلیات بکھیر رہا ہے۔

☆☆☆

محسن ملت داعی الیٰ الحق

حضرت علامہ سید محمد حسینی اشرفی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ شمسیہ رائچور (کرناٹک)

ہندوستان کی سرزمین بڑی زرخیز ہے۔ اسی سرزمین نے ایسے ایسے زبردست صاحبان علم وفضل کو پیدا کیا کہ دنیا کے علوم و ہنر کے ماہرین نے اپنی بلند پیشانیاں خم کردیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک عظیم اور قد آور شخصیتیں جنم لیتی رہیں، وہ ہستیاں اپنے علوم وفنون و جہد پیہم اور فکر و آگاہی کے ایسے انمٹ نقوش چھوڑ گئی ہیں کہ تبدیلی ازمنہ بھی ان نقوش کو مٹا نہ سکی۔

قابل صد مبارک باد ہیں وہ لوگ جو سراپا رشد و ہدایت بن کر مخلوق خدا کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔ یہی وہ بندے ہیں جو ہر میدان میں اپنے پورے فضل وکمال کے ساتھ شرق وغرب میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکتے رہے۔ ان جلیل القدر شخصیتوں کے علم وفضل کا احاطہ کرنا مجھ جیسے انسان کے لیے مشکل ترین مرحلہ ہے۔ انہیں میں وہ افراد بھی ہیں جو اپنی ذات کے اعتبار سے ایک انجمن تھے بلکہ ان میں ہر فرد کو ایک جماعت قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان افراد میں محسن ملت حضرت علامہ مولانا شاہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ بانی مسلم یتیم خانہ رائے پور ایک مثالی شخصیت ہے۔

محسن ملت کون تھے، کیا تھے، ملک ہند اور بالخصوص علاقہ چھتیس گڑھ کے سنی مسلمان خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس سے کون واقف نہیں کہ چھتیس گڑھ کا علاقہ علم و ہنر اور بالخصوص علم دین کے اعتبار سے ہند کے دوسرے علاقوں سے زیادہ پسماندہ علاقہ کہا جاتا ہے۔ جو علاقہ دین وسنیت کے اعتبار سے بالکل پچھڑا ہوا ہے اس میں آپ کا ورود مسعود اس علاقہ کے مسلمانوں کے لئے فضل خداوندی ہے۔ خداوند تبارک وتعالیٰ کے پاس ہر فضل والے کے لئے کام کرنے کا وقت اور زمانہ وجگہ مقرر رہے۔ خدا نے حضرت محسن ملت کے لئے چھتیس گڑھ کا علاقہ مقرر فرمایا تھا۔ آپ اس علاقہ میں داعی الی الحق کی حیثیت سے تشریف لائے اور وہاں سے آپ نے اپنی تحریک کا آغاز فرمایا۔

حضرت محسن ملت رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ سچے عاشق اعلیٰ حضرت تھے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد اعظم دین وملت سے سچی عقیدت کی وجہ سے آپ دنیائے سنیت میں امتیازی حیثیت سے جانے پہچانے لگے۔ اعلیٰ حضرت اور حضور حجۃ الاسلام رحمہما اللہ سے آپ کو شرف تلمذ بھی حاصل تھا۔۔ جب آپ رائے پور تشریف لائے تو مسلک کا درد اور اشاعت سنیت کا عظیم حوصلہ لے کر تشریف لائے۔ اس علاقے میں مسلک اعلیٰ حضرت کا علم بلند کرنے والے آپ پہلے فرد ہیں۔ چنانچہ آپ اپنی مخصوص صلاحیتوں کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت اور سنیت کی ترویج میں مصروف ہو گئے۔ اسی کا اثر ہے کہ آج بھی چھتیس گڑھ کے علاقے میں کہیں بھی چلے جائیں، عاشقان اعلیٰ حضرت بکثرت ملیں گے بلکہ آپ نے پورے چھتیس گڑھ کے علاقے کو اس طرح سنبھالا کہ جب وہابیت ونجدیت کی تیز تند ہوائیں چل رہی تھیں، ڈر تھا کہ شجر سنیت کہیں اس کی زد میں نہ آجائے، وہابیوں، دیوبندیوں، تبلیغیوں نے اپنی پوری طاغوتی

طاقت کے ساتھ اس علاقے میں حملہ آور ہونے کی کوششیں کیں۔ آپ نے ان کے سارے حوصلے اور حملے پسپا کر دیئے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت میں آپ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا لیکن گمراہیت کے سیلاب کو آگے بڑھنے نہیں دیا۔ محسن ملت کا قومی اور ملی درد جواں سالی کی منزل سے پیرانہ سالی تک نہ صرف مسلسل وپیہم رہا بلکہ روز بروز بڑھتا ہی رہا اور یہ درد گوناگوں ذمہ داریوں اور مصروفیتوں میں اضافہ ہی کرتا رہا۔

جہاں آپ دین ومذہب میں اونچا درجہ رکھتے تھے وہیں میدان سیاست میں اتنے اونچے مقام پر فائز تھے کہ آپ کا دہلی میں کسی بھی عہدہ کا حاصل کرنا بہت معمولی چیز تھی۔ حکمرانوں پر آپ کا اتنا گہرا اثر تھا کہ معمولی اشارے پر بڑے سے بڑا عہدہ مل سکتا تھا بلکہ بڑے سے بڑے عہدے پیش کئے گئے آپ نے کبھی قبول نہیں کیا۔ آپ کا جنگ آزادی میں خصوصی کردار ہے۔ ہر وقت آپ مسلمانوں کے تابناک مستقبل کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ صرف بات اتنی سی ہے کہ ہمارے اکابر علماء نے جو بھی کام کیا شہرت وناموری سے علیحدہ رہ کر۔ وہابیوں، دیوبندیوں اور دیگر فرقِ باطلہ نے اپنے ہر کام کے لئے پروپیگنڈے کا سہارا لیا اور جھوٹے وغلط پروپیگنڈے کی وجہ سے انہیں جنگ آزادی کا ہیرو قرار دیا گیا۔ حالانکہ اس سلسلے میں ان کی نااہلی اور خودغرضی وغیرہ کی مثالیں بھری پڑی ہیں۔ مگر حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ دین کے سچے خادم، سنیت کے عظیم علمبردار اور ملک کے وفادار تھے۔ آپ نے ہمیشہ خودغرضانہ سیاست سے اپنے آپ کو دور رکھا اور صاف ستھری سیاست جس میں قوم کی بھلائی ہو اختیار کی۔ اپنے علاقے میں سنیت کی خدمت اور مسلمانوں کی حفاظت کے علاوہ غیر مسلموں میں بھی اسلام کو اس خوبصورتی سے پہونچایا کہ شدھی آندولن دم توڑنے لگا اور دشمنان اسلام

کا سر نیچا ہونے لگا جو یقیناً سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کا فیض تھا جو آپ کی زبان پر جاری تھا۔ آپ بوڑھے ہوگئے تھے مگر آپ کے عزائم ہزاروں جوانوں پر بھاری تھے۔

☆☆☆

آنے والی نسلیں ہم کو بھول سکیں ناممکن ہے
نقش قدم کے مٹتے مٹتے راہ گذر بن جائیں گے

محسن ملت ایک پُرسوز مبلغ وداعی

حضرت مفتی محمد انور نظامی صاحب مصباحی
مدرسہ فیض النبی، ہزاری باغ

محسن ملت حضرت علامہ مولانا مفتی حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ (م ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء) الہ آبادی ثم رائے پوری ایک ذات نہیں بلکہ انجمن کا نام تھا۔ اس انجمن میں مذہب وملت کا درد، اقتصاد وسیاست کا ہنر، مجاہدہ وریاضت کی تڑپ، انگریزوں کے خلاف محاذ آرائی، برائیوں کے مقابل صف بندی اور "اصلاح المسلمین" کیلئے متاع حیات کی قربانی جیسی ہزاروں جلوہ آرائیاں نظر آتی ہیں۔ ان جلوؤں نے وسط ہندوستان کے ایک تاریک خطے کو علم دین کی نورانی کرنوں سے منور وتاباں کردیا۔ جہالت کے اندھیروں میں نام کے مسلمانوں کے دلوں کو حقیقی اسلام کی روشنی سے جگمگا دیا۔ وہ باطل شکن مجاہد تھا جس نے انگریزوں کو ہندوستان کی سرزمین سے نکالنے کے لئے قفس کی تتلیوں سے پیار کیا اور زنداں میں ایمان کی وہ روشنی پھیلائی کہ قید خانے کے درودیوار اسلامی رنگ میں رنگنے کے لئے بے قرار ہوگئے۔ وہ ایک پُرسوز مبلغ وداعی تھے، ان کی دعوت میں بلا کا جوش تھا، سوز وگداز ان کی دعوتی تحریکوں کی روح تھی۔ ان کے اثر انگیز کلمات میں پاکستان ہجرت کرنے والوں کے لئے خواجہ غریب نواز اور امام احمد رضا کا پیغام تھا، "تم" مجھے چھوڑ کے کہاں جارہے ہو؟" ہجرت کے ارادے سکونت میں تبدیل

ہو گئے، بے قراروں کو قرار مل گیا، بندھے بستر کھل گئے، سامان پھر گھروں میں واپس آنے لگے۔ جی ہاں وہ ایک پرسوز مبلغ وداعی کی دعوتِ قرار کا نتیجہ تھا۔ زیر نظر تحریر میں محسن ملت کی زندگی کے اسی داعیانہ گوشوں کی تلاش میرا مقصود ہے۔ لیکن پہلے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی میں ایک مبلغ وداعی کے اوصاف کی نشاندہی ہو جائے، دعوت وتبلیغ کے اسرار ورموز کی عقدہ کشائی کر لی جائے۔ دعوت وتبلیغ کے طور طریقوں پر گفتگو ہو جائے تا کہ اس کی روشنی میں ان کی زندگی کے ان روشن گوشوں کی تلاش آسان ہو جائے۔

دعوت وتبلیغ کا مفہوم

دعوت کا لغوی معنی ہے "کسی چیز کی طرف بلانا" اور تبلیغ کا لغوی مفہوم ہے "کوئی چیز پہنچانا" شرعاً دعوت کا معنی دین کی طرف بلانا،، اور تبلیغ کا مفہوم ہے "دین کے احکام کو پہنچانا"

کلام الٰہی میں دعوت اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱۔ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ (ابراہیم۔۲۲)

اور میرا تم پر قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میری مان لی۔ (کنزالایمان)

۲۔ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلاً وَّ نَهَاراً. فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِيْ اِلَّا فِرَاراً (نوح ۵۔۶)

اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا۔ تو میرے بلانے سے انہیں

بھاگنا ہی پڑا۔ (کنزالایمان)

قرآن حکیم میں "تبلیغ" کے مذکورہ مفہوم کو اس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے۔

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ من رَّبك (المائدہ۔۶۷)

اے رسول تمہارے پاس جو رب کے پاس سے اترا ہے اسے پہنچا دو،،

حدیث پاک میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: بلغوا عنی ولو اية (الصحیح للبخاری) میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

دعوت وتبلیغ کے مدارج

دعوت وتبلیغ حسب مراتب ہر مسلمان پر واجب ہے۔ طاقتور پر بزور شمشیر منکرات ومعاصی سے روکنا فرض ہے۔ اہل علم اپنی زبان سے منع کریں اور عوام جو ان کی استطاعت نہیں رکھتے دل سے برا جانیں۔ فرمان رسول ہے۔ **مَنْ رَای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه. و ذالك اضعف الایمان** (الصحیح للمسلم ۱/۵۱) تم میں سے جو کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو اسے ہاتھ سے بدل دے، برا جانے اور یہ کمزور ایمان والا ہے۔

علمائے اسلام فرماتے ہیں کہ ہاتھ سے روکنا اہل سطوت واقتدار کی ذمہ داری ہے کہ منکرات شرعیہ کو بزور طاقت روکیں۔ علماء کی ذمہ داری ہے کہ زبان سے روکیں اور جو عوام ان دونوں میں سے نہیں وہ کم از کم دل سے اس برے کام کو برا جانیں۔ یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے۔ اگر برے کاموں کو دل سے بھی برا نہ جانے تو اس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں۔ (بہار شریعت ۱۶/۲۲۳ ملخصاً)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "تفسیر روح البیان" میں چار مراتب بیان فرمایا ہے۔اعلم ان للدعوة مراتب. الاولی دعوة الانبياء عليهم السلام فانهم يدعون الى الله تعالىٰ بالمعجزات والبراهين والمرتبة الثانيه دعوتة العلماء فانهم يدعون الى الله تعالىٰ بالحجج والبراهين فقط. المرتبة الثالثة الدعوة بالسيف وهى للملوك فانهم يجاهدون الكفار حتىٰ يدخلون فى دين الله وطاعته. فالعلماء خلف الانبياء فى عالم الارواح، والملوك خلف الانبياء فى عالم الاجسام. والمرتبة الرابعة دعوة المؤذنين الى الصلوة. (تفسیر روح البیان ۸/ ۲۵۸ بحوالہ دینی دعوت صفحہ ۱۹۔اشرفیہ) ترجمہ

دعوت الی اللہ کے چند مراتب ہیں

☆ انبیاء علیہم السلام کی دعوت، جو معجزات و براہین اور تلوار سے ہوتی ہے۔

☆ علماء کی دعوت جو دلائل و براہین سے دی جاتی ہے۔

☆ بادشاہان اسلام کی دعوت یہ حضرات بزور شمشیر دیتے ہیں۔ یہ حضرات کفار سے جہاد فرماتے ہیں تاوقتیکہ وہ دین حق میں داخل ہو جائیں اور اسے مان لیں۔ علماء کرام باطنی امور میں انبیاء کے نائب ہوتے ہیں اور بادشاہان اسلام ظاہری امور میں انبیاء کی نیابت فرماتے ہیں۔

☆ نماز کے لئے موذن کی دعوت۔

دعوت وتبلیغ کے قرآنی اصول

دعوت وتبلیغ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے

باز رکھنا) اس امتِ مسلمہ کا امتیازی وصف ہے۔اسی سے "خیر امت" کا لقب بارگاہ رب العزت سے ملا ہے۔قرآن مجید میں ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (ال عمران، ۱۱۰)

ترجمہ۔تم لوگ ان سب میں بہتر امت ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو، برائی سے باز رکھتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ میں ایمان باللہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے مؤخر کیا، حالانکہ ایمان مقدم ہے اس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کے متعلق امتیں مشترک ہیں۔اس امت کو جو شئی سابقہ امتوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہی دعوت وتبلیغ، امر بالمروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہے۔(تفسیر روح البیان۔جلد۔۳، جزء۴، ص۴۸، بحوالہ دینی دعوت اشرفیہ ص۔۳۳) دعوت وتبلیغ کے زریں اصولوں کی رہنمائی کلام الٰہی میں اس طرح ہے۔اُدْعُ اِلىٰ سَبِلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ. وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِيْنَ. وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنُوْنَ عَلَيْهِمْ وَلَاتَكُ فِيْ ضِيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُوْنَ. اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقُوْ وَالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ (النحل ۱۳۵۔۱۳۶۔۱۳۷۔۱۳۸)

ترجمہ۔اپنے رب کے راستے کی جانب پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے بلاؤ اور ان سے اچھے طریقے پر بحث کرو۔ بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے اس کو جو اس راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور ان کو بھی اچھی طرح جانتا ہے جو ہدایت پانے والے ہیں۔اور اگر

تم بدلہ لوتو اتنے ہی بدلہ لو جتنا تم کو ستایا ہے۔ اور اگر صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے لئے صبر سب سے بہتر ہے۔ اور صبر کرو، تمہارا صبر صرف توفیق الٰہی سے ہے۔ اور ان لوگوں پر غم نہ کرو اور جو حیلے وہ کر رہے ہیں ان سے تنگ دل نہ ہو۔ بے شک اللہ پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔،، مذکورہ آیات مبارکہ میں اللہ رب العزت نے دعوت وتبلیغ کے چند زریں اصول ارشاد فرمایا ہے (۱) پکی تدبیر (حکمت) (۲) موعظہ حسنہ (اچھی نصیحت) (۳) جدال احسن (اچھے طریقے پر بحث) (۴) صبر و استقامت (۵) تقویٰ واحسان۔

حکمت

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ بات کتنی خوبصورت اور دلنشیں ہو اگر دلائل و براہین سے آراستہ نہیں تو وہ قابل اعتنا اور مؤثر نہیں ہوتی۔ اسی طرح مخاطب کے فہم وادراک اور عقل وشعور کے مطابق ہی گفتگو ہو یہ بھی حکمت میں شامل ہے۔ فرمان رسول ہے۔ لوگوں سے ان کے عقل وشعور کے مطابق ہی گفتگو کرو،،

موعظہ حسن

دعوت میں جتنے بھی وزنی دلائل پیش کئے جائیں، مگر انداز کلام اگر نرم وشیریں نہ ہو، اس میں اخلاص ومروت کی فراوانی نہ ہو تو وہ بے اثر ہوتے ہیں۔ ہادی کائنات ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں اسلام کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوں۔ مگر مجھے زنا کی اجازت دی جائے۔

بارگاہ رسالت میں ایک حرام قطعی کی اجازت مانگنے کی جسارت کرنے کے باوجود

رحمت عالم ﷺ اس پر برہم نہیں ہوئے بلکہ اس کے دل کے مرض کا علاج اپنے نصیحت آمیز جملوں سے کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا" اچھا یہ بتاؤ اگر کوئی شخص تمہاری ماں کے ساتھ زنا کرے تو کیا تم اس کی اجازت دوگے،، اس شخص نے عرض کیا" نہیں" یا رسول اللہ میری غیرت کیسے یہ گوارہ کرسکتی ہے! آپ نے فرمایا کوئی تمہاری بیٹی یا بہن کے ساتھ زنا کرے تو" اس نے کہا ہرگز نہیں میری غیرت اسے بھی گوارہ نہیں کرسکتی، آپ نے فرمایا،، بھلا بتاؤ جس عورت کے ساتھ زنا کی اجازت تم مانگ رہے ہو، وہ بھی تو کسی کی بہن، بیٹی یا ماں ہوگی۔۔۔! اس کی غیرت یہ کیسے گوارہ کرسکے گی کہ کوئی ان کی آبروریزی کرے؟

داعی کائنات ﷺ کے ان نصیحت آمیز نرم وشیریں جملوں نے اس کے دل کے دروازے کھول دیئے۔ غیرت ایمانی کے ساتھ غیرت ملی بھی بیدار ہو چکی تھی، عرض کیا یارسول اللہ! اب میرے دل کا مرض دور ہو چکا ہے، اب میں کبھی زنا کے قریب بھی نہیں بھٹکوں گا۔

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پاگئے
عقل غیاب وجستجو عشق حضور واضطراب

جدال احسن

یعنی دعوت وتبلیغ میں بھی کبھی بحث ومناظرہ کی نوبت آجائے تو اپنے دلائل نہایت متانت وسنجیدگی کے ساتھ پیش کرے اور مجادلہ ومکابرہ سے پرہیز کرے اور لڑائی جھگڑے کی نوبت نہ آنے دے۔

صبر واستقامت

دعوتِ دین کی راہ میں بے شمار مصائب وآلام اور مشکلات ومسائل پیدا ہوتے ہیں کبھی قوم کی بے اعتنائی، ان کی بے وفائی اور پھر ان کی مخالفت اور ظلم وستم کا بھی نشانہ بننا پڑتا ہے، یہ وادی پرخار ہے کبھی راہوں میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں، کبھی کوڑے برسائے جاتے ہیں، کبھی پابہ سلاسل زندان کی نذر کیا جاتا ہے، تپتی ریت میں ننگے بدن گھسیٹا جاتا ہے، آتش نمرود میں کودنے پر مجبور کیا جاتا ہے، گھربار، بلکہ ساری دنیا چھین لی جاتی ہے اور بے سروسامانی کے عالم میں ترکِ وطن پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ایسے آلام روزگار میں صبر واستقامت سے سوزِ بلالی، عشق خلیل اور استقامت محمدی کی ضرورت ہوتی ہے اور جنہیں صبر واستقامت کی توفیق مل جاتی ہے وہ ظلم واستبداد کے مقابلے میں سدِّ سکندری بن جاتے ہیں۔

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

اور جب آگ کے اس دریا سے کامیابی کے ساتھ پار ہوجاتے ہیں تو انہیں تقویٰ ونیک وکاری کی سندِ امتیاز بارگاہ الٰہی سے مل جاتی ہے۔

تقویٰ واحسان

ایک داعی کے لئے تقویٰ اور احسان ایسا وصف ہے جس کے بغیر اس کی دعوت موثر نہیں ہوسکتی، جو شخص دوسروں کو نیکی کی دعوت دے اور گناہوں سے روکے اگر وہ خود اس کا جامع نہیں وہ خود گناہوں سے نہیں بچتا تو یقیناً اس کی دعوت عملی دعوت نہ

ہوگی۔ اس کے برعکس ایسا داعی جو خود تقویٰ واحسان اور اتباعِ شریعت کا مرقع ہو اس کی دعوت میں ایسا اثر ہوگا کہ اس کی گفتگو سے زیادہ عملی دعوت موثر ہوتی ہے۔ الحاصل ایک داعی ومبلغ کے لئے مذکورہ بالا اوصاف کی موجودگی ہی اس کی دعوت کی کامیابی کی ضمانت ہوگی۔

نگہ بلند سخن دل نواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

مندرجہ تفصیلات کی روشنی میں محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان کی داعیانہ زندگی کا ایک اجمالی جائزہ ذیل میں لیا جائے گا جس سے ان کے ایک پُرسوز مبلغ وداعی ہونے کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کی مذہبی حالت

یوں تو ہندوستان میں چھ سات سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی اور یہاں اسلامی آثار کی فراوانی بھی، صوفیاء کرام کے قافلے بھی سرزمین ہند پر اترے ہیں اور اپنی دینی خدمات سے زمین ہند کے بیشتر حصے کو کفر کی جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم اور ایمان کی روشنی سے منور وتاباں فرمایا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی چشم پوشی نہیں کی جاسکتی کہ بادشاہوں کی فتوحات کی ساری تاریخ سرسبز وشاداب میدانی علاقوں سے ہی متعلق ہے۔ سندھ اور پنجاب سے لیکر بنگال تک ہمالہ کے بطن سے نکلنے والے دریاؤں نے جو میدانی علاقہ بنایا ہے جسے ہندوستان کا غذائی مرکز بھی کہا جاتا ہے۔ یہی شاداب اور لہلہاتا ہوا میدان بادشاہوں کے لئے توجہ کا مرکز رہا اور انہیں فوجی قافلوں کے جلو میں عشق وعرفانی، شعور وآگہی اور ایمان واسلام کا چراغ روشن کرنے والے

صوفیاء اور علماء اسلام کا کارواں بھی چلا ہے۔

جنوب کا پٹھار اور کوہستانی جنگل اپنی شادابی اور معدنیاتی ذخائر کے باوجود بادشاہوں کی نظر توجہ حاصل نہ کرسکا (الا ماشاء اللہ) یہی وجہ ہے کہ جھارکھنڈ، چھتیس گڑھ جیسے کوہستانی علاقوں میں نہ کوئی لال قلعہ ملے گا نہ ہی محبت کا کوئی "تاج محل" یہاں عظیم آباد کے پرشکوہ دروازے ہیں نہ ہی کسی بڑے نواب کی بھول بھلیا، کیونکہ ان کی تمام تر توجہ "صبح بنارس" اور "شام اودھ" پر مرکوز تھی۔ کہیں سے اگر ایمان واسلام کی روشنی پہنچی تو وہ بھی اتنی مدھم تھی کہ ہندوستانی معاشرہ کی مسموم ہوائیں اسے اپنی حقیقت کی شناخت کا موقع ہی نہیں دیتی تھیں خصوصاً کوہستان کا دیہی علاقہ تو مسلم وکافر کی شناخت بھی کھوتا جارہا تھا۔ علم دین ناپید تھا دور تک کوئی جنازہ پڑھانے والا اور جانور ذبح کرنے والا نہیں ملتا۔ اگر قسمت سے کبھی کسی مولوی صاحب کا گزر ہوجاتا تو لوگ چھری میں پھونک دلاکر رکھ لیتے اور پھر اسی سے جانور ذبح کرتے۔ فاتحہ کے لئے بانس کی نلکی میں فاتحہ پڑھواکر کپڑے ٹھونس کر اس کا منہ بند کردیتے۔ فاتحہ کا سامان سامنے رکھ کر اس نلکی کا منہ تھوڑا کھول دیتے اور انکا "فاتحہ" ہوجاتا۔ کسی کی موت ہوجاتی تو اس کی قبر پر بانس گاڑ دیتے جب کوئی مولوی صاحب آتے تو اس قبر پر نماز جنازہ ہوتی۔ مولانا محمد علی فاروقی چھتیس گڑھ کے ایسے ہی ایک علاقے سے متعلق رقم طراز ہیں۔

ایک دفعہ آپ (محسن ملت) رتن پور کے پاس ایک گاؤں سے گزر رہے تھے وہاں آپ نے ایک قبر پر بانس دیکھا جو کسی نے گاڑ دیا تھا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس علاقے میں دور دور تک کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو نماز جنازہ پڑھا سکے۔ لہذا ایسے موقع پر لوگ بطور نشانی بانس گاڑ دیتے ہیں تاکہ دن دو دن میں کوئی پڑھا لکھا آدمی کا گذر ہو تو قبر ہی پر نماز جنازہ کی ادائے گی ہوسکے۔ (محسن ملت ایک تعارف۔ ص ۹۱۔۹۲)

چھتیس گڑھ آمد

ان حالات میں اس علاقے کو ایک ایسے مبلغ وداعی کی ضرورت تھی جن میں صدیق اکبر کا فکر وتدبر، فاروق اعظم کا جلال، حضرت بوذر وبلال کا سوز وگداز، غوث اعظم کی احیائے دین کی تڑپ، غریب نواز جیسا بادیہ پیمائی کا جذبہ اور امام احمد رضا جیسا عشق رسول ہو جو اپنی دعوت وتبلیغ سے نہ صرف مسلمانوں کو علم وعمل کی دولت سے نوازے بلکہ خواجہ ہند کی غلامی کا حق ادا کرتے ہوئے کفار ومشرکین کو بھی دولت وایمان سے سرفراز فرمائے۔ مشیت ایزدی نے اس کام کے لئے ایسے باکمال شخص کا انتخاب کیا تھا جو امام احمد رضا کے در کا پروردہ تھا۔ خواجہ غریب نواز کی بارگاہ سے اشارۂ غیبی پاکر بریلی اور بریلی سے اعلیٰ حضرت کا صریح حکم لے کر مدھیہ پردیش کے اس علاقے کے لیے روانہ ہوگیا جو آج چھتیس گڑھ کی شکل میں نیا صوبہ معرض وجود میں آچکا ہے۔ مولانا محمد علی فاروقی رقم طراز ہیں۔ "تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ اجمیر مقدس حاضر ہوئے۔ وہاں آپ نے طویل قیام فرمایا اور متعدد چلّے کئے اور مراقبہ ومشاہدہ کی متعدد منازل طے کئے۔ وہیں آپ کو مدھیہ پردیش کے لئے اشارۂ غیبی ملا۔ جب وہاں سے آپ بریلی تشریف لائے تو سرکار اعلیٰ حضرت کے خصوصی ارشاد پر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے آپ کو مدھیہ بھارت میں تبلیغ اسلام کا مشورہ دیا۔ گویا اس طرح سے جو بات اجمیر مقدس میں اشارہ کی زبان میں کی گئی وہ یہاں شرح وتفصّل کے ساتھ آپ کے سامنے آچکی تھی۔ لہذا آپ سب سے پہلے اکلتر ضلع بلاسپور تشریف لائے۔ (محسن ملت ایک تعارف ص۹۱) جب آپ نے علاقہ دیکھا، اسکی مذہبی حالت دیکھی، تعلیم وتربیت کا فقدان ملاحظہ فرمایا اور ہر طرف کفر وشرک کا بول بالا دیکھا مسلمانوں کی مذہبی وتعلیمی خستہ حالی

ملاحظہ فرمائی تو اپنے استاد حجۃ الاسلام مولانا حامد علی رضا خان علیہ الرحمہ کو تفصیلی خط لکھا حضرت نے حوصلہ بخشتے ہوئے علاقہ سنبھالنے کا مشورہ دیا۔ اور مسلمانوں کی جہالت دور کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیت سے اس علاقے میں اسلام کی تعلیمات کو عام کیا اور مسلمانوں کے مذہبی اور تعلیمی حالات کی اصلاح کے لئے کئی طرح کے اقدامات کئے، اور اپنی دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں کو تیز کر دیا۔ ان کے ہم عصر عالم دین پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ والرضوان فرماتے ہیں۔ فراغت کے بعد جب وہ چھتیس گڑھ تشریف لائے تو یہاں کا دیہی مسلمان پرانے مراسم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ ایک کفن بردوش مجاہد کی طرح گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، گلی گلی کی خاک چھانی، دن کہیں، رات کہیں، صبح کہیں، شام کہیں کی منہ بولتی مثالی بن گئے۔ پھولوں کی سیج پر نہیں کانٹوں اور انگاروں سے گزرتے، بلاد دامصار میں آپ مشن کی دُھن میں دیوانہ وار جٹے رہے، جہاں پہنچے کلمہ حق کہا، مذہب اہل سنت کی تلقین کی، مسلک رضویت کو فروغ دیا۔ انکے سینے میں ایک دردمند دل تھا جس نے انہیں سیماب صفت رکھا وہ مسلمانوں کے غم میں کسی کروٹ چین نہ پائے وہ ملک دوست بھی تھے اور مسلمانوں کے دکھ درد کے ساتھی بھی۔ (محسن ملت ص ۳۲)

جیل میں دعوت وتبلیغ

سیاسی اعتبار سے آپ کانگریسی تھے تاہم ملک کی آزادی کی جدوجہد میں پارٹی سے اوپر اٹھ کر کام کرتے تھے۔ ۱۹۲۲ء میں رائے پور میں مسلم لیگ کا جلسہ تھا اس میں آپ نے شرکت کی اور انگریزوں کے خلاف پرجوش تقریر کی کہ پورے علاقے میں

انگریزوں کے تئیں نفرت وعداوت کی آگ سلگنے لگی اور دفعہ ۱۴۴۔اے کے تحت ۱۲ر جون ۱۹۲۲ء میں آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ جیل کی تاریک کوٹھری میں بھی آپ نے شمع ایمان سے اسلامی نور پیدا فرمایا۔ آپ کی دعوت حق سے سینکڑوں غیر مسلموں نے اسلام کے دامنِ رحمت میں پناہ لیا۔ جن میں متعدد انگریز بھی شامل تھے۔ مولانا محمد علی فاروقی فرماتے ہیں۔ "رائے پور میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس میں یک گونہ اختلاف کے باوجود علاقائی حالات کے پیش نظر آپ نے شرکت کی۔ متعدد مقرروں کے بعد آپکا موقع آیا تو آپ نے انگریزوں کی مخالفت میں ایسی جوشیلی تقریر کی، کہ پورا علاقہ آتشِ بغاوت سے سلگنے لگا جس کے نتیجے میں آپ کو ۱۲/ جون ۱۹۲۲ء کو دفعہ ۱۴۴۔اے کے تحت جیل کی تاریک کوٹھری میں ڈال دیا گیا۔ مگر آپ وہاں بھی نور ایمان بن کر ضوفشانی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سینکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا جن میں متعدد انگریز بھی شامل تھے۔ جس وقت عدالت میں آپ سے معافی مانگ کر چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کہا گیا آپ نے نہایت جاہ وجلال کے ساتھ جج کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مجھ پہ الزام ہے مذہب کی طرف داری کا
دیکھئے کون سا قانون سزا دیتا ہے

بالآخر آپ کو قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔ قید وبند کی صعوبتوں نے آپکا استقبال کیا۔ جیل کی تاریک کوٹھری میں آپکو قید کر دیا گیا جہاں کوڑے برسائے گئے، لاٹھیاں چلائی گیں، قتل کی سازشیں کی گئیں۔ مگر آپ مصائب وآلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے اور مسکرا کر مجاہدین آزادی کو دعوت فکر دیتے رہے۔

بیڑیاں مجھ کو پہننے میں ذرا بھی ذلت نہیں
باپ دادا کا طریقہ، سنت سجاد ہے

طوق وزنجیر کی اور بیڑیوں کی جھنکار میں قیدخانہ کی چہار دیواری میں آپ قید تو کر دئے گئے مگر آپ کا پیغام اسلام وہاں بھی گونجتا رہا۔ اوراس کی صوتِ سرمدی سے کفرو شرک کے علم برداروں کا کلیجہ دہلتا رہا۔ ہرروز نماز تہجد کے بعداذان وجماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی، تلاوت قرآن اوراوراد وظائف کی زمزمہ سنجی اور پھراس کے بعد وعظ ونصیحت کی محفل ایسی نہیں تھی جواپنا اثر نہیں دکھاتی۔ دھیرے دھیرے وہاں کے درو دیوار بھی اس کی تجلیات سے جگمگانے لگے۔ اور دلوں کی سیاہی بھی دھلنے لگی۔ جونام کے مسلمان تھے انہوں نے ایمان کی نئی توانائی محسوس کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایمانی روشنی سے ان کے تاریک دل جگمگا اٹھے۔ یہاں تک کہ کچھ انگریز بھی آپ کی دل آویز شخصیت اور ایمان افروز صحبت سے فیضیاب ہوئے اوردامنِ اسلام سے وابستہ ہوگئے۔

ایک باغی مجرم کا جیل کی تاریک وادیوں میں شمع ایمان بنکر روشنی بکھیرنا اور وہ بھی حکومت برطانیہ کا مجرم! یہ معمولی جرم نہیں تھا۔ نیچے سے لیکر حکام بالا تک ہر کسی کی نظروں میں آپ خارِ مغیلاں کی طرح کھٹکنے لگے۔ ظلم وستم کی آندھیاں کچھ اور تیز ہوگئیں۔ مصائب وآلام کی تاریکیاں کچھ اور بڑھ گئیں۔ مگر آپ مسکرامسکرا کر مصائب وآلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔

میں وہ مجنوں ہوکہ زنداں کے نگہبانوں کو
میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا

شدھی تحریک کے خلاف نبرد آزمائی

۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء میں متعصب ہندوؤں نے سادہ لوح مسلمانوں کونعوذ باللہ مرتد بنانے کی مہم شروع کی جسے یہ لوگ شدھی تحریک کہتے ہیں۔ امام احمد رضا کی جماعت رضائے مصطفےٰ کے زیر اہتمام علماء اہل سنت نے اس تحریک کو کچلنے کے لئے جہاد چھیڑ دیا۔ شہر شہر، قریہ قریہ سواری سے اور پیدل سفر کر کے اس فتنے کو کچلنے میں مصروف ہوگئے۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۲ء) مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان وغیرہ علماء اہل سنت نے نہ صرف یہ کہ اس فتنہ کو روکا بلکہ حضرت مفتی اعظم ہند نے پانچ لاکھ ہندوؤں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔ اس تحریک کی تفصیلات اس زمانے میں ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور ۱۹۲۳ء، ہفت روزہ ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ جولائی ۱۹۲۳ء، روزنامہ خلافت ممبئی ۳۰ جون ۱۹۲۷ء، ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور میں شائع ہوئیں۔ مولانا حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان خلف اکبر امام احمد رضا نے مرادآباد کے آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۲۵ء کے خطبۂ صدارت میں شدھی تحریک کی فتنہ سامانیوں اور علماءِ اہل سنت کی اس کے مقابل خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اب تک تو شدھی کی تحریک راجپوتانہ ہی میں تھی، لیکن اب انہوں نے اپنا میدان عمل وسیع کردیا ہے، اور تمام ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے ہاتھ مارتے ہیں، قومیں کی قومیں ان کی دستبرد سے تباہ ہورہی ہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی انجمنیں ہر جگہ نہیں ہیں، جو ہیں ان سے رابطہ نہیں جس سرزمین کو خالی دیکھا وہاں آریہ دوڑ پڑے۔ جب تک علماءِ اسلام کسی حصہ ملک سے بلائے تب تک کتنے غریب شکار ہوچکتے ہیں۔ راجپوتانہ میں ہمیں تجربہ ہوچکا ہے کہ آریوں کے زر، زور، طمع اور دباؤ وغیرہ کی تمام قوتیں اسلامی فضلاء کی دعوتِ حق

کے مقابل بیکار ہو جاتی ہیں۔ جاہل ناداروں کے سامنے ہزار ہا روپیہ پیش کیا جاتا تھا اور انہیں مرتد ہو جانے پر بہت ولولہ انگیز مژدے سنائے جاتے تھے۔ وہاں ہمارے پاس اسلامی زہد اور بزرگوں کے ذکر کے سوا کوئی نسخہ نہ تھا۔ جو ایسے مریض پر کارگر ہوتا ہے۔ مگر یہ نسخہ ایسا بے خطا اثر کرتا تھا کہ دیہاتی نوجوان اپنی سرمستی سے ہوش میں آکر دل لبھانے والی صورت اور مال ومنال کے لالچ دونوں کو نفرت کے ساتھ ٹھوکر مار کر اطاعتِ الٰہی کے لئے کمر بستہ ہو جاتا تھا۔،، (خطبہ حجۃ الاسلام ص ۵۱۔۵۲، بحوالہ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۹۰۔ مرتبہ مولانا عبد المجتبیٰ رضوی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۹۲۳ء میں فتنہ ارتداد کی مہم شروع ہوئی اور ہندوستان کے تمام صوبوں بالخصوص بہار کے گوپال گنج میں مسلمانوں کی شدھی کر لی گئی۔ آل انڈیا سیرت کی سرکردگی میں علماء اہل سنت نے پھر اس کا قلع قمع کیا۔ ڈاکٹر شوکت صدیقی ہزاری باغ رقم طراز ہیں:

"مولانا سید ظفر سجاد صاحب نائب صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت صوبہ بہار شاخ کی زیر نگرانی اسلامی مبلغین وواعظین کے وفود نے بہار کے مختلف اضلاع وقصبات اور دیہاتوں میں تبلیغی گشت کی، آل انڈیا تبلیغ سیرت کے وفود نے اسلامی احکامات اور سیرت مصطفےٰ ﷺ کو ان علاقوں میں زور وشور سے عام کیا جہاں شدھی کی تحریک زوروں پر تھی اور حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن اڑیسوی علیہ الرحمۃ والرضوان صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت اس وقت صوبہ گجرات ضلع احمد آباد کھتال گاؤں تشریف لے گئے۔ جبکہ حکومت کی طرف سے وہاں جانا ممنوع، دوسری طرف جان ومال کا خطرہ تھا۔ شہر سے کافی دور جہاں آسانی سے سواری نہ جا سکے، آپ دیہات کی پگڈنڈیوں پر چلتے چلتے اس گاؤں تک جا پہنچے۔

مجاہد ملت کے ہمراہ مجاہد دوراں علامہ مظفر حسین کچھوچھوی (ایم۔ پی۔) پاسبان ملت مشتاق احمد نظامی، طوطی حق مولانا احسان علی صاحب باندوی اور مولوی نعمت اللہ غازی پوری ودیگر علمائے کرام بھی تھے۔ بہت سے مصائب برداشت کئے، وہاں پہنچ کر پتھر کھائے، گالیاں سنیں مگر یہی کہتے رہے کہ سرور عالم ﷺ کی سنت پر عمل کی یہ بھی ایک تصویر ہے۔ بالآخر فتنہ ارتداد کی مہم نے دم توڑ دیا۔"

(ہفت روزہ نوائے حبیب کلکتہ، مجاہد ملت نمبر ص ۱۶۴-۱۶۵)

اتر پردیش، راجستھان، پنجاب، بہار میں جہاں یہ شدھی تحریک زوروں پر چل رہی تھی وہیں مدھیہ پردیش کا چھتیس گڑھ جو مذکورہ بالا صوبوں کی طرح علمی وروحانی سرزمین نہیں تھا وہاں شدھی تحریک نے اور زیادہ زور پکڑ رکھا تھا۔ محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی نے گاؤں گاؤں جا کر نہ صرف مسلمانوں کے دولت ایمان کی حفاظت کی بلکہ سینکڑوں غیر مسلموں کو بھی دولتِ اسلام سے بہرہ ور کیا۔ مولانا محمد علی فاروقی لکھتے ہیں۔ "ایسی حالت میں محسن ملت علیہ الرحمہ نے گاؤں گاؤں دورہ کیا، دیہات دیہات پڑاؤ ڈالا، قریہ قریہ ایمانی آواز پہنچائی اور شدھی آندولن کے لرزہ خیز، ایمان شکن طوفانوں کا نہایت کامیاب مقابلہ کر کے ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد کے پھندے میں نہ صرف پھنسنے سے بچایا بلکہ غیر مسلموں کو بھی مسلمان بنا کر دعوت وتبلیغ کا مقدس فریضہ انجام دیا۔

آپ کے اس مجاہدانہ کردار، سرفروشانہ للکار اور بے مثال تدبر ودور اندیشی کو دیکھتے ہوئے حجۃ الاسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ والرضوان فرمایا کرتے تھے کہ حامد علی تم ملت کا انمول نگینہ ہو۔ تم نے کفرستان میں اسلام کا چراغ جلایا۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ ریحان رضا خان صاحب سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی

شریف تحریر فرماتے ہیں کہ آج لوگ اپنے کو کلمہ پڑھاتے ہیں مگر یہ وہ شخصیت تھی جس نے غیروں کو کلمہ پڑھایا۔" (محسن ملت ص ۹۷۔۹۸)

عورت کی قوالی روکی

آپ کی دعوتی وتبلیغی سرگرمیاں صرف یہی نہیں تھیں کہ صرف مخالفین کا مقابلہ کیا جائے اوران کے شر سے مسلم عوام کو محفوظ رکھا جائے بلکہ آپ نے اپنوں میں پھیلی بے راہ روی کا بھی مردانہ وار مقابلہ کیا اور مسلم معاشرے کی اصلاح کی جدوجہد فرمائی۔ ایک دفعہ کسی بزرگ کے مزار پر عورت کی قوالی ہونی تھی آپ نے کس طرح مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اس کو بند کیا اسے آپ کے سفر وحضر میں ساتھ رہنے والے رئیس القلم علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمہ کی دل پذیر تحریر میں پڑھیئے۔ ''ایک بار رائے پور میں کسی بزرگ کے مزار پر عورتوں کی قوالی کا پروگرام بنالیا، اس کو اپنے وقار کا سوال بھی بنالیا۔ مولانا بھی سر سے کفن باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ اتفاق سے انہیں ایام میں مجھے بمبئی کا ایک سفر پیش آیا۔ میں نے مولانا کو اپنے اس پروگرام سے مطلع کردیا تھا۔ رائے پوراسٹیشن پر جب میری ٹرین پہنچی، تو مولانا پلیٹ فارم پر انتظار میں کھڑے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی باغ باغ ہوگئے۔ مولانا نے عورت کی قوالی کے سلسلے میں مجھے یہاں کا سارا حال سنایا۔ آخر میں فرمایا کہ منتظمین بھی بضد تھے کہ وہ مزار شریف پر یہ پروگرام کرکے رہیں گے اور میں بھی تہیہ کرلیا کہ شریعت کے ناموس کے تحفظ اور عرس کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لئے مجھے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے تو میں قدم پیچھے نہیں ہٹاؤں گا۔ دم رخصت انہوں نے بھرائی آواز میں مجھے وصیت کی کہ مقدر کی ارجمندی سے اگر میرا جذبۂ سرفروشی اپنی مراد کو پہنچ گیا تو تم میرے مدرسہ کا خیال رکھنا اور میرے

یتیم بچوں کی خبرگیری کرتے رہنا۔ مولانا کے اس رقت انگیز جملے سے میری آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔ میں نے انہیں تسلّی دی کہ آپ کا جذبۂ عشق واخلاص سلامت رہے، ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ رائے پور کے غیور مسلمان آپ کو دار کی طرف بڑھنے کے لئے چھوڑ دیں گے۔ رہ گیا وہ کام جو آپ نے مجھے سونپا ہے وہ آپکے مرنے پر ہی موقوف نہیں ہے آپ کی زندگی میں بھی میں آپ کی یہ وصیت یاد رکھوں گا۔،،

بمبئی کی واپسی میں پھر حضرت اسٹیشن تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ غریب نواز نوراللہ مرقدہ کے صدقے خدا نے قبول حق کے لئے منتظمین کا سینہ کھول دیا۔،،

مدرسہ اصلاح المسلمین رائے پور

علم انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ علم ہی نے حضرت آدم کو ملائکہ پر فضیلت بخشی، علم زندگی ہے اور جہل موت ہے، علم روشنی ہے اور جہالت اندھیرا، علم وہ چشمۂ صافی ہے جس سے حیاتِ سرمدی کے سوتے نکلتے ہیں۔ علم معرفتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

پگھلنا علم کی خاطر مثال شمع زیبا ہے
بغیر اس کے نہیں پہچان سکتے کہ خدا کیا ہے

علم وہ دولت ہے جسکو دنیا کی کوئی طاقت چھین نہیں سکتی۔ علم جتنا خرچ کیا جاتا ہے اس میں اتنا ہی اضافہ ہوجاتا ہے۔ علم سے دوستوں کی تعداد بڑھتی ہے۔ علم انسان کو باوقار بناتا ہے۔ علم انسان کو عزت وعظمت عطا کرتا ہے۔

عزیزِ علم سے بڑھ کر کوئی وقار نہیں
یہ وہ چمن ہے جہاں گل ہی گل ہیں خار نہیں

علم کی ضرورت ہر فرد اور ہر معاشرہ کو ہے۔ خصوصاً ایسے افراد جو جہالت ہی نہیں شرک وکفر کی تاریک راہوں میں بھٹک رہے ہوں۔ ان کے لئے علم وہ مینارۂ نور ہے جو سمت سفر کے تعین میں راہنما ہوتا ہے۔ چھتیس گڑھ کی جہالت زدہ انسانیت کو قعر ظلمت سے نکالنے کے لئے بھی ایک ایسے ہی نوری مینار کی ضرورت تھی جو ہمیشہ آنے والی نسلوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکالنے کا کام کرتی ہے اور زندگی میں سفر کی صحیح سمت متعین کرنے میں معاون ہو اور وہ علم دین ہی ہوسکتا تھا جو انسانیت کو اس کی خودی کی شناخت کرائے۔ محسن ملت نے مسلمانان چھتیس گڑھ کے لئے ایسے ہی ایک اسلامی قلعے کی ضروت کے احساس کے تحت دعوت وتبلیغ کے اپنے سفر میں ایک روشن منزل کو جوڑ دیا جو جہالت کے تھکا دینے والے ہیجان سے مسافران حیات کو آرام گاہ فراہم کرے جہاں ستا کر اور ایک نئی زندگی حاصل کرکے شاہراہ حیات میں نشانِ منزل بن کر نکل پڑیں اور دوسروں کو سرمدی حیات کا پتہ دیتے رہیں ۱۹۴۲ء ہندوستان غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہونے کے لئے بے قرار تھا۔ دوسری جانب محسن ملت نے جہالت کی غلامی سے چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کو آزاد کرانے کی بھی ٹھان لی اور مدرسہ اصلاح المسلمین کی بنیاد رکھ دی۔ قوم کے یتیم ونادار بچوں کو بھی قرار آ گیا۔ علم کی وہ روشنی پھیلی کہ پورا علاقہ جگمگا اٹھا۔ آپ کے ہم عصر قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری تحریر فرماتے ہیں۔ ’’انہوں نے جس زمانے میں چھتیس گڑھ کو اپنی مذہبی، تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز بنایا وہ علمی اور مذہبی اعتبار سے اس علاقے کا بہت ہی تاریک دور تھا۔ اس علاقے میں علمی اور دینی شعور برپا کرنے کے لئے بڑے سنگین مراحل سے

گزرنا پڑا۔ سالہا سال کی قربانیوں اور پرسوز جدوجہد کے بعد اس علاقے میں دین وسنت کی بہار آئی، مولانا نے سب سے پہلے مدرسہ اصلاح المسلمین دار الیتامی کے نام سے رائے پور میں ایک رہائشی قسم کا دینی تعلیمی ادارہ قائم کیا اور آس پاس کے اضلاع اور قرب وجوار کے یتیم ونادار بچوں کو خورد ونوش کی کفالت کے ساتھ اپنے مدرسہ میں داخل کیا۔ اور جب مولویوں اور حافظوں کی ایک فوج تیار ہوگئی، تو انہوں نے امام کی حیثیت سے اپنے علاقے کی مسجدوں کو سنبھال لیا۔ آج چھتیس گڑھ میں مسلک اہل سنت کا جو فروغ آپ دیکھ رہے ہیں اس کی سرخی میں مولانا کے خونِ جگر کا بہت بڑا حصہ ہے۔ علاقے کی بنجر زمینوں میں جب تک فصلیں اگتی رہیں گی اور دانہ چننے والے چنتے رہیں گے اسے مولانا ہی کا مفتوحہ علاقہ کہا جاتا رہے گا۔‘‘

(محسن ملت ایک تعارف ص ۲۵،۲۶)

مجاہد دوراں مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں۔

"مولانا موصوف نے پورے مدھیہ پردیش میں یہ دیکھ کر کہ یہاں کوئی دینی و دنیاوی ادارہ نہیں ہے اور یہاں کے لوگ مذہب سے ناآشنا ہیں اور نہ انکو اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کا شوق ہے۔ اللہ کا نام لے کر آپنے آبائی وطن الہ آباد چھوڑ کر رائے پور میں قلعہ مصطفٰے ﷺ کی بنیاد رکھی تھی۔ اس سلسلے میں حضرت کو بڑے بڑے امتحانات سے گزرنا پڑا۔ اپنے اور بیگانوں کے ہاتھوں نہ جانے کیسے کیسے مصائب اٹھانے پڑے۔ لیکن حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے ہر ایک حملہ کا جواب مسکراتے ہوئے دیا، جس کے نتیجے میں اس سرزمین پر دین کا ایک عظیم ادارہ قائم ہے۔ (محسن ملت ایک تعارف ص ۴۶)

مفتی عبد الحلیم اشرفی رضوی لکھتے ہیں۔ "مولانا حامد علی فاروقی ایک متحرک اور فعال شخصیت کا نام ہے۔ جو ملک اور ملت کی خدمت سے کبھی تھکتے نہیں، اگر وہ آپ کو

کبھی دینی اجلاس میں اپنی قوم کی رہنمائی کرتے دکھتے تو دوسری طرف ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو استعمال کرتے نظر آتے۔ وقت کے بہترین عالم، صف اوّل کے خطیب اور میدان سیاست کے ماہر تھے۔ قوم کی نباضی اور سیاسی بالغ نظری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی، میں اپنے اس دعوے میں مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامٰی اور اینگلو اردو ہائی اسکول کو پیش کر سکتا ہوں۔

مولانا نے مدرسہ قائم کر کے امید اور یقین کا ایک چراغ جلایا اور چونکہ ہر طرف آزادی کی لہر دوڑ چکی تھی، دنیاوی تعلیم میں بھی اپنے قوم کی پسماندگی کو محسوس کیا۔ ایسے ہولناک ماحول میں وقت کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے اینگلو اردو ہائی اسکول کو عملی جامہ پہنایا تا کہ قوم مسلم کے نونہال جہاں دنیاوی تعلیم میں بھی کسی قوم سے پیچھے نہ رہیں۔ گویا اپنی تعلیمات سے آراستہ ہو کر جہاں مذہب کی اشاعت کریں وہیں دنیاوی تعلیم سے پیراستہ ہو کر ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنے اسلاف کا نمونہ بنکر دوسری قوموں کے لئے مثال بن سکیں۔''

آج محسن ملت کا قائم کردہ مدرسہ اصلاح المسلمین چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کا علمی مرکز بن گیا ہے اور یہ افق علم پر آفتاب بن کر علم کی روشنی سے پورے چھتیس گڑھ اور اس کے اطراف و اکناف کو منور و تاباں کر رہا ہے۔

مدرسہ کے علاوہ اب اینگلو اُردو ہائی اسکول اور طبیہ کالج کی پرشکوہ عمارت اور خدمات سے پورا صوبہ ممنون ہے۔ محسن ملت یونی میڈیکل کالج، غریب نواز انگلش، ہندی میڈیم اسکول حضرت کے پوتے عالی جناب اکبر علی فاروقی کی صدارت میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ رب ذوالجلال مزید عروج بخشے۔ آمین۔

مہاجرین کو دعوت قرار

ہندوستانیوں کے مسلسل جدوجہد اور بے مثال قربانیوں کے نتیجے میں انگریزوں نے ہندوستان تو چھوڑا مگر یہاں کے لوگوں میں آپسی نفرت و عداوت کی آگ ہمیشہ کے لئے لگا گئے۔ ہندوستان کی تقسیم کی قیمت پر ملک آزاد ہوا۔ ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اور ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ملک کی فہرست میں شامل ہوا۔ پاکستان کا وجود ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک نئے طوفان کی شکل میں ہوا۔ ہندوستانی مسلمانوں نے ایک نئی اسلامی ریاست کا خواب دیکھا تھا، جہاں اسلامی امن کے سائے میں دین و مذہب محفوظ ہوگا۔ اسلامی معاشرہ سے ملک جنت کا نمونہ ہوگا، جہاں ظلم و ستم اور بربریت کا ننگا ناچ نہیں ہوگا۔ جہاں ماں بہنوں کے عصمتوں کا سودا نہیں ہوگا، خواتین کی عزتیں محفوظ ہونگی، اسلام کا بول بالا ہوگا، اسلامی نظام عدل مساوات انسانی کا پیغام لے کر آئیگا۔ انہیں تصورات نے ہندوستانی مسلمانوں میں یہ جذبہ جنون کی حد تک بھر دیا تھا کہ ہندوستان میں رہنے کے بجائے ہمیں اب پاکستان میں مستقل بود و باش اختیار کرنی ہے جہاں فرقہ وارانہ فسادات کی آگ میں ہمیں جلنا نہیں پڑے گا۔ ہجرت کا سیلاب تھا ہزاروں خاندان کے افراد اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر زمین جائداد اونے پونے داموں میں فروخت کر کے اہل وعیال کے ساتھ نکل پڑے۔ بستی کی بستی خالی ہوگئی۔ مکانات پر غیر مسلموں نے سستے داموں میں قبضہ کرلیا۔ مسجدیں ویران ہوگئیں اور انہیں موشیوں کی رہائش گاہوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ مسجدوں کا تقدس پامال ہوا۔ پھر ہجرت کرنے والے بھی تو صحیح وسلامت منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے۔ ان نہتے قافلوں پر کبھی سکھ درندوں کا حملہ ہوتا تھا، تو کہیں ہندو بھیڑیوں کا۔ کتنے دوشیزاؤں کی

عصمتیں لٹ گئیں، کتنی پردہ نشینوں کو بے نقاب کر دیا گیا، سہاگنیں ابھاگن بنیں، بچے یتیم ہوئے، قافلہ لٹتا گیا، فسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس سیلاب نے نہ جانے کتنے خاندان تباہ و برباد کر ڈالے، کتنے دریا برد ہوگئے، اسے تاریخ بھی بتانے سے قاصر ہے۔ ہاں تاریخ کو اتنا ضرور یاد ہے کہ اپنے وطن عزیز سے پاکستان کا خواب دیکھ کر جو لوگ خاک وخون کا دریا عبور کر کے لاہور یا کراچی پہنچے انہیں وہاں کے انصار نے مہاجر ہی قرار دے رکھا ہے اور آج بھی ان کے ساتھ دوسرے درجہ کے شہریوں کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ ہجرت کے ہولناک مناظر اور اس سے قوم مسلم کے لٹے پٹے کارواں کی جو تصویر بعد میں لوگوں نے دیکھی اسے انکے مخلص قائدین نے مومنانہ فراست سے پہلے ہی دیکھ لیا تھا اور مسلمانوں کو ہجرت سے بار بار منع فرمایا تھا۔ نام نہاد مسلم لیڈر اپنے غیر مسلم آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پہلے بھی مسلمانوں کو افغانستان ہجرت کر جانے کا فتویٰ دے چکے تھے اور ہندوستان سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹا دینے کی ان کی اس سازش میں وہ بھی شریک نظر آئے۔

آزادی سے قبل مولانا آزاد کے فتوی ہجرتِ افغانستان کی امام احمد رضا نے کھل کر مخالفت کی تھی۔ اس ہجرت کے نتیجے میں مسلمانوں کی بربادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا تھا۔ آزادی کے بعد پاکستان ہجرت کرنے والوں کو ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری اور حضور حافظ ملت علیہما الرحمۃ والرضوان جیسے مدبروں نے ہجرت سے روکا تھا جس کے نتیجے میں بہت سے خاندان آزادی کے بعد بھڑکے فسادات کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہے۔ چھتیس گڑھ میں بھی ترک وطن کر کے پاکستان جانے کا خواب دیکھنے والوں کی کمی نہیں تھی۔ محسن ملت نے انہیں واقعی صورت حال سے آگاہ فرماتے ہوئے تباہی سے بچانے کی کوشش بلیغ فرمائی۔ مولانا محمد علی فاروقی رقم طراز ہیں۔" ایسے

پُر آشوب اور رستہ خیز ماحول میں قوم کو سنبھالنا، انہیں دلاسہ دینا آسان کام نہیں تھا۔ مگر آپ نے نہایت مدبرانہ اور ٹھوس منصوبہ کے ساتھ حالات کا رخ موڑنے کا پروگرام بنایا اور جو لوگ پاکستان جارہے تھے انہیں مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

’’سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہت پہلے فرمادیا تھا کہ دشمن ہمارے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔ سب سے پہلے ہماری موت تاکہ معاملہء ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے۔ اگر یہ نہ ہوسکے تو جلاوطنی چاہیگا، تاکہ پاس ہی نہ رہے۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکا تو آخر درجہ میں عاجز و مجبور بنانا چاہے گا۔ ایک دفعہ تم لوگوں نے ہجرت کر کے دیکھ لیا، مگر اس میں سوائے بربادی کے تمہیں کچھ ہاتھ نہیں لگا۔ آج پھر تم یہاں سے جانا چاہتے ہو، مگر جانے سے پہلے سوچو، سمجھو، کچھ فیصلہ کرو۔ بھارت کی دھرتی پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے۔ دہلی کے لاقلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان ہجرت کرنا سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔

ایک جگہ نہایت مدبرانہ اور مفکرانہ انداز مین ایسی بکھری قوم کو آواز دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ’’تم کہاں جارہے ہو؟ خواجہ کی دھرتی تمہیں پکار رہی ہے، مخدوم سمناں کا روضہ تمہیں آواز دے رہا ہے، محبوب پاک کا آستانہ تمہیں یاد کر رہا ہے، تمہارے آباؤ اجداد کی ہڈیاں تمہیں للکار رہی ہیں، خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟ مخدوم پاک کا روضہ چھوڑ کر تم سکون کیسے پاؤ گے؟ مخدوم کا سایہ چھوڑ کر تمہیں کہاں چین ملے گا؟ سرکار اعلیٰ حضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کیسے جی سکو گے؟

(ہفت روزہ ہمارا قدم دہلی۔ ۱۷/ جنوری ۹۱، بحوالہ محسن ملت ص ۱۱۰)

آپ کے پرجلال صدا نے بجھتے دلوں میں امیدوں کی شمع روشن کردی، پژمردہ روحوں کونئی زندگی مل گئی۔ مفلوج دل ودماغ نئی امنگوں سے سرشار ہوکر آپ کے اشارۂ ابرو پرقربان ہونے کے لئے تیار ہوگئے۔ وقت کی للکار نے سیکڑوں اجڑتے گھروں کو بسادیا۔ ہزاروں بھٹکتے قدم تھم گئے۔ صدہا عورتیں بیوہ ہونے اور ہزاروں بچے یتیم ہونے سے بچ گئے۔

آپ نے نہ صرف انہیں للکارا، انکے حوصلوں کو بلند کیا، نئی امنگ اور نیا جذبہ عطا فرمایا، بلکہ بھاگنے والوں کو روکنے کے لئے متعدد ٹولیاں بنائیں جن میں سے ایک گروہ ریلوے اسٹیشن پر متعین تھا۔ تو دوسرا بس اسٹینڈ پر نگرانی کررہا تھا۔ اور آپ خود ایک گروہ کے ساتھ لوگوں کے گھر پہونچتے، حالات معلوم کرتے، ہمت بندھاتے، حوصلہ بندھاتے اور بھاگنے والوں کو سمجھا بجھا کر یہیں جینے مرنے کے عہد لیتے۔

آپ کی اسی محنت وجانفشانی کا نتیجہ ہے کہ علاقہ چھتیس گڑھ اجڑنے اور برباد ہونے سے نہ صرف بچا ہے، بلکہ سرزمین رائے پور پر مسلمانوں کی ایک عظیم تعداد گاؤں دیہات میں بکھرے مسلمانوں کو ہمت وحوصلہ دے رہی ہے۔ شہزادۂ غوث الوریٰ، سرتاج مارہرہ، سید السادات حضرت مولانا شاہ حیدر حسن میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔ "ان کی بلند ہمتی وجفاکشی اور بے باکی ملت کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔'' شہزادۂ محبوب سبحانی حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے جوشِ حسینی، ولولہ حیدری، ایمانی توانائی اور خدمت دین کا بے مثال جذبہ دیکھ کر فرمایا تھا کہ " آپ کی زبان میں خدا نے وہ تاثیر دی ہے جو پل بھر میں لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ آپ جس علاقے میں پہنچ جائیں گے اسلام کا بول بالا ہوگا اور آپ کے رہتے دشمنوں کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہوسکتی۔''

(خزانہ نور اسلام ص۳، بحوالہ محسن ملت ایک تعارف ص۱۰۹)

جلالۃ العلم، استاذ العلماء حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مرادآبادی، بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: ''قوم کی صحیح نباضی اور سیاسی دوراندیشی کا آپ پیکر اور حضور اعلیٰ حضرت کے فیضان کی چلتی پھرتی تصویر تھے، اِس ویران اور اجاڑ علاقے میں آپ نے جس محنت وقربانی کے ساتھ اسلام کا پیغام پہنچایا وہ خود اپنی مثال ہے۔''

محسن ملت کی ذات ایک انجمن تھی، وہ ایک پرسوز مبلغ وداعی تھے اور دعوت وتبلیغ کا انہوں نے پورا پورا حق ادا کیا جس کی شہادت سرزمین چھتیس گڑھ دے رہی ہے۔ ان کے اندر داعیانہ اوصاف کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں "مولانا کی گفتگو کا انداز سب سے نرالا تھا۔ وہ اپنے مقابل کی بڑی سی بڑی دلیل اس خوبی سے مسکراتے ہوئے مسمار کردیتے تھے کہ آدمی ہکّابکّا رہ جاتا تھا۔''
(محسن ملت ایک تعارف ص۲۸)

مختصر یہ کہ محسن ملت کی زندگی ایک مخلص داعی ومبلغ کی زندگی ہے۔ انہوں نے اپنی عمر عزیز ملت بیضاء کی سرفرازی میں صرف فرمادی، جہالت زدہ مسلمانوں کو علم وعرفان کی روشنی عطا کی اور ان کی اس روشنی سے رائے پور ہی نہیں پورا چھتیس گڑھ جگمگاتا رہے گا۔

جب تک یہ فضا شام وسحر بار رہے گی
اے ساز شکستہ تیری جھنکار رہے گی

☆☆☆

محسن ملت ایک کثیر الجہات شخصیت

ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی

صدر شعبہ اردو فارسی بہار یونیورسٹی، مظفر پور

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی (۱۸۸۹ء تا ۱۹۶۸ء) ایک کثیر الجہات اور محمود الصفات شخصیت کا نام ہے۔ اپنے عہد کے ایک جید عالم دین، مبلغ اسلام، سیاسی مدبر اور دین وسنیت کے پرجوش داعی کی حیثیت سے ملک کے طول وعرض میں جانے اور پہچانے گئے۔ بلاشبہ وہ بہت بلند اور برگزیدہ ہستیوں میں تھے جن پر یہ شعر پوری طرح منطبق ہوتا ہے کہ ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

محسن ملت ایک ایسے ہی انسان تھے جو اپنی دینی بصیرت، خلوص وللّٰہیت اور انقلابی سرگرمیوں کی بدولت محبوب ملت بن گئے۔ ہوا کی زد پر چراغ جلانا ہر کس وناکس کا مقدر نہیں۔ انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیادہ۔ محسن ملت کی غیر معمولی قوت ارادی، اولوالعزمی اور اخلاص فی العمل نے ان کو ہر میدان میں شاندار فتوحات سے ہمکنار کیا اور اُن کے جذبہ پرخلوص کو مرحبا کہا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے علاقہ چھتیس گڑھ کو اپنا تبلیغی مرکز اور مستقر بنایا۔ اس علاقے کے مسلمان تعلیمی اور تہذیبی اعتبار سے حد درجہ پسماندہ اور جہالت وضلالت کی آخری منزل میں تھے۔ اس لئے آپ نے ان کی اصلاح وتربیت کا عزم بالجزم کیا۔ اور اپنی بہترین صلاحیتیں بروئے کار لاکر ان کو اسلامی تعلیمات سے قریب کیا۔ جہالت کی تاریکیاں دور ہوئیں اور ہر طرف ایمان وعقیدے کا اُجالا پھیل گیا۔ اپنے اس مشن کو استحکام بخشنے کے لئے آپ نے ایک مدرسہ اصلاح المسلمین کے نام سے ۱۹۲۴ء میں قائم فرمایا۔ جو پورے علاقے بلکہ پوری ریاست مدھیہ پردیش کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوا۔

میرے نزدیک محسن ملت کا سب سے قابل قدر اور اہم کارنامہ شدھی تحریک فتنوں کا سدّ باب ہے۔ یہی ایک عمل ان کو صدیقین وصالحین کی صف میں شامل کرانے کے لئے کافی ہے۔ یہ ہولناک تحریک دراصل تحریک خلافت کی بالواسطہ دین تھی۔ مولانا محمد علی جوہر، حکیم اجمل اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری جو خلافت تحریک کے بانیوں اور علم برداروں میں سے تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کے سلسلے میں احتیاط اور اعتدال کی حدوں سے تجاوز کر گئے۔ انہوں نے شردھانند جیسے کٹر اسلام دشمن اور ہندو مبلغ سے رابطہ قائم کیا اس کو جامع مسجد دہلی کے منبر سے خطاب کرنے کی دعوت دی۔ اس موقع پر شردھانند کے حامیوں نے بڑی چالاکی سے سب کی تصویریں کھینچ لیں بعد میں شردھانند نے ریاست اتر پردیش کے مغربی علاقوں خصوصاً ملکانہ کے نومسلم راجپوتوں کو ان تصویروں کو دکھلا کر یہ سمجھانا شروع کیا کہ مسلمانوں کے اکابرین اور قائد تو ہمارے قدموں میں ہیں۔ ہم سے تعاون کی بھیک مانگتے ہیں۔ کفر واسلام کا فرق محض نمائش اور عارضی ہے۔ اس لئے

تم لوگ اپنی اصل کی طرف لوٹ آؤ۔ شدھی کے عمل کے ذریعہ پھر سے ہندو دھرم اپنالو۔
یہ خبر وحشت اثر نے مسلمانوں میں سخت اضطراب پیدا کیا خصوصاً علمائے اسلام کی دینی
حمیت نے ان کو ماہیٔ بے آب کی مانند کر دیا۔ سب سے پہلے حضرت مولانا مصطفےٰ رضا
خان بریلوی علیہ الرحمہ (مفتی اعظم ہند) انجمن رضائے مصطفےٰ کے اراکین کے ساتھ
شدھی تحریک کی سرکوبی کے لئے سورش زدہ علاقوں میں پہنچے اور ان جدید الاسلام
مسلمانوں میں ایمانی پختگی پیدا کی۔ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین علیہ الرحمہ
نے ایک ادارہ گوکل (دار المبلغین) قائم کیا جس کے ذمے داروں اور رضا کاروں نے
شدھی تحریک کی کمر توڑنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ نے
انجمن خدام الصوفیا کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ کی ہر ممکن
کوشش کی۔ محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ نے نوجوان عالموں پر
مشتمل ایک ٹیم تیار کی جس نے آپ کی محکم قیادت میں گاؤں گاؤں اور چپے چپے کا
دورہ کیا چنے اور ستو پر گزارہ کر کے اس تحریک کو کیفر کردار تک پہنچایا اور اس طرح سادہ
لوح مسلمانوں کے ایمان کو بچالیا۔ ان بزرگان ملت اور داعیان اسلام کو حق تھا اگر یہ
کہتے:

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

محسن ملت ایک سیاسی قائد کی حیثیت سے بھی بہت محترم اور قد آور نظر آتے ہیں۔
سیاست کو کبھی ذاتی اغراض ومفاد کا وسیلہ نہیں بنایا بلکہ ملک وملت کی بے لوث خدمت کا
جذبہ بے اختیار ان کو اس وادی پُر خار میں لایا جہاں سے وہ دامن بچا کر کمال ہوشمندی
سے گزر گئے۔ وہ کانگریس کی سیاست کرتے تھے مگر اس کی غلط پالیسیوں کی کبھی ہم
نوائی نہیں کی۔ وہ اس وقت کے وزیر اعظم ہند جواہر لال نہرو کے بہت قریب تھے

انتخابات کے موقع پر پنڈت جی ان کے محتاج تھے مگر محسن ملت کبھی ان کے محتاج نہیں
رہے۔ وہ اشارہ کی زبان میں بھی اقتدار کی خواہش ظاہر کرتے تو راجیہ سبھا کی ممبری
طشت میں رکھ کر انکو پیش کی جاتی۔ مگر ان کی شان بے نیازی، حب جاہ وحب مال کو
کب خاطر میں لانے والی تھی۔ سیاست میں بھی اس شعر کی عملی تفسیر بنے رہے کہ ؎

دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

اس لئے سیاست کے قد آدم آئینے میں ان کی تصویر بالکل صاف وشفاف اور
بے داغ وبے غبار نظر آتی ہے۔ محسن ملت کی حق گوئی وبے باکی کا اندازہ کرنے کے لئے
بس ایک مثال کافی ہے کہ وہ اس وقت کی ظالم وجابر حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال
کر بات کرتے تھے۔ احتجاجی جلسوں میں شریک ہوئے اور اس کی پالیسیوں کی کھل کر
مذمت کرتے تھے جس کی پاداش میں ۱۹۲۲ء میں وہ جیل میں ڈال دئے گئے مگر اس سے
ان کے سیاسی موقف پر کوئی اثر نہیں پڑا ان کے احتجاج کی لے اور تیز تر ہوگئی اور انہوں
نے اپنی عملی سرگرمیوں کے ذریعہ حکومت وقت کو اپنے فیصلے کی نظر ثانی پر مجبور کر دیا۔

☆☆☆

محسن ملت اوران کی قومی خدمت

حضرت علامہ الحاج مفتی عبدالحلیم صاحب اشرفی، نا گپور

میں نے ایک واقعہ حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن اسماعیل بغدادی کے تعلق سے پڑھا۔موصوف کا وصال ۲۸۷ھ میں ہوا آپ کا شمار مشائخ کبار اور گروہ صوفیاء میں ہوتا ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ حضرت ابواسحاق خواصی کے لقب سے مشہور تھے۔خواص غالبًا ٹوکری بنانے والے کو کہتے ہیں ٹوکریاں بنانا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔آپ بغداد میں نہر کے کنارے جاتے اوراس کے کنارے کنارے گھاس پھونس کواکھاڑ کرٹوکریاں بناتے اوراسے دریا میں پھینک دیتے اوراس کے بہنے کا دور تک نظارہ کرتے انہیں اس عمل میں لطف محسوس ہوتا ایک عرصہ دراز تک یہ کام کرتے رہے ایک دن اچانک انہیں محسوس ہوا کہ میں فضول کام میں اس عمر عزیز کوضائع کررہا ہوں جس سے خلق خدا کوکوئی فائدہ نہیں۔لہذا اپنی گرانمایہ زندگی کے لیے کوئی ایسا نیک کام ڈھونڈنا چاہئے جس سے خدا کی مخلوق مستفید ہواوراپنی کارکردگی پر میں خود مطمئن ہوسکوں چنانچہ وہ ایک دن دیر سے ندی کے کنارے پہونچے دیکھا کہ ایک خاتون گریہ وزاری میں مصروف ہے اس کے قریب گئے اور رونے کا سبب دریافت کیا اس نے کہا کہ میں ایک بدنصیب عورت

ہوں جس کے ذمہ پانچ یتیم بچوں کی کفالت ہے میرا شوہر دنیا سے جاتا رہا نہ اس نے کوئی اثاثہ چھوڑا نہ کوئی لڑکا جس سے ان یتیموں کی کفالت کروں۔چنانچہ میں اس ندی کے کنارے آتی اور بہتی ہوئی ٹوکریوں کوپکڑ لیتی اسے بازار لے جاکرفروخت کردیتی اوراس سے یتیموں کی کفالت کرتی۔آج بہت دیر سے ٹوکریوں کا انتظار کررہی ہوں مگرکوئی ٹوکری اب تک ہاتھ نہیں آئی اس غم میں رورہی ہوں کہ ان بچوں کوکہاں سے کھلاؤں گی۔حضرت ابواسحق ابرہیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس عورت سے جب سارا واقعہ سنا تو بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھادئے مولیٰ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے فضول کام سے بھی کسی کوفائدہ پہونچ رہا ہے اگر مجھے علم ہوتا تو میں ہرگز اس کام کوترک نہیں کرتا۔

اس واقعہ میں آپ ایثار وقربانی کی جھلک محسوس کریں گے اور خدمت خلق کا جذبہ بھی اور یہی ایثار وخدمت اگر رضائے الٰہی کے لئے ہوتو عبادت الٰہی میں شمار ہونے لگتا ہے۔عارف حق مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دل بدست آورد کہ حج اکبراست
صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتراست
درددل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اس عالم رنگ وبو میں جب سے موت وحیات کا کارخانہ شروع ہوا نہ جانے کتنے لوگ آئے اور گوشہ گمنامی کے دبیز پردے میں ایسے چھپ گئے کہ ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا لیکن انہیں جانے والوں میں بعض نفوس قدسیہ ایسے بھی ہیں جن کو زیرزمیں ہوتے صدیاں بیت گئیں مگران کے کارناموں کی بنیاد پر آج بھی تاریخ کے صفحات پران کا نام روشن ہے انہیں پاکباز لوگوں اور تاریخ ساز شخصیتوں میں محسن ملت حضرت

مولانا حامد علی صاحب فاروقی بھی ہیں موصوف اپنی مذہبی سیاسی اور سماجی کارکردگی کے سبب محتاج تعارف نہیں وہ اپنے اندر قوم وملت کی خدمت کا بہترین جذبہ اور یثاروقربانی کا بھرپور حوصلہ رکھتے تھے۔ مولانا حامد علی فاروقی ایک متحرک اور فعال شخصیت کا نام ہے جو ملک اور ملت کی خدمت سے کبھی تھکے نہیں۔ اگر وہ آپ کو کبھی دینی اجلاس میں اپنی قوم کی رہنمائی کرتے دکھتے تو دوسری طرف ملک کی تعمیر وترقی میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو استعمال کرتے نظر آتے۔ وقت کے بہترین عالم، صف اول کے خطیب اور میدان سیاست کے ماہر تھے۔قوم کی نباضی اور سیاسی بالغ نظری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ میں اپنے اس دعوے میں مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامی اور اینگلو اردو ہائی اسکول کو پیش کرسکتا ہوں۔

انگریزی دور حکومت میں خصوصاً مسلمانوں پر جس جبر واستبداد اور ظلم وبربریت کا مظاہرہ کیا گیا۔ مذہبی تعلیمات سے اس نسل کو دور رکھ کر جس جہالت کے گڈھے میں ڈھکیلا گیا وہ کسی تاریخ داں سے پوشیدہ نہیں ایسے پُرآشوب اور خطرناک ماحول میں جب کہ خصوصاً پورے چھتیس گڑھ کو جہالت کی تاریکیوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ مولانا نے مدرسہ قائم کرکے امید اور یقین کا ایک چراغ جلایا اور چونکہ ہر طرف آزادی کی لہر دوڑ چکی تھی اور دنیاوی تعلیم میں بھی اپنی قوم کی پسماندگی کو محسوس کیا۔ ایسے ہولناک ماحول میں وقت کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے اینگلو اردو ہائی اسکول کو عملی جامہ پہنایا تاکہ قوم مسلم کے نونہال جہاں دینی تعلیمات سے مزین ہوکر قوم کی قیادت وامامت کریں وہیں دنیاوی تعلیم میں بھی کسی قوم سے پیچھے نہ رہیں۔ گویا اپنی تعلیمات سے آراستہ ہوکر جہاں مذہب کی اشاعت کریں وہیں دنیاوی تعلیم سے پیراستہ ہوکر ملک کی تعمیر وترقی میں اپنے اسلاف کا نمونہ بن کر دوسری قوموں کے لیے

مثال بن سکیں۔

آج دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے میدان سیاست میں قدم رکھا وہ ملک وملت بچاؤ کا نعرہ دیکر ملک وملت بیچ آؤ کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ بے ایمانی اور ضمیر فروشی اور مفاد پرستی کے خوگر ہوجاتے ہیں۔ مگر ہم آپ کی سیاست کو بالکل اس کے برعکس پائیں گے انہوں نے اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کو قوم ومذہب کے لیے استعمال کیا اس کی بہترین مثال رائے پور کی مساجد ہیں۔ مولانا نے اپنی سیاسی وعلمی حکمت سے رائے پور کی سرزمین پر جمیعۃ العلماء کو قدم رکھنے نہیں دیا یہی وجہ ہے کہ آج رائے پور کی تمام مساجد بحق سنیت محفوظ ہیں۔

میں مولانا کی اس سیاسی بالغ نظری کو داد وتحسین پیش کرتا ہوں ان کے ان انقلاب آفریں کارناموں کی بنیاد پر انہیں محسن ملت کہنا بے جا نہ ہوگا اس محسن ملت کو قوم کس طرح فراموش کرسکے گی۔ اس حسین کارنامے کے سبب مولانا کا نام تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ زندہ وپائندہ رہے گا۔ مجھے کہنے دیجئے کہ مولانا کی یہ سیاست جس کو انہوں نے مذہب کے لیے استعمال کیا ممکن ہے یہی ان کے نجات کا ذریعہ بن جائے۔

☆☆☆

محسن ملت اور تحفظ سنیت

ادیب شہیر حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب، دارالعلوم قادریہ، چریا کوٹ

علمائے اہل سنت میں ایک تابندہ نام آتا ہے مجاہد حریت حضرت علامہ مفتی محمد حامد علی فاروقی رضوی رائے پوری علیہ الرحمہ کا، جو بیک وقت سیاسی قائد بھی تھے اور مذہبی مصلح ومرشد بھی، جنگ آزادیٔ ہند میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن افسوس کہ تاریخ میں آپ کو یکسر بھلا دیا گیا ہے۔ معلوم نہیں اس طرح کے اور کتنے گمنام مجاہدین آزادی ہیں جن کے نام تک کو چھپانے میں پوری کوشش کی گئی ہے۔ ان کی ایک اور حیثیت ہے مفتی ہونے کی بھی اس کو تو شاید بہت کم ہی لوگ جانتے ہوں گے، اپنے وقت میں پورے چھتیس گڑھ، مدھیہ پردیس میں آپ ایک مایہ ناز مفتی کی حیثیت سے مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے۔ ہوش سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے میں نے آپ کو ایک مفتی ہی کی حیثیت سے جانا، ہوا یہ کہ بنارس میں بے داڑھی والے یا خشخشی داڑھی والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں شرعی حکم پر مشتمل ایک پوسٹر شائع کیا گیا جس میں علمائے کرام کے فتاویٰ تھے اس پوسٹر میں نمایاں طور پر ایک فتویٰ محسن ملت حضرت مولانا مفتی حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا بھی تھا۔ میں نے اس پوسٹر کے ذریعہ حضرت محسن ملت علامہ فاروقی صاحب کو جانا۔ یہ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء کی بات ہے، اس

کے دو ہی سال کے بعد آپ کا انتقال بھی ہو گیا۔ چونکہ میں ابتدائی درجوں میں زیر تعلیم تھا اس لئے اخبارات ورسائل کے ذریعہ ان کے انتقال کی مجھے خبر بھی نہ ہو سکی۔ پھر ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء میں جب بغرض تعلیم دار العلوم اشرفیہ مبارک پور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی آغوش میں آ گیا تو وہاں طالب علم کی حیثیت سے حضرت محسن ملت کے نبیرہ مولانا محمد علی فاروقی سے ملاقات ہوئی جو مجھ سے جونیر تھے پھر آپ ہی کے ذریعہ حضرت محسن ملت کے تعلق سے باتیں ہوتی رہیں اور آپ کی عقیدت واہمیت ذہن و دماغ میں بستی رہی، لیکن ان کے تذکرے اور سوانح میں کوئی تحریر نظر سے نہیں گزری، نہ ہی کسی رسالے میں ان کا تذکرہ پڑھنے کو ملا، ہاں چند سال پیشتر مولانا محمد علی فاروقی کی کوششوں سے ''محسن ملت'' کے نام سے ایک مختصر تذکرہ نظر سے گزرا۔ میں اب تک حیرت میں ہوں کہ ایسے عظیم قائد اور محسن کو ملت نے کیسے بھلا دیا۔ غیر تو غیر اپنوں نے بھی غفلت برتی۔ اب ان کے نبیرہ جناب مولانا اکبر علی فاروقی اور مولانا محمد قمر الزماں مصباحی مظفر پوری کی کوششوں سے ان پر کام ہو رہا ہے۔ مواد جمع کیا جا رہا ہے۔ اب ہمیں امید ہو چلی ہے کہ مولانا اکبر علی فاروقی کی محنت اور سعی پیہم نے انگڑائی لی ہے تو کام آگے بڑھے گا، گمنام گوشے سامنے آئیں گے اور ان کی حیات کے گم شدہ اوراق منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوں گے اور غفلتوں کا کفارہ بھی ادا ہو جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے قائدانہ کارناموں کو منظر عام پر لایا جائے۔ اس وقت کے اخبارات ورسائل کو کھنگالا جائے۔ احباب و متعلقین سے مل کر معلومات فراہم کی جائیں، ان کے مریدین ومتوسلین سے بھی مل کر ان کے تاثرات قلم بند کیے جائیں۔ محسن ملت علیہ الرحمہ کے فتاویٰ اور دیگر تحریروں کو بھی منظر عام پر لانے کی سعی کی جائے، تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی اگر کچھ متروکہ ہے تو اسے بھی چھپایا نہیں

چھپایا جائے۔

اب ہم ذیل میں موصوف سے متعلق کچھ یادداشتیں حوالوں کی روشنی میں سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

شہزادۂ مفتی اعظم کانپور حضرت مولانا مفتی الشاہ محمد محمود احمد صاحب رفاقتی اپنی کتاب تذکرہ علمائے اہل سنت میں حضرت محسن ملت کے گوشہ حیات کو اس طرح اُجاگر کرتے ہیں۔

''حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا وطن پرتاب گڑھ ہے آپ وہیں پیدا ہوئے۔ مدرسہ منظر اسلام بریلی کے اساتذہ مولانا نورالحسین رامپوری، مولانا رحم الٰہی منگلوری سے درسیات پڑھ کر ۱۳۴۰ھ میں سند تکمیل حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا قدس سرہ سے دور طالب علمی میں مرید ہوگئے۔ فراغت کے بعد تجارت کو مشغلہ بنایا، کمبل کے کاروبار کے سلسلے میں ۱۹۲۱ء میں رائے پور گئے، گاؤں گاؤں پھر کر تجارت کے ساتھ تبلیغی فریضہ بھی انجام دینے لگے۔ اسی سنہ میں بغاوت کے جرم میں گرفتار کرلیے گئے، دوسال بعد رہائی پائی۔ رائے پور میں تعلیم کے فروغ اور اشاعتِ مذہب اہل سنت کے لیے کرایہ کے مکان میں مسلم یتیم خانہ قائم کیا۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ممبر تھے، نہرو، شاشتری کے ساتھ جیل میں رہے، سیاسی بصیرت بہت بہتر تھی۔ بیعت بھی لیتے تھے۔ ۲۶/محرم الحرام ۱۳۸۸ھ کی صبح کو چار بجے وفات ہوئی۔ مرقد رائے پور میں ہے۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۸۵، مطبوعہ کانپور)

دوسرے راوی کا کہنا ہے کہ آپ کی ولادت الہ آباد کے ایک چھوٹے سے گاؤں چندھا میں ۱۸۸۹ء میں ہوئی۔ آپ کا خاندانی رشتہ شیخ الاسلام بابا فرالدین گنج شکر رحمۃ

اللہ علیہ سے بتایا جاتا ہے۔ اسی لئے آپ حضرات اپنے کو فاروقی لکھتے ہیں کیونکہ حضر شکر گنج فاروقی نسبت کے حامل تھے۔ (حضرت محسن ملت ایک تعارف ص ۸۶)

آپ نے ابتدائی تعلیم فرنگی محل میں حاصل کی پھر وہاں سے بریلی شریف اعلیٰ حضر امام احمد رضا قدس سرہ کے زیر سایہ منظر اسلام کے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ حضور الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان اور سرکار مفتی اعظم مصطفی رضا نوری بریلوی علیہ الرحمہ کے الطاف خسروانہ کے بھی مورد بنے۔

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے حسب حکم آپ سب سے پہلے اکلتر اضلع بلاسپ تشریف لے گئے، پھر وہاں سے رائے پور منتقل ہوگئے، اس دوران مسلم لیگ کے ا جلسے میں بھی شرکت کی، جس میں انگریزوں کے خلاف نہایت جوشیلی تقریر کی جس۔ پورا علاقہ آتش بغاوت سے سلگنے لگا، جس کے نتیجے میں آپ کو ۱۲/ جون ۱۹۲۲ء کو د ۱۴۴۔ اے کے تحت جیل میں قید ہونا پڑا۔ آپ اصلاً داعی حق تھے اور اعلان حق آپ شیوہ تھا، جیل کی کوٹھری میں بھی آپ نے تبلیغ حق کا مشغلہ جاری رکھا جس کی وجہ۔ سیکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا جس میں کئی ا انگریز بھی شامل تھے۔

جس وقت آپ جیل میں تھے، آپ سے معافی مانگ کر چھٹکارا حاصل کر لینے لئے کہا گیا تو آپ نے معافی مانگنا گوارا نہ کیا اور بدستور اپنے موقف پر ڈٹے رہے آپ جیل میں بھی اذان کہلواتے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے، جس کے ا بہتر اثرات مرتب ہوئے کہ کتنے بے نمازی نمازی بن گئے اور کتنے کافر ایمان لے آ

۱۲/فروری ۱۹۲۳ء کو جیل سے جب چھوٹے تو ہر طرف ایک افراتفری کا ما

تھا، کٹر ہندوؤں کی طرف سے شدھی تحریک چل پڑی تھی بہت سے مسلمان جو دین و شریعت سے بالکل بیگانہ اور نام کے مسلمان تھے وہ زور دباؤ میں آ کر کچھ پیسے کی لالچ میں پڑ کر ہندو مذہب اختیار کرتے جا رہے تھے اس صورت حال نے آپ کو سراپا اضطراب بنا دیا چنانچہ آپ نے جان کی بازی لگا کر مسلمانوں کو اس بلا سے نجات دلائی جگہ جگہ مسلمانوں کو ایمان کی پختگی کا درس دیا۔ جو پھر چکے تھے انہیں دوبارہ اسلام کی عظمت سے روشناس کیا اور اسلام میں واپس لائے۔ اس وقت آپ نے اپنے کانگریس لیڈروں کا بھی کچھ پاس ولحاظ نہ کیا بلکہ ڈٹ کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا۔ جب کہ ماضی میں بہت سے کانگریس نیتا مولوی ایسے بھی تھے جو مسٹر گاندھی کو جامع مسجد دہلی کے منبر پر بیٹھا کر تقریریں کرا رہے تھے اور گاندھی مسلمانوں کی خلافت کمیٹی کی حمایت کر کے مسلمانوں کو تھپکیاں دے رہے تھے دوسری طرف کٹر پنتھی ہندو مسلمانوں کو مرتد بنا رہے تھے۔

۱۹۴۷ء کے ہنگامہ آزادی و تقسیم ہند کے پر آشوب دور میں آپ نے ملک چھوڑ کر بھاگنے والوں کو روکا اور جھوٹی ہجرت کا پردہ چاک کرتے ہوئے مسلمانان ہند کو پامردی و ثبات قدمی کا درس دیا چنانچہ اس کا ایسا اثر ہوا کہ آپ کے علاقے سے بہت کم مسلمان وطن چھوڑ کر کہیں جا سکے۔

اس سلسلے میں آپ نے بڑے مجاہدانہ کارنامے انجام دئے۔ آپ نے نہ صرف انہیں للکارا، بھاگتے ہوؤں کو بلایا بلکہ اس کے لیے احباب کی متعدد ٹولیاں بنائیں جن میں ایک ٹولی ریلوے اسٹیشن پر، دوسری بس اسٹینڈ پر مسلمانوں کی نگرانی کرتی انہیں بھاگنے سے روکتی وہیں آپ خود ایک گروہ کے ساتھ مسلمانوں کے گھروں میں جا کر انہیں

سمجھاتے اور یہیں مرنے جینے کا عہد لیتے۔ آپ کی اس ہمت مردانہ سے چھتیس گڑھ کا علاقہ برباد ہونے سے بچ گیا۔

حضرت محسن ملت کے رفیق دیرینہ قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ محسن ملت کی حیات وخدمات اور ان کی دینی جذبات سے آگاہ کرتے ہوئے نہایت حقیقت افروز رشحات سپرد قرطاس کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ "چھتیس گڑھ کے اس علاقے میں علمی اور دینی شعور برپا کرنے کے لئے (محسن ملت کو) بڑے سنگین مراحل سے گزرنا پڑا، سالہا سالہا کی قربانیوں اور پرسوز جدوجہد کے بعد اس علاقے میں دین وسنیت کی بہار آئی۔ مولانا نے سب سے پہلے مدرسہ اصلاح المسلمین دار الیتامیٰ کے نام سے رائے پور میں ایک رہائشی قسم کا دینی تعلیمی ادارہ قائم کیا اور آس پاس کے اضلاع اور قرب وجوار کے یتیم و نادار بچوں کو خورد ونوش کی کفالت کے ساتھ اپنے مدرسہ میں داخل کیا اور جب مولویوں اور حافظوں کی ایک فوج تیار ہوئی تو انہوں نے امام کی حیثیت سے اپنے علاقے کی مسجدوں کو سنبھال لیا، آج چھتیس گڑھ میں مسلک اہل سنت کا جو فروغ آپ دیکھ رہے ہیں اس کی سرخی میں مولانا کے خون جگر کا بہت بڑا حصہ ہے۔ علاقے کی بنجر زمینوں میں جب تک فصلیں اگتی رہیں گی اور دانہ چننے والے چنتے رہیں گے اسے مولانا ہی کا مفتوحہ علاقہ کہا جاتا رہیگا۔ مولانا کی اس قرار واقعی پر پردہ ڈالنا اور اس کے تذکرہ سے زبانیں بند رکھنا بہت بڑی ناشکری اور احسان فراموشی ہوگی۔

مولانا کی روح میں عشق وعقیدت کی چنگاری ہمیشہ دہکتی رہتی تھی جس کی حرارت سے میں نے بہت سے پتھروں کو پگھلتے دیکھا ہے۔ طبیعت میں سوز وگداز کی استعداد پہلے ہی سے موجود تھی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے فیضان صحبت نے مولانا کو کیف و مستی کے ایک عالم خود فراموش میں پہنچا دیا، وہ سرکار غوث الوریٰ کے ساتھ جیسی والہانہ

اورفدا کارانہ عقیدت رکھتے تھے بہت کم لوگوں کوایسی سرفرازی نصیب ہوئی ہوگی۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کے اندر قادری نسبت کا رنگ امین خزائن قادریت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے فیضان صحبت سے پیدا ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے فیضان صحبت کا ہی یہ اثر تھا کہ اعراس کی محافل میں ناخواندہ عوام کی مداخلت سے جو منکرات شامل ہو گئے ہیں، مولانا نہایت شدومد کے ساتھ ان کی مخالفت کرتے تھے، ایک بار رائے پور میں عوام نے کسی بزرگ کے مزار پر عورتوں کی قوالی کا پروگرام بنالیا اور اس کو اپنے وقار کا سوال بھی بنالیا، مولانا بھی سر سے کفن باندھ کر کھڑے ہو گئے، اتفاق سے انہیں ایام میں مجھے ممبئی کا ایک سفر پیش آیا۔ میں نے مولانا کو اپنے اس پروگرام سے مطلع کرایا تھا، رائے پور اسٹیشن پر جب میری ٹرین پہنچی تو مولانا پلیٹ فارم پر انتظار میں کھڑے تھے، مجھے دیکھتے ہی باغ باغ ہو گئے، مولانا نے عورت کی قوالی کے سلسلے میں مجھے یہاں کا سارا حال سنایا آخر میں فرمایا کہ، منتظمین بھی بضد ہیں کہ وہ مزار شریف پر یہ پروگرام کر کے رہیں گے اور میں نے بھی تہیہ کرلیا کہ شریعت کے ناموس کے تحفظ اور عرس کو تقدس کے برقرار رکھنے کے لیے مجھے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے تو میں قدم پیچھے نہیں ہٹاؤں گا، دمِ رخصت انہوں نے بھرائی آواز میں مجھے وصیت کی کہ مقدر کی ارجمندی سے اگر میرا جذبہ سرفروشی اپنی مراد کو پہنچ گیا تو تم میرے مدرسہ کا خیال رکھنا اور میرے یتیم بچوں کی خبر گیری کرتے رہنا۔ مولانا کے اس رقت انگیز جملے سے میری آنکھوں میں بھی آنسو آگئے، میں نے انہیں تسلی دی کہ آپ کا جذبہ عشق واخلاص سلامت رہے، ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ رائے پور کے غیور مسلمان آپ کو دار کی طرف بڑھنے کے لیے چھوڑ دیں گے، رہ گیا وہ کام جو آپ نے مجھے سونپا ہے وہ آپ کے مرنے ہی پر موقوف نہیں ہے، آپ کی زندگی میں بھی میں آپ کی یہ وصیت یاد رکھوں گا۔ ممبئی کی

واپسی میں پھر حضرت ٹرین پر تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ، حضور غوثِ پاک اور خواجہ غریب نواز کے صدقے میں خدا نے قبول حق کے لیے منتظمین کا سینہ کھول دیا۔ (محسن ملت ایک تعارف ص۲)

قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے محسن ملت علیہ الرحمہ کے تعلق سے جن گرانقدر تاثرات کا اظہار فرمایا ہے اس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ رائے پور اور چھتیس گڑھ کی سرزمین میں دین وسنیت کی جو بہار آئی ہے وہ سب دین ہے حضرت محسن ملت کی، انہوں نے اپنے خون جگر سے اس خطے کو نہ سینچا ہوتا تو سنیت کا یہ چمن لہلہاتا ہوا نظر نہیں آتا۔ ضرورت ہے کہ اس چمن کی اسی طرح آبیاری کی جاتی رہے جس طرح محسن ملت نے کی تھی، ان کے چھوڑے ہوئے علاقوں پر نظر رکھی جائے، ان کی سنیت کا جائزہ لیا جاتا رہے اور ان کی علمی یادگار مدرسہ اصلاح المسلمین کو مزید ترقی دی جائے تاکہ یہ پورے صوبے کا مرکزی ادارہ بن جائے، اور فضیلت تک کی تعلیم کا معقول بندوبست ہو۔ آج افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ پورے چھتیس گڑھ میں منتہی کتابوں کی کوئی قابل ذکر درسگاہ دیکھنے میں نہیں آرہی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ پورا خطہ مسلکی پختگی میں آگے ہوتے ہوئے بھی علم وادب کے میدان میں پسماندگی کا شکار ہے۔ کاش میری یہ آواز وہاں کے اہل علم کے کانوں سے ٹکرائے اور اہل ثروت حضرات کو بھی بیدار کرے تو کامیابی کی سحر ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔

☆☆☆

محسن ملت اپنے مجاہدانہ کردار کے آئینے میں

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شمیم احمد صاحب گوہر، سجادہ نشین خانقاہ حلیمیہ الہ آباد

اپنی درسگاہوں میں بیٹھ کر ہمارے علمائے کرام حدیث وفقہ کے دریا بہا رہے ہوں یا خانقاہوں میں بیٹھ کر عبادت گذار بندے علم لدنی کے چراغ جلا رہے ہوں، مقررین کرام اپنی شعلہ بیانی کے ذریعہ حق وباطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ رہے ہوں یا اصحاب قلم تصانیف وتالیف کے ذریعہ علم وادب کے خزانے لٹا رہے ہوں، مفتیان عظام پیچیدہ مسائل کے ایمان افروز جوابات دیکر قوم کی اصلاح فرمارہے ہوں یا شعرائے اسلام اپنے مخصوص رنگِ سخن کے سہارے عشق رسالت کی دھڑکنیں تیز کر رہے ہوں، مدیرانِ محترم اپنے دینی رسائل کی اشاعت سے دور دراز علاقوں میں آوازِ حق پہونچا رہے ہوں یا ائمہ مساجد لاکھوں کروڑوں مسجدوں میں نمازیں پڑھانے کا فریضہ انجام دے رہے ہوں غرض کہ خدماتی شعبہ جات کی کمی نہیں۔ زندگی کا لمحہ لمحہ خیر وخوبی کا محتاج ہے۔ اب جس کے حصے میں جو بھی توفیق الٰہی آتی ہے جس کا جو بھی میلان ورجحان ہوتا ہے اسی کے مطابق فرائض نبھانے کی کوشش کرتا ہے۔ مشاہدات وتجربات بتاتے ہیں کہ خانقاہوں اور درسگاہوں سے باہر بھی بے شمار ذمہ داریاں اور اخلاقی تقاضے آواز دیتے

رہتے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں پریشان حال اور دُکھیارے اپنے سچے محسن وغم گسار کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں مگر ایسے دُکھیاروں کے جذبات ومسائل پر اپنا خون پسینہ وہی صاحب کردار اور مرد مومن نچھاور کرسکتا ہے جو تعلیماتِ اسلامیہ سے وابستہ ہو، جس کا سینہ خشیت الٰہی اور عشقِ رسالت مآب سے معمور ہو، جسکے پاس تقوئ وطہارت کی دولت ہو اور جو ایثار وقربانی کی سچی لذتوں سے آشنا ہو۔ چنانچہ ان تمام نعمتوں، برکتوں اور لذتوں سے آشنائی رکھنے والوں اور کثیر اوصاف ومحاسن کے افق پر چھا جانے والوں میں محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ چاند، تاروں کی طرح چمکتی اور خیر وبرکت کی چاندنی میں نہائی ہوئی آپکی روحانی شخصیت اگر ایک طرف علم وادب، حسن اخلاق اور جذب سلوک کی تبلیغ میں مصروف رہی تو دوسری طرف مجاہدانہ جسارت وحرارت اور غازیانہ کردار وعمل کے پُر خار راستوں پر گامزن رہی۔ زندگی کے تمام اوصاف ومحاسن اور تمام نقل وحرکت کا تجزیہ کرنے پر کوئی بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ حضرت محسن ملت نے کانٹوں کے سیج کے سامنے فرشِ بلور کی کوئی حیثیت نہ جانی۔ میدان عمل کے سامنے اوقات راحت کو کبھی فوقیت نہ دی، تپتے ہوئے ریگزاروں کے سامنے درخت سایہ دار کی طرف مُڑ کر نہیں دیکھا۔ مجاہدانہ زندگی کا یہی اصل وقار ہے اور یہی چیز ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ اور آپ کے سچے غلاموں کی زندگیاں مجاہدات ومغازیات سے معمور ومنور رہی۔ یہ ہمت وجسارت، صبر واستقلال اور وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ہی کی برکت وعظمت تھی کہ امام عالی مقام نے میدان کربلا میں اپنے ایمان ویقین کا امتحان دے کر آج ساری دنیا میں اسلام کا پرچم بلند کر دیا۔ جن کے پاس ہمت ہے، حوصلہ ہے، جوش وولولہ ہے وہ آج بھی اس راہ پر چلنے کو بیتاب رہتے ہیں۔ حضرت محسن ملت کی ساری زندگی مجاہدات ومشکلات کی تمنائی رہی انہوں نے

قدم قدم پر مصائب کا خیر مقدم کیا اور ہر گام پر تحفظ ناموس رسالت مآب کیلئے خطرات
کا استقبال کیا۔ کوئی بھی رہگزر ہو، کوئی بھی موسم ہو یا کوئی بھی موقع ہو اپنی جبین
جسارت پر کبھی شکن نہ آنے دی۔ محسن ملت کا روحانی کردار چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ موقع
شناسی، جاہ طلبی اور خودغرضی کی بنیاد پر جہد خیر کی منزلیں طے نہیں ہوتیں اور نہ ہی ابن
الوقتی کی چال چلنے والے مجاہد کہلانے کی سچی سند پا سکتے ہیں۔ مجاہد ہمیشہ حق وصداقت
کی بات کرتا ہے دنیاداری کی نہیں۔ مجاہد ہمیشہ خالی دامن رہتا ہے مال وزر کے لئے
جھولی نہیں پھیلاتا۔

محسن ملت علیہ الرحمہ بلاشبہ بیسویں صدی کے انہیں مجاہدین میں سے ایک تھے
جن کا جسم جوش مارتے ہوئے لہو اور رینگتے ہوئے گرم پسینوں سے آشنا تھا جن کی ایڑیاں
خارِ مغیلاں سے آشنا تھیں اور جن کا سینہ میدان کارزار میں دوڑتے ہوئے اسپ تازی
کے ہانپ کے مانند گرم تھا اسی سرگرمیٔ عمل کی بنیاد پر آپ آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے
جنرل سکریٹری منتخب ہوئے اسی متحدہ محاذ کی جانب سے ۱۹۶۰ء میں دہلی کے ایک عظیم
الشان اجلاس میں آپ نے تحفظ مسلم اوقاف کے موضوع پر اتنی جامع اور جوشیلی تقریر
فرمائی کہ دہلی کے سارے سیاسی دگجوں کے دل دہل گئے اور غاصبانہ جبلّتوں کی دنیا کانپ
کر رہ گئی۔ چھتیس گڑھ جیسے پس ماندہ اور بے تہذیب علاقوں کو آپ نے اپنی علمی
سرگرمیوں، خطابت ووعظ اور حسن سلوک سے آباد کیا اور عرفان وآگہی کے سیکڑوں چراغ
روشن کئے۔ جن کے اوصاف وکارکردگی کو اہل چھتیس گڑھ کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔
خدماتی سفر کو آگے بڑھاتے ہوئے آپ نے رائے پور میں ''مدرسہ اصلاح المسلمین و
دارالیتامیٰ'' کی شاندار بنیاد رکھی اور درس وتدریس کی شمع روشن کرتے ہوئے تشنگان علم
کی پیاس بجھانے کا بندوبست کیا گویا جہد مسلسل کا سلسلہ ہر لمحہ، ہر پل جاری رہا۔ رائے

پور میں مسلم لیگ کی جانب سے ہونے والے جلسہ میں آپ نے فرنگی فرماں رواؤں کی
بداعمالیوں کے خلاف ایسی بیباک تقریر فرمائی کہ ارکان بالا برداشت نہ کر پائے اور
آپ کو جیل بھیج دیا گیا۔ بیباک وبے خوف مجاہد کسی بھی محاذ سے ٹکرانے کے لئے ہر دم
اپنی ہمت کو جوان رکھتے ہیں اپنے حوصلوں کو چمکاتے رہتے ہیں۔ جیل کی کالی کوٹھری
میں بھی آپ نے جسارت وعزم کے آئینے پر بال نہ آنے دیا۔ دار ورسن اور اپنی زنجیروں
کی قربت کے باوجود نہ صرف اپنے حوصلوں کی روشنی سے جیل کی کال کوٹھری کو چمکایا
بلکہ اپنے تبلیغی فرائض اور عشق رسالت کی دعوتوں سے نہ جانے کتنے کافروں کے دلوں
کو نور اسلام سے آباد کر دیا۔ سبحان اللہ'' اتنی مشکل گھڑی کے باوجود اپنے فرائض کو سامنے
رکھے رہنا اور اپنے ایمان افروز تقاضوں کو چمکاتے رہنا آسان کام نہیں۔ یہ ایک سچے
اور پکے مرد مؤمن ہی ہونے کی علامت ہے جو ہر مقام پر اپنے جذبات کو تقویت پہنچاتا
رہتا ہے۔ انہیں طوفانی جذبات کو دیکھتے ہوئے فرنگی حکومت کے ناپاک گرگے یہ اعلان
کرنے پر مجبور ہوئے کہ اگر یہ قیدی حکومت سے معافی مانگ لے تو رہائی ہو سکتی ہے۔
یہ اعلان سن کر مرد مجاہد کا تیور اور بھی سنگین ہوا اور جذبات کی فراوانی اپنی زبان حال سے
کہنے لگی کہ معافی میں مانگوں جسے خدا کی کبریائی بولنے پر قید کیا گیا، معافی میں مانگو جو
دار ورسن کے سایہ میں عظمت وعشق رسالت کے چراغ جلانے کا حوصلہ رکھتا ہے، معافی
میں مانگوں جس کے ضمیر وخمیر کی توہین کرتے ہوئے کال کوٹھری میں ڈال دیا گیا ہو۔
نادم وشرمندہ تو انہیں ہونا چاہیئے جو سرزمین خواجہ کے غاصب، انصاف سے محروم اور
اسلام کے دشمن ہیں۔

خاطر میں کون لاتا ہے دار ورسن کو یار
شاداب اپنے خوں سے کریں گے چمن کو گوہر

میں ہوئی۔ اس تقریب سعید کے موقع پر یہ راقم خاکسار بھی شریک تھا۔ ان دونوں حضرات علیہما الرحمہ کے تعلقات وارتباط کا وہ زمانہ تھا جب اس راقم خاکسار کی عمر بہت مختصر تھی حصول علم کے لئے اکثر الہ آباد سے باہر ہی رہنا ہوتا تھا اس لئے مجھے تعلقات کے مناظر کو دیکھنے سمجھنے کا کوئی موقع نہ مل سکا۔ جناب مولانا اکبر علی فاروقی نے اپنی وراثت یابی کا حق ادا کر کے رکھ دیا اور رائے پور میں محسن ملت کے نام سے ''محسن ملت یونانی میڈیکل کالج'' قائم کر کے عظیم کارنامہ انجام دیا اور وقت کی اہم ترین ضرورت کو پورا کیا۔ اتنے عظیم حوصلے کی پرورش کرنا سب کے مقدر کی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے مولانا کو ہمت وسلامتی کے ساتھ شاد وآباد رکھے اور دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

محسن ملت اور ان کی قائدانہ بصیرت

حضرت مولانا مفتی نذیر القادری صاحب مصباحی
استاذ دارالعلوم قادریہ پوریہ، سون بھدر

محسن ملت حضرت علامہ شاہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا شمار دین وملت کے ان مجاہدوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ملت اسلامیہ کی آبیاری کے لئے اپنی رگ حیات کا ایک ایک قطرہ نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔

حضرت محسن ملت وہ پہلے مرد مجاہد ہیں جنہوں نے علاقہ چھتیس گڑھ میں کفر وشرک اور انگریزی جبر وتشدد کی شدید آندھیوں کے زد پر عشق وایمان اور قوم وملت کے تحفظ کا پہلا چراغ روشن کیا۔ جو الحمدللہ آج تک روشن ہے اور انشاء اللہ قیامت تک روشن رہے گا۔

تاہم اس سچائی سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ محسن ملت اپنی گرانقدر دینی وملی جذبات کی بدولت دنیائے قرطاس وقلم کی جانب سے جس اعزاز اور خراج تحسین کے مستحق تھے وہ آج تک ان کی خدمت میں پیش نہیں کئے جا سکے۔۔۔ ان کی دینی، مذہبی اور سیاسی خدمات کے ہزاروں نقوش ایسے ہیں جو ابتک پردۂ ذہن سے صفحہ قرطاس پر منتقل ہونے کے لئے راہ دیکھ رہے ہیں۔ ۱۵/ سال تک آپ کے رفیق کار رہے رئیس القلم حضرت

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کو اس بات کا بے حد افسوس تھا وہ لکھتے ہیں:

''ہمیں نہایت قلق ہے کہ مولانا (محسن ملت) جیسی ہمہ گیر شخصیت پر جس نے نصف صدی تک ہندوستان کے قلب صوبہ متوسطہ میں بیٹھ کر اسلام وسنیت کی جو جوت جگائی اس پر ہمارے کسی صاحب قلم نے اب تک کچھ نہیں لکھا''

مجھ کو پلکوں پہ بٹھالیتے یہ زمانے والے
میرے معیار کو دنیا نے جو سمجھا ہوتا

حضرت محسن ملت نے بریلی شریف میں تکمیل تعلیم اور بارگاہ اعلیٰ حضرت سے سند اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے جانے کے بعد جس وقت مدھیہ بھارت کا رُخ کیا وہ وقت انگریزی حکومت کے جبر وتشدد کے شباب کا دور تھا۔ آپ نے پہلا قیام ضلع بلاسپور کے قصبہ اکلترا میں فرمایا اور کسب حلال کے طور پر تجارت کا مشغلہ اپنایا۔ اور اس طرح کمبل کے کاروبار کے سلسلے میں ۱۹۲۱ء میں رائے پور کی سرزمین پر قدم رنجہ فرمایا۔ دنیوی تجارت کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کی اخروی تجارت کو آپ نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ آپ گاؤں گاؤں گھومتے اور قوم کی حالت کا مشاہدہ فرماتے تو دل خون کے آنسو روتا اور آپ اپنی قوم کو انگریزی جبر وتشدد سے نجات دلانے کو بیقرار ہو جاتے۔ اسی دوران رائے پور میں مسلم لیگ کا ایک بہت بڑا اجلاس منعقد ہوا جس میں ایک گونہ اختلاف کے باوجود علاقائی حالات کے پیش نظر آپ نے شرکت کی اور انگریزوں کی مخالفت میں ایسی جوشیلی تقریر کی کہ پورا علاقہ آتش بغاوت میں سلگنے لگا جس کے نتیجے میں آپ کو ۱۹۲۲ء میں دفعہ ۱۴۴/اے کے تحت جیل بھی جانا پڑا مگر قید وبند کی صعوبتوں نے آپ کے عزم وارادے میں ذرہ برابر تزلزل پیدا نہیں کیا

بلکہ آپ کے جذبہ جہاد کو اور بھی برانگیختہ کر دیا۔

کہیں پھونکوں سے بجھتی ہے بجلی نورِ ایماں کی
ہوا رو کے تو کشتی تیز چلتی ہے مسلماں کی

اور یہیں سے آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوتا ہے جس کا سلسلہ آخری دم تک جاری رہا۔ آپ کی مذہبی سرگرمیاں آپکے سیاسی کارناموں پر غالب آئیں ورنہ آج جنگ کی آزادی تاریخ میں ''محسن ملت اور آزادی وطن کیلئے ان کی قربانیوں'' کے نام سے ایک الگ باب ہوتا۔

چنانچہ آپ کے سیاسی کارناموں پر تبصرہ کرتے ہوئے رئیس القلم حضرت علامہ مولانا ارشد القادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ''افسوس کہ مولانا (محسن ملت) کی سیاسی زندگی کا بڑا حصہ ان کی مذہبی سرگرمیوں کے انبار میں دب کر رہ گیا ورنہ مولانا محمد علی جوہر کے دوش بدوش رہے خلافت کمیٹی کے زمانے میں ملک کی آزادی کے لئے اپنی قربانیوں اور جیل کی زندگی کے جو واقعات وہ ہمیں سنایا کرتے تھے اگر وہ قلم بند ہو گئے ہوتے تو جنگِ آزادی کی اہم کڑی ہمارے ہاتھوں سے ضائع نہ ہوتی۔ (محسن ملت ص ۲۴)

ایک اور مقام پر آپ کی سیاسی قیادت اور ماہرانہ سیاست میں آپ کی انفرادیت کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچتے ہیں

''حضرت محسن ملت کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پہ پہنچا ہوں کہ مولانا گوناگوں محاسن وکمالات کے جامعیت کے اعتبار سے حیرت انگیز شخصیت کے مالک تھے۔ تدبر اور سیاسی قیادت میں ہمارے ساتھیوں کے اندر ان کا کوئی جواب نہیں تھا''۔

آپ کی سیاسی زندگی کا ایک اہم باب ہے ''آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ'' اس کے زیر اہتمام ملک کے گوشے گوشے میں بڑی بڑی کانفرنسوں کا انعقاد ہوا۔ حضرت محسن ملت اس تنظیم کے تاعمر جنرل سکریٹری رہے۔ مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ

''ممبئی، گجرات، راجستھان، دہلی، اتر پردیش اور بہار وغیرہ میں دنیائے سنیت کی بڑی کانفرنسوں کے قیادت آپ نے کی اور ایک عرصے تک ''آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ'' کے جنرل سکریٹری رہے۔ آپ ہی کی قیادت میں سب سے پہلے ۱۹۶۱ء میں دہلی کے لال قلعہ کے میدان میں ایک آل انڈیا سنی اوقاف کانفرنس ہوئی تھی جس میں دہلی کی تمام مساجد ومقابر اور مزاراتِ مقدسہ کے غیروں کے ہاتھوں سے نکالنے اور واگذار کرنے کا مطالبہ تھا اس کانفرنس کے بعد محسن ملت کی قیادت میں اہل سنت کا ایک وفد پنڈت نہرو سے ملا اور بہت سی مسجدیں وقبرستان چند دنوں میں واگذار کرا لئے گئے۔

اس تنظیم کی اہمیت کا اندازہ حضرت علامہ ارشد القادری کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس تنظیم کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس وقت اہل سنت کے دل ودماغ اس کے پرچم کے نیچے جمع ہو گئے تھے۔

مسلم متحدہ محاذ تو ان کے دائرہ کار کا مرکز تھا اس کے علاوہ دیگر تنظیمیں بھی آپ کی سیاسی قیادت سے مستفید ہوتے رہتی تھیں۔ مولانا ظہیر الدین ایڈیٹر ماہنامہ استقامت کے بقول سنی جمیعۃ العلماء کی تاسیس اور قانون سازی میں آپکا بڑا کردار تھا اور کسی ادارے یا تنظیم کی دستور سازی کوئی آسان کام نہیں ہے اسکے لئے قانون کی نزاکتوں پر گہری

گرفت رکھنا بہت ضروری ہے اس باب میں بھی آپ کی انفرادیت کا اندازہ علامہ ارشد القادری کے ایک پیراگراف سے لگایا جا سکتا ہے ''سیاسی بصیرت کے علاوہ قانون کی نزاکتوں پر بھی محسن ملت بہت گہری نظر رکھتے تھے عموماً تجاویز کا مسودہ میں ہی تیار کرتا تھا جب مولانا تجویز کی عبارتوں میں ترمیم کرتے اور مسکراتے ہوئے اس کے وجوہات بیان کرتے تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا کہ ہم اچانک اندھیرے سے اجالے میں آگئے ہیں۔

ایک کامیاب سیاسی قائد کی بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنا ایک الگ مذہبی وسماجی نقطہ نظر رکھنے کے باوجود وسعت اخلاق اور حسن سلوک کا ایسا دھنی ہو کہ ہر قوم اور ہر مذہب کے لوگ اسے اپنا ہمدرد اور مسیحا تصور کریں۔ حضرت محسن ملت کو قدرت نے یہ وصف بھی بڑی فیاضی کے ساتھ عطا فرمایا تھا حضرت علامہ ارشد القادری فرماتے ہیں

''مولانا (محسن ملت) نے کبھی اور کسی حال میں بھی کسی ضرورت مند کو مایوس نہیں ہونے دیا وہ ہر شخص کے زخموں پر تسکین کا مرہم رکھتے تھے اور ہر شخص کے کام آتے تھے۔''

(ایضا۴۸)

آپ کے شب وروز کا نہایت قریب سے مشاہدہ کرنے والے حضرت علامہ شاہ وجود القادری نائب صدر آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے مطابق ان کا سیاسی حلیہ کچھ یوں تھا:

''مزاج سادہ ودُرویشانہ، نفرت وتعصب سے پاک، امیروں غریبوں، ہندؤں اور مسلمانوں میں ایک ہی طور پر مقبول تھے''۔ (ایضا۵۸)

لطف کی بات یہ ہے کہ آپ نے اپنی اس سیاسی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کو بچانے کے لئے کبھی بھی مداہنت سے کام نہ لیا اور نہ ہی اپنے سیاسی نصب العین سے کبھی الگ

ہوئے۔

خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ ان کی بے داغ سیاسی زندگی کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں

''انہوں نے سیاست کو چھوا اور سونگھا، اس میں ڈوبے نہیں، ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد'' کی مثال نہ تھے بس اس قدر اس سے متعلق رہے جو آڑے وقت میں مسلمانوں کے کام آسکے۔ (ایضاً ۳۲)

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے مسائل کے تعلق سے مدھیہ پردیس کی حکومت اور مسلمانوں کے درمیان آپ کی ذات ''برزخ'' کا درجہ رکھتی تھی۔ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کے مسائل میں مدھیہ پردیش کی حکومت بھی مولانا کی اہمیت محسوس کرتی تھی شہر اور علاقے کے مسلمان بھی اپنے چھوٹے بڑے مسائل میں مولانا (محسن ملت) کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ (ایضاً ۲۸)

حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''سابق وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے اور سیاسی جلسوں میں نہرو جی کے ساتھ مولانا خطاب فرماتے اور بے دھڑک بڑی بے باکی کے ساتھ مسلم مسائل کو پیش فرماتے۔ (ایضاً ص ۳۲)

خاص بات یہ ہے کہ حضرت محسن ملت نے جب بھی حکومت کے سامنے مسلمانوں کے تعلق سے کسی مسئلہ کو اٹھایا تو آج کل کے نام نہاد مسلم لیڈران کے بھیک مانگنے کی طرح نہیں بلکہ ایک شیر دل مجاہد کی طرح دہاڑتے ہوئے پوری غیرت اور خودداری

کے ساتھ اپنے حق کا مطالبہ کیا اور جہاں کہیں حکومت نے اس بارے میں ذرہ برابر جانب داری دکھلائی تو پھر ''جلال فاروقی'' کا تیور دیکھنے کے قابل ہوگیا۔ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے بیان کے مطابق ۱۹۶۰ء میں جب ''آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ'' کے زیر سایہ کل ہند سنی اوقاف کانفرنس پریڈ گراؤنڈ دہلی میں منعقد ہوئی اور محاذ کے ارکان ایک وفد کی شکل میں اس وقت کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو سے ملے اور انہیں بتایا کہ ملک میں اہل سنت کی تعداد نوے فیصد سے بھی زیادہ ہے اس کے باوجود آپ نے جمعیۃ العلماء کو سنی اوقاف کا مالک بنا دیا جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق خرد برد کرتے رہتے ہیں۔ دوران گفتگو نہرو جی نے کہا کہ تقسیم ہند کے وقت سارے لوگ مسلم لیگ کے ساتھ ہوگئے تھے مگر جمعیۃ العلماء ہمارے ساتھ تھی آج اپنی حکومت میں ہم اسے کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ نہرو جی کا اتنا کہنا تھا حضرت محسن ملت نے تیور بدلا اور وقت کے وزیر اعظم کو للکارتے ہوئے فرمایا:

''نہرو جی اگر آپ کو انکا اتنا ہی خیال ہے تو آپ کیوں نہیں اپنے مکان کے کسی کونے میں ان کے لئے کوئی آفس کھلوا کر انہیں رکھ لیتے مسلمانوں کے وقفیہ جائیداد کو اس طرح برباد نہ کیجئے ورنہ اسکا انجام اچھا نہیں ہوگا۔'' (ص ۱۰۴)

حضرت محسن ملت کی یہ للکار پورے طور پر نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور نہرو جی کو حضرت محسن ملت کے دلائل کو تسلیم کر کے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنی پڑی۔

نہرو جی یوں بھی آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور شروع ہی سے بھرپور اعتماد رکھتے تھے۔ آزادی کے بعد نہرو جی جب پھولپور الہ آباد سے پہلا الیکشن لڑ رہے تھے تو الیکشن کا سارا چارج انہوں نے آپ کے ہاتھوں میں دے رکھا تھا جسے آپ نے بڑی

خوبی سے نبھایا اور جب الیکشن جیت گئے تو اس صلے میں پنڈت جی نے راجیہ سبھا کی کرسی آپ کو پیش کی جسے آپ نے مکمل شانِ درویشی کے ساتھ اس لئے ٹھکرا دیا کہ یہ کہیں آپ کے ''آیۃ الکرسی'' کی حفاظت کے جذبے کو سرد نہ کردے۔ آپ سب کچھ برداشت کر سکتے تھے مگر دنیاوی منفعت کے لئے ضمیر کا سودا کرلیں، قوم وملت کا وقار گروی رکھدیں یہ آپ کو ہرگز گوارا نہ تھا۔ آپ نے اپنی پوری سیاسی زندگی میں اپنے قول وفعل کے ذریعہ دنیا والوں کو یہی پیغام دیا۔

جب کبھی ضمیر کا سودا ہو دوستو!
قائم رہو حسین کے انکار کی طرح

حضرت محسن ملت کی سیاسی بصیرت کا باب اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک ''شدھی تحریک'' اور اسکے خلاف آپ کی بھرپور جدوجہد کا تذکرہ شامل نہ کیا جائے۔

۱۹۲۲ء کا فتنہ شدھی آندولن مسلمانوں کے لئے قیامت کے فتنہ سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ مسلمانوں کو مرتد بنانے والی اس تحریک نے تقریباً پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ صورتِ حال کی نزاکت کا اندازہ اس اخباری رپورٹ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جس کا عنوان تھا ''ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا ارتداد'' جسکی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ ''جناب مولانا مولوی مصطفےٰ رضا خان صاحب قادری فرزند اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ دفتر ھذا میں تشریف لائے اور وحشتناک خبر سنائی کہ ساڑھے چار لاکھ راجپوت مسلمان جو آگرہ، میرٹھ اور دہلی کے اضلاع میں رہتے ہیں اس بات پر تیار ہیں کہ پھر سے ہندو مذہب اختیار کرلیں۔

(دبدبہ سکندری ۱۹/ جنوری ۱۹۲۳ء)

ایسے حوصلہ شکن ماحول میں حضرت محسن ملت نے علاقہ چھتیس گڑھ میں اس فتنہ کا نہایت پامردی کے ساتھ مقابلہ فرمایا۔ گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، دیہات دیہات پڑاؤ ڈالا اور قریہ قریہ ایمانی آواز پہونچائی اور نہ صرف یہ کہ اس علاقہ کے ہزاروں مسلمانوں کو اس فتنہ کے جال میں پھنسنے سے بچالیا بلکہ غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی ایسی صحیح تصویر پیش کی کہ ان میں سے بہتوں کے سینے بھی نور ایماں سے منور ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

یہ تھی حضرت محسن ملت کی قائدانہ زندگی کی ایک جھلک جس سے دنیائے اسلام قیامت تک رہبری حاصل کرتی رہے گی اور رحمت الٰہی آپ کے اخلاص کے صلہ میں آپکے مرقد پر رحمتوں کے پھول نچھاور کرتی رہے گی۔

مثل ایوان سحر مرقد ہو فروزاں تیرا
حشر تک نور سے معمور رہے خاکی شبستاں تیرا

☆☆☆

محسن ملت عزم وہمت کی داستان

شہزادۂ سمنان حضرت مولانا سید شاہ اجمل حسین اشرفی جیلانی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ جہانگیریہ کچھوچھہ شریف

بت پرستی کی تمام تر لعنتوں اور اندھی عقیدتوں کے داعی آریہ جب ہندوستان میں آئے تو انہیں کونڈ، بھیل، دراوڑ اور سنتھال نامی انتہائی غیر مہذب علم وعرفان سے نا آشنا اور شعورِ آدمیت سے محروم ایسی قومیں ملیں جن کے یہاں مذہب کا کوئی تصور تک نہ تھا۔ اسی کمی کا آریوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ وہ قدرے مہذب، دور اندیش، جابرانہ نظام اور حاکمانہ مزاج کے حامل تھے اور اپنے مروّجہ اسلحوں سے لیس تھے۔ انہوں نے ہندوستان میں قدم رکھتے ہی جبر وتشدد، ظلم وعدوان، برہنہ جارحیت وچنگیزی آمریت اور اپنی فطری شیطنیت کا ایسا بازار گرم کر دکھایا کہ بھولے بھالے ہندوستانی اس آفت ناگہانی سے بوکھلا اٹھے۔ کچھ نے اپنی عزت وآبرو اور زندگی بچانے کے لئے آریوں کی غلامی تسلیم کر لی اور کچھ جنگلوں اور پہاڑوں میں روپوش ہو گئے اور اپنی قدیم روش پر قائم رہے۔

آریہ جو ہندوانہ عقائد ونظریات پر یقین رکھتے تھے ہندوستان میں ہندو مذہب کے بانی ہیں۔ انہوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کے ایسے جابرانہ طریقے اپنائے

اور ظلم وتعدی کی ایسی ایسی مثالیں قائم کیں جس کا کسی مذہب وقوم سے تصور بھی ممکن نہ تھا۔ ان کی بربریت کا تسلسل نہتے اور بے سروسامان ہندوستانیوں کو ہندو بناتا رہا اور تہذیب جو انسانوں کو حیوانیت کا لباس پہنا رہی تھی ہندوستان کی تقدیر بنتی رہی اور اس طرح ہندوستان پر کفر وضلالت کے اندھیرے مسلط ہو گئے۔

معبودان باطل کے ہجوم اور بت پرستی کے ہنگاموں میں خالق حقیقی کا تصور بھی ممکن نہ رہا۔ انسانیت تہذیب وتمدن کے نام پر رسوا ہوتی رہی۔ آدمیت اوہام پرستی کی بھینٹ چڑھتی رہی۔ عزت نفس کا احساس اور انسان کی فطرت شرم وغیرت بے حیائی وبے شرمی کے سیل رواں میں فنا کے گھاٹ اترتی رہی۔ بالآخر پورا ہندوستان دورِ جہالت کا عرب بن گیا جہاں بیوہ اور بے سہارا عورتوں کو اپنے شوہروں کی چتاؤں پر جبراً دولہن بنا کے زندہ جلایا جانے لگا۔

ایسے میں قدرت کو ہندوستانیوں کی مظلومی، بے بسی وبے کسی پر رحم آیا اور ہادی اعظم رسول مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کے غلام ہادی وغازی بن کر ہندوستان میں داخل ہوئے۔ ان حق پرست وحق نما انسانوں نے اپنے عمل وکردار اور معبود حقیقی کی بندگی وپرستش کو اسلامی رنگ وروپ میں اس طرح متعارف کیا کہ کفر اپنی تمام تر دہشت انگیزی اور وحشت سامانی کے باوجود سرنگوں ہوتا گیا۔ اندھیروں میں علم وعرفان کی کرنیں پھوٹتی رہیں۔ اجالے پھیلتے رہے تاریکیاں سمٹتی رہیں لیکن اندھیروں اور اجالوں کی یہ کشمکش ہندوستان کو تقسیم بھی کرتی رہی کہیں اجالوں کی حکومت بنی اور کہیں اندھیرے حکمراں رہے۔ کفر اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ اسلام پر حملہ کرتا رہا اور مسلمان دین حق کی عزت وبقاء کے لئے بدر واُحد کی تاریخ دہراتا رہا۔

ایسے میں ہندوستان کو ضرورت تھی ایک ایسے آفتاب جہاں تاب کی جس کی ضیا باریاں کفر وطغیان کی آنکھوں کو خیرہ کردے۔ جس کی حقانیت وصداقت اوہام پرستی کو مبہوت کردے۔ جس طرز بندگی، بت پرستی کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکے، جس کا اخلاق دلوں کو مسخر کردے، جس کی ایک نظر تقدیر حیات کو عرش کی عظمتیں دیدے، جس کی ایک ادا انسانی عظمت وکردار کی امین بن جائے، جس کا جود وسخا بابِ رحمت کھول دے۔ جس کا درد دستگیر بے کساں بن جائے، جس کا وجود امن وآشتی کی ضمانت ہو جائے، جس کی قوت ایمانی طاغوتی طاقتوں کو اپنے کوزۂ اقتدار میں سمیٹ لے۔

الغرض ایک بار پھر قدرت ہندوستان پر مہربان ہوئی اور مجمع الکمالات خواجہ خوجگان حضرت سیدنا معین الدین چشتی حسن سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطان الہند بن کر ہندوستان تشریف لائے۔ اس وقت دہلی کے تاج وتخت پر غرورِ کفر اور نشہ حکومت راجہ پرتھوی راج چوہان کے روپ میں حکومت کررہا تھا۔ پرتھوی راج کا سرکشانہ مزاج جب سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں گستاخ ہوا تو جلالِ ولایت سلطان محمد غوری کی صورت میں ہندوستان پر چھا گیا۔ طاغوتی طاقتیں تباہ وتاراج ہوئیں، ہر سو اسلامی عظمتوں کے پرچم لہرائے۔ ہندوستان میں باضابطہ طور سے اسلامی اقدار و افکار کا تصرف ہوا اور اللہ وحدہ لاشریک کی ربوبیت وشان کبریائی کا غلغلہ بلند ہوا۔

سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ غریب نوازی تقریباً ایک ہزار سال تک مسلم شہنشاہوں کی صورت میں امن وشانتی کا اعزاز حاصل کرتا رہا۔ مگر دھیرے دھیرے ہندوستانی عظمتوں کا سورج گہنانے لگا، طاقت کے پجاریوں کی ابن الوقتی اور مسلمانوں کی شامت اعمالی انگریزوں کی صورت میں ہندوستان پر مسلط ہوگئی۔

عروج وارتقاء کی ضامن قوم زوال مسلسل کی علامت بن گئی اور ہندوستان میں ایک بار پھر آریاؤں کی بربریت ودرندگی کی تاریخ دہرائی جانے لگی۔ آریاؤں کی غلامی کی زنجیریں توڑ کر وطن عزیز ہندوستان کو آزاد کرانے والی قوم اپنے ملک کے ساتھ ہی خود بھی غلام بن گئی۔

یہ دورِ انحطاط ابھی جاری ہی تھا کہ ایک مردِ مومن حضرت علامہ فضل حق فاروقی خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں غازیانہ شان سے اٹھا اور آزادی کا صور پھونکا۔ یہ صور محض صور آزادی نہ تھا۔ انگریز سامراج کے لئے صور اسرافیل بن گیا۔ ظلم و بربریت کی نئی نئی داستانیں مرتب کی جانے لگیں۔ مگر انگریز جو خود ہی صلیب زدہ تھا، نعرہ لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کی تاب نہ لاسکا اور بالآخر تقریباً دوسو سال بعد برٹش حکومت کا آفتاب غروب ہوگیا مگر جب آزادی نصیب ہوئی تو کفری جبلت صلیبی سازشوں کی بنیاد پر ہندوستان پر غالب ہوگئی اور وہ مسلم قوم جس نے جدوجہد آزادی پر اپنا سب کچھ قربان کیا تھا، جس نے اپنے دیگر برادران وطن سے زیادہ وطنِ عزیز کی عزت وناموس پر اپنا خون بہایا تھا اپنے ہی ہم وطنوں کی تعصب زدہ قیادت کا شکار ہوکر پارہ پارہ ہوگئی۔ کبھی مسلمانوں کی عصمتیں اور عفتیں نیلام ہوئیں، کبھی تباہی وتاراجی نصیبہ بنی، کہیں مساجد اصطبل بنائی گئیں اور کہیں ان عبادت خانوں کو جبراً شہید کرکے بت پرستی کے ٹھکانے بنائے جانے لگے۔ یہ سلسلہ ستم روزافزوں ہوا جارہا تھا کہ پھر قادرِ مطلق کو مسلمانوں کی حالت زار اور بے چارگی پر رحم آہی گیا اور سرزمین الہ آباد کے مشہور درویش گھرانے کا چشم وچراغ اپنی شان قلندری اور مجاہدانہ عزم وہمت کے ساتھ رائے پور مدھیہ پردیش تشریف لایا جسے دنیا محسن ملت حضرت مولانا شاہ **حامد علی فاروقی** کے نام سے جانتی ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمانوں کی لاشوں پر ملک کی تقسیم ہو چکی تھی۔ ٹوٹے ہوئے دل اور برستی ہوئی آنکھوں میں اپنے چہیتوں کی زخمی محبتوں کا ساون بھادوں لئے مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اجنبی راہوں پر اپنے وطن سے دور بہت دور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بڑھ رہا تھا اور جو لوگ حب وطن پر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا چکے تھے وہ بھی آہوں، سسکیوں اور کراہوں میں اپنے بچھڑے عزیزوں، بے گوروکفن لاشوں، یتیموں اور بیواؤں کے مرجھائے ہوئے چہروں میں اپنے درخشندہ ماضی، کربناک حال اور خطرات واندیشوں سے پُر مستقبل کے سایوں میں اپنے بکھرے ہوئے وجود کے ذرات تلاش کر رہے تھے۔ آنسوؤں اور سسکیوں کا مارا مسلمان اپنی عزت وبقاء کی آخری جنگ خود اپنے ہم وطنوں سے لڑ رہا تھا اور کبھی زخموں سے نڈھال ہو کر امرائے حکومت سے دادرسی کی آس لئے اپنی مظلومی کی دلدوز داستان دربدر بھٹک کر سنا رہا تھا۔ ماحول کی قیامت خیزی کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی ٹھکانہ دے رہا تھا نہ ہی آسرا۔ آج وہی قوم جس نے اپنے جذبہ حب الوطنی سے سرشار ہو کر ہندوستان کو جنت نشاں بنایا اور ہندوستانیوں کو علم وادب، تہذیب وشائستگی، دین حق، عدل وانصاف، شعور انسانیت اور عروج وارتقاء کی ساری عظمتیں عطا کر دی تھیں۔ خود تہی دست وتہی دامن کھڑی تھی۔ نہ کوئی ہمدم نہ کوئی مونس۔ ایسے شکستہ حالات میں بھی کفر اپنی فطری درندگی پر نازاں آمادۂ پیکار تھا۔

ایسے عالم کرب وبلا میں ہمت وشجاعت، عزم واستقلال، صبر وتحمل، شوق شہادت، جذبہ جہاد، قربانی وایثار، حقانیت وصداقت اور ایمانی ولولوں کا پیکر مدھیہ بھارت کا عظیم مسیحا محسن ملت حضرت مولانا شاہ محمد حامد علی فاروقی جیسی شخصیت اٹھی اور اپنی پژمردہ قوم کو اس انداز سے زندگی کی توانائیاں عطا کر گئی کہ تھوڑے ہی عرصے میں فسادات

وانتشار کا شکار قوم آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے پرچم تلے منظم نظر آئی۔ یہ تنظیم اس پایہ کی تھی کہ دہلی دربار بھی اس کی دھمک محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

ہندوستان میں دین وایمان کو ذبح کرنے والی شدھی تحریک رہی ہو یا مسلمانوں کو سیاسی اعتبار سے قعر مذلت میں دفن کرنے کی منظم سازشیں رہی ہوں ہر مقام پر اس مرد حق آگاہ نے ظلم وستم سہہ کے بھی اپنی قوم کو جینے کا حوصلہ دیا۔ علم وعرفان، شعور وآگہی اور دینی بیداری کا یہ سلسلہ قوم مسلم میں باقی اور جاری وساری ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مدرسہ اصلاح المسلمین اور دارالیتامی قائم کیا۔ فکری پاکیزگی اور روحانی توانائیوں کے لئے خانقاہوں سے وابستہ رہنے کی ترغیب دی۔ ملک گیر دورہ کیا اور مردہ دلوں کو جذبہ سرفروشی سے آشنا کیا۔

اسی طرح اپنی ساری زندگی دین وملت پر وقف کر دینے والے اس مرد مومن کو مدھیہ پردیش کا مسیحا اور محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ہم جانتے اور پہچانتے ہیں۔

دعاء ہے کہ رب کریم اپنے حبیب رؤف ورحیم ﷺ کے صدقے وطفیل ہم مسلمانوں کو حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

محسن ملت ایک بالغ نظر قائد

حضرت مولانا مفتی محمد عالم نوری مصباحی دارالعلوم غوث اعظم، ہزاری باغ

محسن ملت حضرت مولانا الحاج حامد علی فاروقی علیہ الرحمۃ پوری جماعت اہل سنت کے لئے سرمایہ افتخار اور عظیم رہبر ورہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی ذات بابرکات، سیادت وقیادت اور شہرت ومقبولیت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز تھی، اس میں جہاں ان کی ذاتی محنت وکاوش، جگرسوزی، جہد مسلسل اور خلوص وللّٰھیت کا کافی حدتک دخل تھا، وہیں حضور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مکتب باوقعت کی عظیم کرامت اور فیضان نظر کی بے پناہ تاثیر بھی تھی۔ آپ خود اعتمادی اور خدااعتمادی کے سہارے دینی وعلمی سیاسی وسماجی ہرمیدان میں منزل مقصود کو طے کرتے ہوئے عزم وحوصلے کے ساتھ آگے بڑھتے چلے گئے۔

چیتے کا جگر چاہیئے شاہیں کا تجسس
دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لئے تنگ

یہ ایک اصولی بات ہے کہ کسی بھی فرد کو قائد ومقتدا بننے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں چار بنیادی خوبیاں ہوں اور یہ خوبیاں جس میں جتنی زیادہ ہوں گی وہ قوم کا اتنا ہی بڑا رہبر ورہنما ہوگا۔ جوہر ذاتی، خلوص، ایثار اور جہد مسلسل۔ اس لحاظ سے بھی اگر

حضرت محسن ملت کی حالات زندگی اور حیات وخدمات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ متذکرہ بالا چہار خوبیاں آپ کی ذات باصفات میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اور آپ ان اوصاف وکمالات کے بخوبی حامل وعامل تھے۔

دین متین کی تبلیغ واشاعت کے لئے ۱۹۲۱ء میں سب سے پہلے چھتیس گڑھ کی سرزمین اکلترا (بلاسپور) تشریف لائے اور پھر یہیں سے آپ نے دینی، مذہبی، سیاسی، سماجی ہر معاملے میں اپنی خداداد قائدانہ صلاحیتوں کے مظاہرے کا آغاز فرمایا۔ اور ایسے عظیم الشان کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ ان کے قومی وملّی خدمات کو دنیا ہمیشہ خراجِ عقیدت پیش کرتی رہے گی۔

حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے سینے میں قوم وملت کی فلاح وبہبودی اور آبرومندانہ بقاوسلامتی کے لئے جو بے پناہ درد پنہاں تھا اس نے آپ کی ذات گرامی صفات کو اس شعر کا مجسم آئینہ اور سراپا مصداق بنادیا تھا۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

حضرت محسن ملت جس وقت پہلی بار چھتیس گڑھ تشریف لائے اس وقت وہاں کا ماحول تعلیمی، تعمیری، سیاسی، سماجی ہر لحاظ سے نہایت ہی پسماندہ تھا۔ مسلمان اپنے پرانے رسم ورواج کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور جہالت وسفاہت کی تاریک وادیوں میں بھٹک رہے تھے۔ آپ نے جب ان کی پسماندگی اور زبوں حالی کا جائزہ لیا تو تڑپ اٹھے اور علاقے میں دینی ومذہبی شعور پیدا کرنے کے لئے گاؤں گاؤں کا دورہ کیا۔ گلی گلی کی خاک چھانی، چین وسکون کو قربان کردیا اور شب وروز، صبح وشام

حصول مقصود کی خاطر دیوانہ وار پھرتے رہے۔ جہاں بھی گئے لوگوں کو حصول علم کی جانب توجہ دلائی۔ مذہب حق اہل سنت کی تلقین فرمائی۔ برائیوں سے دور ونفور اور اچھائیوں سے ہمکنار رہنے کی نصیحت کی۔ آخر کار سالہاسال کی جدوجہد اور بے مثال ایثار وقربانی کی بعد اس تنگ وتاریک علاقے میں علم وعرفان اور دین وسنیت کی بہار آئی اور اس عظیم قائد ورہنما نے ۱۹۲۴ء میں مدرسہ اصلاح المسلمین مسلم یتیم خانہ و دارالیتامیٰ کے نام سے رائے پور کی سرزمین پر ایک دینی تعلیمی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ آس پاس کے اضلاع نیز قرب وجوار کے غریب ویتیم بچوں کو معقول طعام وقیام کے انتظام کے ساتھ عمدہ تعلیم وتربیت کے لئے اپنے مدرسہ میں داخل کرتے اور انہیں علم وادب سے آراستہ کرنے کے بعد پورے چھتیس گڑھ کی مسجدوں میں قیادت وامامت کے ساتھ دینی واصلاحی فریضہ کی انجام دہی کے لئے ائمہ وعلماء مقرر فرماتے۔

آج چھتیس گڑھ میں مسلکِ اہل سنت کا جو کچھ بھی فروغ دکھائی دے رہا ہے بلا شبہ اس کی سرخی میں محسن ملت کے خونِ جگر اور مخلصانہ قیادت کا بہت بڑا حصہ ہے۔

حضرت محسن ملت نے اگر ایک طرف مذہبی معاملات میں قوم کی نباضی اور رہبری کی ہے تو دوسری جانب میدانِ سیاست میں بھی آپ کی حیثیت ان کے حق میں ایک عظیم قائد اور بالغ نظر مدبّر کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہمہ وقت آپ مسلمانوں کے لئے تابناک مستقبل کی فکر میں لگے رہتے، مدھیہ پردیش کے مسلمان اپنے چھوٹے بڑے دینی ودنیاوی تمام مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کسی حال میں کبھی کسی ضرورت مند کو نامراد واپس جانے نہ دیتے بلکہ ہر ایک کے زخموں پر مرہم رکھتے۔ ہر ایک کی ضروریات کو پوری فرماتے۔ وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو سے لیکر چھوٹے

منسٹر تک کسی بھی حکمراں کے سامنے مسلم مسائل کو جس مجاہدانہ جرأت وہمت کے ساتھ پیش کرتے تھے وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ آپ کی شخصیت حکومت اور مسلم عوام کے درمیان یقیناً ایک مستحکم رابطہ کی حیثیت تھی۔ آپ نے چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کے لئے دینی، سیاسی، سماجی ہر میدان میں جوگراں قدر خدمات انجام دی ہیں انہیں تاقیامت فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

جنگِ آزادی میں بھی آپ نے اہم رول ادا کیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۲ء میں جب ہندوستان میں جگہ جگہ انگریزوں کے خلاف احتجاج ہورہا تھا۔ تو آپ نے اپنی قیادت میں چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کو متحد کر کے ایک مضبوط ومربوط لائحہ عمل تیار کیا اور گاؤں گاؤں، شہر شہر پورے علاقے کا دورہ کر کے انگریزں کے خلاف ہندو مسلم، سکھ عیسائی بھی قوم ومذہب کے نوجوانوں کی ایک ٹیم تیار کی اور رائے پور میں منعقد ہونے والے مسلم لیگ کے عظیم الشان اجلاس میں مصلحتاً شرکت کر کے انگریزوں کے خلاف ایسی جوشیلی تقریر کی کہ پورا علاقہ آتش بغاوت سے سلگنے لگا۔ آپ کی مجاہدانہ للکار سے گھبرا کر انگریزوں نے ۱۹۲۲ء میں آپکو رائے پور کے جیل میں قید کر دیا۔ قید سے واپسی کے بعد اہل چھتیس گڑھ کو محسن ملت کی شکل میں ملک کا ایک ایسا باوفا اور قوم پرست رہنما مل گیا جس کی للکار سے انگریزوں کی نیند حرام ہوگئی۔

ہندوستان کی تاریخ میں ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک انتہائی دھماکہ خیزیوں کا دور رہا۔ جنگ عظیم، تقسیم ہند، تحریک آزادی یہ وہ مسائل تھے جن میں ارباب علم ودانش تو درکنار عوام الناس کو بھی اس کشمکش سے دوچار ہونا پڑا جسکے پاداش میں کئی تحریکوں نے جنم لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قوم مختلف جماعتوں میں بکھر گئی اور کئی پارٹیاں اور تحریکیں وجود میں

آئیں۔ان میں کچھ تحریکوں نے مسلمانوں کی غارت گری کو اپنا نصب العین بنالیا جس
کے لئے انہوں نے مختلف روپ اختیار کیا۔ان میں سے سے ہولناک شدھی تحریک تھی
جو ۱۹۲۳ء میں مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرکے مرتد بنانے کے لئے وجود میں
آئی جس کے ذریعہ متعصب ہندوؤں نے سادہ لوح مسلمانوں کو (نعوذ باللہ) مرتد بنانے
کی مہم شروع کی اور امت مسلمہ کو شرک وکفر کی تاریکیوں میں دفن کرنے کے لئے شب
وروز نت نئے فتنے برپا کئے اور بڑی بڑی اسکیمیں بنائیں جس کی لپیٹ میں تقریباً اکثر
حصہ بھارت آگیا۔ایسی ناگفتہ بہ حالت میں قوم کے دینی ومذہبی درد رکھنے والے علماء
ودانشور مسلمانوں کے ایمان واسلام کی حفاظت کی خاطر میدان عمل میں کود پڑے اس
تعلق سے ذیل میں ہم حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے بیان کا ایک اقتباس
نقل کرتے ہیں جس سے اس دور کی ہلاکت خیزیوں اور اسکے انسداد میں علماء کی کوششوں
کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔آپ ارشاد فرماتے ہیں "اب تک تو شدھی کی کوششیں
راجپوتانہ ہی میں تھیں لیکن اب انہوں نے اپنا میدان عمل وسیع کردیا ہے اور پورے
ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے ہاتھ مارتے ہیں، قومیں اُن کے حملوں سے تباہ ہو
رہی ہیں۔مسلمانوں کی مذہبی انجمنیں ہر جگہ نہیں ہیں، جو ہیں ان میں رابطہ نہیں۔جس
سرزمین کو خالی دیکھا، وہاں آریہ دوڑ پڑے۔جب تک علماء اسلام کو کسی حصہ ملک سے
بلائے تب تک کتنے غریب شکار ہو چکتے ہیں۔راجپوتانہ میں ہمیں تجربہ ہو چکا ہے کہ
آریوں کے زر، زور، طمع اور دباؤ وغیرہ کی تمام قوتیں اسلامی فضلاء کی دعوت حق کے
مقابل بے کار ہو جاتی ہے۔''

(مشائخ قادریہ رضویہ۔ص ۴۹۰)

اسی موقع پر اخبار دبدبۂ سکندری نے یہ سرخی قائم کی کہ ''ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں

کا ارتداد'' اور ذیل میں یہ بیان شائع کیا کہ "جناب مولانا مولوی مصطفیٰ رضا خان
صاحب قادری فرزند دوم، اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب
قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ساتویں جمادی الآخر کو دفتر ھذا میں تشریف لائے اور یہ وحشت ناک
خبر سنائی کہ ساڑھے چار لاکھ راجپوت مسلمان جو آگرہ، میرٹھ اور دہلی کے اضلاع میں
رہتے ہیں اس بات پر تیار ہیں کہ ہندو مذہب پھر اختیار کرلیں۔''

(حضرت محسن ملت ایک تعارف)

اس پُر آشوب ماحول میں حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے مدھیہ بھارت میں
مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کے علاوہ غیر مسلموں میں بھی اسلام کو اس
خوبصورتی سے پہونچایا کہ شدھی آندولن دم توڑنے لگا اور آپ کی مدبرانہ حکمت عملی سے
مسلمانوں کا سر فخر سے اُونچا ہو گیا۔

۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء میں ہندوستان نے انگریزوں کے چنگل سے آزادی حاصل
کیا مگر جاتے جاتے لوگوں کے درمیان ہمیشہ کے لئے نفرت وعداوت کی دیوار کھڑی
کرگئے۔اُدھر پاکستان کا قیام عمل میں آنا تھا کہ پورے ہندستان میں قوم مسلم کے خلاف
فتنہ وفساد کا غیر معیادی سلسلہ شروع ہو گیا۔بہار، بنگال، راجستھان وغیرہ مختلف صوبوں
میں ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جانے لگے ان کے دکانوں اور مکانوں کو نذر آتش
کیا جانے لگا اور ملک وجائداد پر غاصبانہ قبضہ ہونے لگا۔نہ معلوم کتنی عورتیں بیوہ اور
بچے یتیم وبے گھر کردئے گئے۔ایسی صورت حال سے خوفزدہ ہوکر بے شمار لوگ اپنے
وطن عزیز کو چھوڑ کر پاکستان کا رُخ کرنے لگے۔آئے دن جانے والوں کا سلسلہ لگا
رہتا۔ایسے نازک موڑ پر قوم کی سچی رہنمائی اور پر خلوص قیادت وقت کا ایک تقاضا تھا

جس کے لئے علمائے اہل سنت اور دانشورانِ قوم وملت نے جگہ جگہ تنظیم واجلاس قائم کر کے جانے والوں کو روکنے کی کوشش کی اور انہیں مستقبل کے نقصانات سے آگاہ کیا۔

حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے ایسے موقع پر اہلیان چھتیس گڑھ کی جس انداز میں قیادت ورہنمائی فرمائی بلاشبہ وہ انہیں کا حصہ ہے۔ آپ لوگوں کی تنظیمیں قائم کر کے فرداً فرداً بھاگنے والوں سے ملاقاتیں کر کے انہیں بھاگنے سے منع کرتے اور ہمت و حوصلے کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتے نیز اپنے وطن عزیز میں ثابت قدم رہنے کا عہد و پیمان لیتے۔ سبھوں سے بڑے ہی والہانہ انداز میں خطاب فرماتے۔ اسی موقع سے متعلق آپ کے خطاب کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے۔ آپ قوم سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ "سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے بہت پہلے فرمایا تھا کہ دشمن ہمارے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔ سب سے پہلے ہماری موت تاکہ معاملہ ہی ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے۔ اگر یہ نہ ہوسکے تو جلاوطنی چاہے گا تاکہ پاس ہی نہ رہے۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکا تو آخر درجہ میں عاجز ومجبور بنانا چاہے گا۔ ایک دفعہ تم لوگوں نے ہجرت کر کے دیکھ لیا۔ مگر اس میں سوائے بربادی کے تمہیں کچھ ہاتھ نہیں لگا۔ آج پھر تم یہاں سے جانا چاہتے ہو مگر جانے سے پہلے سوچو سمجھو، کچھ فیصلہ کرو، بھارت کی دھرتی پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے، دہلی کے لال قعلہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان ہجرت کرنا سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔

ایک دوسری جگہ حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ منتشر قوم کو مخاطب کر کے بڑے دلنشیں انداز میں فرماتے ہیں "تم کہاں جارہے ہو، خواجہ کی دھرتی تمہیں پکار رہی ہے، مخدوم

سمناں کا روضہ تمہیں آواز دے رہا ہے، محبوب پاک کا آستانہ تمہیں یاد کر رہا ہے، تمہارے آباواجداد کی ہڈیاں تمہیں پکار رہی ہیں۔ خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر کہاں جاؤ گے، مخدوم پاک کا روضہ چھوڑ کر تم سکون کیسے پاؤ گے؟ مخدوم کا سایہ چھوڑ کر تمہیں کہاں چین ملے گا؟ سرکار اعلیٰ حضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کیسے جی سکو گے؟

(ہفت روزہ ہمارا قدم دہلی ۱۷/ جنوری ۱۹۹۱ء بحوالہ محسن ملت ایک تعارف)

صحیح وقت پر حضرت محسن ملت کی اس دانشمندانہ قیادت اور مخلصانہ رہبری کا اثر یہ ہوا کہ حالات قابو میں آگئے۔ مہاجرین کا سلسلہ رک گیا اور اس طرح چھتیس گڑھ کے مسلمان بربادی سے بچ گئے۔ آپ کی قوت معاملہ فہمی اور بالغ نظری کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کے موقع پر چند نوجوان لڑکوں نے جین سماج کے رہنما ,,اچاریہ نانالال،، کے نام کا بینر ٹرک پر بیٹھ کر پھاڑ دیا جس سے اچانک پورے جلوس میں کھلبلی مچ گئی، ان کے عقیدت مند لاٹھی اور تلوار لے کر ٹرک کے نیچے لیٹ گئے۔ صورتِ حال اتنی بگڑ گئی کہ پورے علاقے میں فساد بھڑک اٹھنے کا خطرہ امنڈنے لگا۔ آپ نے نہایت تیزی سے پلٹ کر اچاریہ نانالال سے ملاقات کی اور جلوس کی اہمیت، اسلام کی نہایت عمدہ اور مختصر انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے چند ناسمجھ نوجوانوں کی اس کارستانی کا ذکر کیا۔ کہتے ہیں جس وقت آپ نے اسلام کے مساوات اور بھائی چارگی پر روشنی ڈالی۔ اچاریہ جی کی آنکھوں میں آنسو آگئے، انہوں نے اپنے عقیدت مندوں کو جو راستہ روکے بسوں کے سامنے کھڑے اور لیٹے تھے نہایت سختی سے روکا جس کے نتیجے میں ایک اٹھتا ہوا طوفانِ بدتمیزی اچانک تھم گیا اور جب آپ وہاں سے رخصت ہوئے تو انہوں نے اخباری نمائندوں کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ ,,جس سمپردائے (فرقہ) کے رہنما اتنے انسا ہی تھا دور درشی

ہوں وہ دھنیہ (قابل مبارک باد) ہے۔ (حضرت محسن ملت ایک تعارف ص ۱۰۸)

یہ آپ کی نباضی اور مدبرانہ طریقہ کار کا نتیجہ تھا کہ جب بھی شرپسندوں نے فساد کی آگ بھڑکانا چاہی آپ کے حسنِ تدبر سے دشمنوں کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ بمبئی، گجرات، راجستھان، دہلی، اتر پردیش، بہار وغیرہ میں منعقد ہونے والی دنیائے سنیت کی بڑی بڑی تنظیموں اور کانفرنسوں کی بھی آپ نے کامیاب قیادت کی اور ایک عرصے تک آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے جنرل سکریٹری بھی رہے۔

۱۹۶۰ء میں کانگریسی حکومت ہند جانبداری سے کام لیتے ہوئے غیر منصفانہ طور پر اہل سنت کے اداروں اور اوقاف پر غیر سنیوں کو بالادستی کا حق دے رہی تھی اور ایک وقف ایکٹ کے ذریعہ اہل سنت کے حقوق کو پائمال کرنے کی کوشش کی۔ نیز مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کا اسلامی تشخص اور امتیاز ختم کرنے کی ناپاک سازش کی اور مختلف صوبوں میں مسلمانوں کے مذہبی مقامات، مساجد ومزارات کو ظلماً چھیننے کی کوشش کی اس صورت حال کے پیشِ نظر آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے زیر اہتمام دہلی کے لال قلعہ کے میدان میں دسمبر ۱۹۶۱ء میں آل انڈیا کل ہند سنی اوقاف کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ڈیڑھ لاکھ افراد نے شرکت کی (تذکرہ خلفائے مفتی اعظم ہند ص ۵۲) اس عظیم الشان کانفرنس میں بھی حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کی حیثیت ایک عظیم قائد اور خصوصی مقرر کی تھی۔ جیسا کہ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ جو خود بھی ایک عظیم رہنما کی حیثیت سے شریک کانفرنس تھے۔ محسن ملت کی ولولہ انگیز خطابت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''سنی اوقاف کے تحفظ کے سلسلے میں وہ (محسن ملت) ایک تجویز پر تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو ان کے جذبات کے تلاطم کا عجیب عالم تھا۔ دہلی کی حکومت کو سنی اوقاف کی

بربادی کا ملزم قرار دیتے ہوئے انہوں نے ایسی پرجوش تقریر فرمائی کہ نعرۂ تحسین سے سارا پنڈال گونج اٹھا۔ ان پر ایسی بے خودی طاری تھی کہ تقریر کرتے ہوئے وہ مائک سے بہت دور ہٹ گئے اور انہیں ذرا محسوس نہیں ہوسکا۔ جب مجمع کے ایک گوشے سے آواز آئی تو انہیں ہوش آیا۔ (حضرت محسن ملت جدوجہد کی ایک تاریخ محسن ملت نمبر)

یہ کانفرنس ایسی مؤثر اور کامیاب ہوئی کی ایوان حکومت میں زلزلہ آگیا۔ اور وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو اور دیگر صاحبان اقتدار نے از خود ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ کانفرنس کے بعد آپ کی قیادت میں علمائے اہل سنت کا ایک وفد وزیر اعظم سے مل کر مسلمانوں کے مطالبات کو ان کے سامنے پیش کیا۔ اس نے انہیں بغور سنا اور اس پر عمل بھی کیا۔ اس طرح اہل سنت کے مذہبی ادارے اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھ سکے۔

جب آزادی کے بعد ہندوستان کے قانون سازی کے لئے ہر علاقے سے دانشور اور معزز لوگوں سے مشورہ طلب کیا گیا اس وقت چھتیس گڑھ علاقے سے مسلمانوں کی طرف سے پنڈت جواہر لال نہرو نے حضرت محسن ملت کو خاص طور سے مدعو کیا جس پر آپ نے نہرو جی سے تفصیلی گفتگو کی اور سبھی قوم کے لوگوں کو مکمل حفاظت اور بنیادی حقوق کے سلسلے میں قیمتی اور مفید مشورے دئے جس سے وہ کافی متاثر ہوئے۔

اسی طرح ۱۹۵۱ء میں پنڈت جواہر لال نہرو نے آپ کو دیگر مسلم رہنماؤں کے ساتھ آنند بھون الہ آباد میں گفتگو کے لئے خصوصی دعوت دی جس پر پنڈت نہرو نے مسلمانوں کی شریعت کے مطابق جو قانون ترتیب دیا تھا اس پر تبادلہ خیال کیا اور یقین دلایا کہ ہندوستان کے آئین میں مسلمانوں کی شریعت اور انکے قانون کو پوری اہمیت دی جائے گی۔ آپ کے عظیم الشان کارنامے اور شخصیت سے ہندو مسلم، سکھ عیسائی سبھی

بیحد متاثر تھے اور ہر کوئی آپ کو اپنا شفیق سرپرست اور مخلص قائد مانتا تھا۔ ایک بار مدھیہ پردیش کے شہڈول علاقے میں ایک بڑی کانفرنس ہوئی جس میں ساری قوم کی طرف سے آپ کو محسن ملت کا خطاب دیا گیا۔ آپ کی کارگذاریوں سے ہندو مسلم میں اتفاق واتحاد کی جڑیں مضبوط ہوئیں۔ آپسی نفرتوں کی تاریکیاں مٹ گئیں اور ہر طرف خوشگوار ماحول نظر آنے لگا۔

آپ کی ذات بابرکات سے جس طرح دینی وسماجی امور انجام پاتے رہے اور جس انداز میں آپ نے اپنی قوم کے اندر بلند ہمتی، اولوالعزمی کا جوش وجذبہ پیدا کیا تاریخ کے صفحات میں وہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تم پر

☆☆☆

محسن ملت ایک وفادار مجاہد

حضرت مولانا راشد القادری صاحب، اناؤ

تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ بڑے بڑے قائد حکومت وقت کے دباؤ اور اپنے چند دنیاوی مفاد کے تحت قومی قیادت کا حق پورا نہ کرسکے بلکہ یہ میر جعفر اور میر قاسم بن کر ننگ قوم وننگ ملت کا خطاب پا کر ہمیشہ کے لئے قوم کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ بن گئے۔

مگر جن لوگوں کا سینہ ایمان ویقین، خوف آخرت اور جذبہ اسلامی سے معمور رہتا ہے ہر دور میں آفتاب جہاں تاب کی طرح جگمگاتے رہتے ہیں۔ انہیں شخصیات میں ایک بلند نام ملت کے وفادار مجاہد، پیر طریقت، رہبر شریعت، قائد قوم محسن ملت حضرت علامہ شاہ مولانا حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ رائے پور کا بھی آتا ہے۔

ملک ہندوستان جنت نشان پر سفید فام انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ہر طرف ظلم وستم اور بربریت کا ننگا ناچ ہو رہا تھا، انسانیت بلک رہی تھی، آدمیت چیخ رہی تھی، عزت دار کو اپنی عزت بچانا مشکل ہوگیا تھا کہ چند سرفروشوں نے انگریزی سامراج سے نجات پانے کا منصوبہ بنایا اور رفتہ رفتہ دیوانگان آزادی کی ایک لمبی فہرست بن گئی۔ تحریک شروع ہوگئی اور ملک کے کونے کونے میں یہ ترانہ گونجنے لگا۔

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے ۔۔۔ دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

لیکن یہ ملک اتنی آسانی سے آزاد نہیں ہوا جتنا لوگ سمجھتے ہیں بلکہ ٹیپو سلطان کو گولی ماری گئی تب ہندوستان آزاد ہوا، سر اشفاق اللہ کو پھانسی دی گئی تب ہندوستان آزاد ہوا، بہادر شاہ ظفر کے بھتیجوں کا گلا کاٹا گیا تب ملک آزاد ہوگیا، مجاہد حق مولانا فضل حق خیرآبادی کو جزیرۂ انڈمان میں قید کیا گیا تب ہندوستان آزاد ہوا، مولانا حسرت موہانی کی ہڈیاں جیل میں توڑی گئیں تب ہندوستان آزاد ہوا اور حضرت محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی صاحب رائے پوری نے جیل کے مصائب وآلام کو خندہ پیشانی سے قبول کیا تب ہندوستان آزاد ہوا۔ محسن ملت آزادی کے ایسے متوالے تھے جنہوں نے قوم وملت کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے ہمیشہ اس شعر پر عمل کیا ؂

یہ ہے دامن یہ گریباں آؤ کوئی کام کریں ۔۔۔ موسم کا منہ تکتے رہنا کام نہیں دیوانوں کا

دیکھا گیا ہے کہ سماجی اور سیاسی حضرات اکثر دنیاوی الجھنوں میں مصروف رہ کر دینی واسلامی اسپرٹ سے خالی ہوجاتے ہیں۔ لیکن محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی کی ذات والا صفات اس موڑ پر ملی انفرادیت کی حامل ہے۔ اگر ایک طرف قومی، ملکی وملی مسائل سے لگاؤ تو دوسری جانب عشق رسول خوف خدا، جذبہ ایثار اور عبادت وبندگی کے جذبے سے سرشار نظر آتے ہیں۔ گویا حضرت کی ذات عشق وعقیدت کا ایسا سنگم ہے جہاں ہر پیاسا اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔

کچھ نقش تیری یاد کے باقی ہیں ابھی تک ۔۔۔ دل بے سروساماں سہی ویراں نہیں ہے

اسی عشق وعقیدت کی جلوہ گری اور ضیاباریاں ہیں کہ مدھیہ پردیش واڑیسہ اور چھتیس گڑھ حضرت کی بے لوث خدمات سے چاند وسورج کی طرح جگمگا رہے ہیں۔

چھتیس گڑھ کی راجدھانی شہر رائے پور محلّہ بیجناتھ پارہ میں مدرسہ اصلاح المسلمین

و دار الیتامی جو اہل سنت کی ایک عظیم درسگاہ ہے۔ یہی حضرت مولانا موصوف کی انمٹ یادگار اور نشانی ہے جہاں ہزاروں تشنگان علم وفن آکر اس چشمۂ آب حیات سے شاد کام ہوکر ملک کے گوشہ گوشہ میں دین حق کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

وہ محسن ملت جو سیاست، قیادت، امامت، عمارت کی منزل پر اس قدر بلند وبالا نظر آتے ہیں کہ ان کے سامنے کوہ ہمالیہ کی پیشانی بھی جھکی ہوئی ہے۔ علاقہ چھتیس گڑھ اور اڑیسہ میں جہاں جہاں میں گیا حضرت کی خدمات کے انمٹ نقوش دیکھنے میں آئے۔ آپ نے غیر مسلموں میں جس حسین انداز میں اسلام کی تبلیغ فرمائی اور مسلمانوں کو جس خوبصورتی کے ساتھ ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا آج وہ سب ہماری تاریخ کا بے مثال حصہ ہے۔ شدھی آندولن کے مقابلے میں تو آپ پہاڑ بن کر کھڑے تھے۔ عشق رسول ﷺ آپ کی ادا سے ٹپکتا تھا۔ بڑی بڑی شخصیتیں آپ کی عظمتوں کا لوہا مانتی تھیں۔ اولیاء کرام کی عظمتوں سے آپ کا سینہ بھرا ہوا تھا۔ اجمیر شریف، بریلی شریف، کچھوچھہ مقدسہ، مارہرہ مطہرہ، دیوہ شریف، ردولی شریف اور پتہ نہیں کہاں کہاں آپ کی یادوں کے چراغ جل رہے ہیں کہا نہیں جاسکتا۔ میں جہاں بھی گیا لوگوں کو آپ کا شیدا اور دیوانہ پایا۔ علماء کی محفل سے لے کر صوفیہ کی بزم تک ہر جگہ آپ کا چرچا عقیدت ومحبت کے ساتھ سننے میں آیا۔ جسے سن کر حیرت ہے کہ آپ کی شخصیت میں خدا نے کتنے جلوے پنہاں رکھے تھے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

☆☆☆

محسن ملت اوران کی چند کرامتیں

مولانا منصور عالم اشرفی ، دارالعلوم مجاہد ملت ، شہڈول

حضرت محسن ملت الشاہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ جنہیں پروردگار عالم نے روزِ ازل ہی میں دین وسنیت اور قوم ووطن کی خدمت کے لئے چن لیا تھا۔ آپ کا وجود مسعود دین ومذہب اور قوم ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت تھا۔ آپ نے جس جذبہ ولگن کے ساتھ ملک وملت کی خدمتیں انجام دی ہیں وہ ہم سب کے لئے لائق تقلید وعمل ہیں۔ آپ نے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی فرمائی اور رہبری کا پورا پورا فریضہ انجام دیا۔ اسی جذبہ جنوں اور حرارت عشق کو دیکھ کر آپ کو ''محسن ملت'' کے بھاری بھرکم خطاب سے نوازا گیا۔

آپ میدان جہاد کے جہاں ایک کفن بردوش مجاہد تھے وہیں مسند درس وتدریس کی زینت بھی، جہاں ایک کامیاب خطیب تھے وہیں مفتی دوراں بھی، جہاں ایک نکتہ سنج واعظ تھے وہیں مخلص ومہربان رہنما بھی، جہاں حالات حاضرہ پر نظر رکھنے والے ایک باہوش مفکر تھے وہیں مسند ارشاد کے روشن ضمیر پیر بھی۔ الغرض بہت خوبیاں آپ کی ساری زندگی کا احاطہ کئے ہوئی تھیں۔ مگر میں یہاں پر آپ کی چند کرامتوں کا ذکر کروں گا جس سے آپ کی روشن ضمیری اجاگر ہوسکے۔

بلاشبہ شریعت پر استقامت یہ سب سے بڑی کرامت ہے آپ محسن ملت کی پوری کتاب زندگی پڑھ ڈالئے، ہر ورق اس بات کی گواہی دے گا کہ ہمیشہ آپ نے طبیعت پر شریعت کو ترجیح دی، سیاست کا اعلیٰ سے اعلیٰ عہدہ بڑے خوبصورت طشت میں آپ کو پیش کیا گیا لیکن آپ نے آیت الکرسی کے سامنے ہر کرسی کو لات ماردی، ہر عہدے کو ٹھکرا دیا اور بقول پاسبان ملت ''انہوں نے سیاست کو چھوا اور سونگھا تھا اس میں ڈوبے نہیں تھے۔ وہ ایک صوفی منش درویش، عارف حق آگاہ اور وقت کے جید عالم تھے''۔

یہ اسلام کے اس عظیم اسکالر کا تاثر ہے جس کے دینی کارنامے نصف صدی کو محیط ہیں، جن کی تحریروں میں عقیدت کم حقیقت کی جلوہ سامانیاں زیادہ ہیں۔ حضور پاسبان ملت کے اس تاثر کی روشنی میں بلا تامل کہا جاسکتا ہے کہ حضور محسن ملت ایک ولی صفت درویش کامل تھے جو تا زندگی اپنے وظائف پر بڑی سختی سے کاربند رہے۔ میں یہاں دو چار کرامتوں کا ذکر کر رہا ہوں تاکہ زندگی کا یہ گوشہ بھی نکھر کر سامنے آجائے۔

رتن پور ضلع بلاسپور کے رہنے والے جناب سید منصور علی کا بیان ہے کہ میں حضور محسن ملت کے ہمراہ کھنڈوا مقدمہ میں گیا اس وقت میری عمر ۱۲/ سال کی تھی، جہاں قیام تھا اسی کے قریب کسی عقیدت مند کے گھر جانا تھا میں آگے آگے چل رہا تھا اور حضرت پیچھے پیچھے اور میں اس تیزی سے چلنے لگا کہ ہم دونوں کے درمیان ایک لمبا فاصلہ ہوگیا۔ میں تیز تیز چل رہا تھا اچانک سامنے ایک بہت بڑا گڈھا آگیا قریب تھا کہ میں گڈھے میں گر پڑتا فوراً حضرت نے آکر سہارا دیا اور مجھے گرنے سے بچالیا میں حیرت کے سمندر میں ڈوبا سوچ رہا ہوں کہ ابھی حضرت کافی دور تھے مگر اس قدر لمبے فاصلے کو طے کر کے مجھے گرنے سے کیسے بچالیا کہ پھر حضرت نے محبت کی تھپکی دی، کاندھے پہ ہاتھ

سیاسی
خدمات

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

محسن ملت اوران کی سیاسی قیادت

خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ الہ آباد

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

محسن ملت حضرت مولانا الحاج حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ جماعت اہل سنت کی ایک مقتدر شخصیت تھے۔ خدا نے انہیں بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عبقری و نادر روزگار ہستی کی درسگاہ کے نہ صرف تعلیم یافتہ تھے بلکہ ان کی اجازت وخلافت سے بھی فیضیاب تھے۔ شیر بیشہ اہل سنت، مناظر اعظم حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کے وہ معاصر وہم سبق تھے۔ ایک بلند پایہ فقیہ، درسگاہ کے کامیاب مدرس اور اسٹیج خطابت کے آفاقی خطیب تھے تو میدان سیاست کے شہرہ آفاق قائد بھی۔ ان کے معاصر علماء حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کی سیاسی بصیرت کے معترف اور قائل بھی تھے، ہم جیسے سیاست کے نازک موڑ پر ان سے استفادہ کرتے۔ مجھ پر تو حضرت انتہائی خلیق وشفیق اور مہربان واقع ہوئے تھے۔ فراغت کے بعد جب وہ چھتیس گڑھ تشریف لائے تو یہاں کا دیہی مسلمان پرانے مراسم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ ایک کفن بردوش مجاہد کی

طرح گاؤں گاؤں کا دورہ کیا۔ گلی گلی کی خاک چھانی، دن کہیں رات کہیں، صبح کہیں، شام کہیں کی منہ بولی مثال بن گئے، پھولوں کی سیج پر نہیں ہوتے کانٹوں اور انگاروں سے گزرتے، بلا دوا مصار میں آپ مشن کی دھن میں دیوانہ وار جٹے رہے۔ جہاں پہنچے کلمہ حق کہا، مذہب اہل سنت کی تلقین کی، مسلک رضویت کو فروغ دیا۔ مدتوں خاک چھاننے کے بعد خیال آیا کہ اس تاریکی میں علم وعرفان کا چراغ روشن کیا جائے جس سے پورا مدھیہ پردیش فیضیاب ہوسکے چنانچہ مسلم یتیم خانہ اصلاح المسلمین اس عظیم قائد ورہنما کی ایک زندہ جاوید یادگار ہے۔ خدا ان کی قبر پر رحمتوں کے پھول برسائے اور درجات میں بلندی دے۔ وہ ایک صوفی مشن درویش تھے۔ سلطان الہند خواجگان کے شیدائی وفدائی تھے۔ ہر سال اجمیر شریف بالاحترام حاضری دیتے، جو کچھ خواجہ غریب نواز سے لیتے اسے خواجہ کے جاں نثاروں پر لٹاتے، بزرگان دین سے انہیں بے حد عقیدت ومحبت تھی، جہاں کہیں پہنچے پتہ لگائے یہاں کس کا آستانہ ہے پہلے وہاں حاضری دیتے نماز پنجگانہ کے ساتھ آپ اوراد ووظائف کے بڑے سختی سے پابند تھے۔ سابق وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو آپ پر بہت اعتماد کرتے اور سیاسی جلسوں میں نہرو کے ساتھ مولانا خطاب فرماتے اور بے دھڑک بڑی بیباکی سے مسلم مسائل کو پیش فرماتے جہاں وہ فقہی بصیرت رکھنے والے ایک جید عالم تھے، خانقاہوں کے صوفی باصفا اور عارف حق آگاہ تھے اور میدانِ سیاست کے شہسوار بھی، وہیں ان کے سینے میں ایک دردمند دل تھا جس نے انہیں ہمیشہ سیماب صفت رکھا وہ مسلمانوں کے غم میں کسی کروٹ چین نہ پاتے وہ ملک دوست بھی تھے اور مسلمانوں کے دکھ درد کے ساتھ بھی۔ وہ مخلصانہ جذبہ بھی رکھتے تھے جس نے انہیں سیاست حاضرہ سے قریب رکھا انہوں نے سیاست کو چھوا اور سونگھا تھا۔ اس میں ڈوبے نہیں تھے۔ ''ہر کہ درکان نمک رفت

نمک شد'' کی مثال نہ تھے بس اسی قدر اس سے تعلق تھا جو آڑے وقت مسلمانوں کے کام آسکے۔

آہ! اب وہ مرد مجاہد ہم میں نہ رہا۔ تقریباً نصف صدی تک وہ مسلک رضویت کی تشہیر کے فروغ کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور مدرسہ کی چہار دیواری میں بیٹھ کر گم گشتہ منزل کو آشنا اور ناآشنائے راز کو راز آشنا کرتے رہے۔ آخری عمر تک مسلمانوں کی صلاح و فلاح کے لئے ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے۔ آخرش اسی صدمے میں داعی اجل کو لبیک کہا اور جوانی کے خون سے سینچی ہوئی درسگاہ مدرسہ اصلاح المسلمین کو اپنی علمی یادگار کے طور پر چھوڑ گئے جو تاریکیوں میں روشن چراغ ہے۔ اگر ان کی قائدانہ صلاحیتوں کا نکھار دیکھنا ہے تو اصلاح المسلمین کی فلک بوس عمارت کو ایک نظر دیکھا جائے جو اس مرد قلندر کی مساعی جمیلہ اور قائدانہ صلاحیتوں کا نتیجہ ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ علمی وروحانی خانوادہ ہے جس کی نظری فکری اور علمی قیادت میں مدھیہ پریش کا عاقبت اندیش مسلمان مدتوں سے ان لوگوں کے شانہ بشانہ ہے اور اسی انداز فکر وعمل میں ان کی منزل کا راز سربستہ ہے اگر یہاں کا مسلمان ان حضرات کی قیادت میں جیتا رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ کبھی ٹھوکر نہیں کھائے گا اور نہ کبھی کسی غلط اندیش کے دام تزویز کا شکار رہے گا۔ یہ علمی وروحانی خانوادہ برسوں کا جانا پہچانا پرکھا اور بے داغ وبے غبار ہے۔ مسلمانوں کی کامیابی اسی میں ہے کہ ان لوگوں کی سربراہی میں جیتے رہیں۔ خداوند قدیر انجمن فیضان محسن ملت کو ترقی عطا فرمائے۔ مولانا اکبر علی کی سربراہی میں انجمن ہمدوش ثریا ہوگا۔ خداوند کریم آسیب روزگار سے محفوظ رکھے اور حضرت محسن ملت علیہ الرحمۃ ورضوان کی روحانی برکتوں کے زیر سایہ پھلتی پھولتی رہے۔ آمین۔

محسن ملت اوران کا سیاسی کردار

رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی ان خوش نصیب اور قابل رشک علماء میں ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی زیارت کی اوران کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ حضرت محسن ملت نے مجھ سے خود بیان کیا کہ جب افتاء اور تصنیف کا کام بہت زیادہ بڑھ گیا تو اعلیٰ حضرت نے تدریس کی ذمہ داری اپنے خلف اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے سپرد کردی۔ چنانچہ حضرت محسن ملت کی درسیات کی تکمیل حضرت حجۃ الاسلام کے ذریعہ عمل میں آئی اور جامعہ منظر اسلام میں ان کی دستار بندی ہوئی۔ حضرت محسن ملت کے بیان کے مطابق ان کی سند پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے دستخط ثبت تھے۔

حضرت محسن ملت کی رفاقت میں کم وبیش پندرہ سال تک جماعتی کام کرنے کا مجھے موقع ملا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب وہ آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے جنرل سکریٹری تھے اور میں ناظم نشر واشاعت تھا۔ اس تنظیم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے تھی کہ اس وقت اہل سنت کے دل ودماغ اس کے پرچم کے نیچے جمع ہوگئے تھے۔ اس طویل عرصہ میں حضرت محسن ملت کو میں نے بہت قریب سے دیکھا اور مختلف رُخ سے دیکھا اور ایک

بار نہیں بار بار دیکھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ سفر کی حالت میں آدمی کی اصل تصویر نمایاں ہو جاتی ہے اور زندگی کی وہ ساری کمزوریاں جن پر تکلفات کے پردے پڑے رہتے ہیں سفر کی حالت میں بے نقاب ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ حضرت محسن ملت کے ساتھ میرا بہت زیادہ سفر ہی کی حالت میں تھا۔ کیوں کہ اس زمانے میں آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کی سرگرمیوں کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا تھا پورے ملک میں آئے دن کہیں نہ کہیں مرکزی کابینہ کی میٹنگوں کا عوامی کانفرنسوں کا سلسلہ جاری رہا کرتا تھا۔

ان سارے مراحل میں حضرت محسن ملت کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ گوناگوں محاسن وکمالات کی جامعیت کے اعتبار سے حیرت انگیز شخصیت کے مالک تھے۔ تدبر اور سیاسی بصیرت میں ہمارے ساتھیوں کے اندر ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میٹنگوں میں کسی مسئلے پر جب بحث بہت زیادہ پیچیدہ ہو جاتی تھی تو ان کی رائے حرف آخر ہوا کرتی تھی۔

ان کی خطابت کا رنگ بھی سب سے نرالا تھا۔ کسی بھی مسئلے پر وہ تقریر کرتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ ان کی آواز میں دلوں کو پگھلا دینے والی حرارت شامل ہوگئی ہے۔ کبھی کبھی تقریر کے دوران وہ اتنا متکیف ہوجاتے تھے کہ خود ہی رونے لگتے اور آواز گلوگیر ہوجاتی۔ ان کی اس طرح کی بے خودی کی ایک کیفیت ہم نے کل ہند سنی اوقاف کانفرنس دہلی کے موقع پر دیکھا تھا۔ یہ کانفرنس لال قلعہ کے پریڈ گراؤنڈ میں ۱۹۶۰ء میں آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی۔ مولانا خود اس کے جنرل سکریٹری تھے۔ سنی اوقاف کے تحفظ کے سلسلے میں وہ ایک تجویز پر تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو ان کے جذبات کے تلاطم کا عجیب عالم تھا۔ دہلی حکومت کو سنی اوقاف کی بربادی کا ملزم قرار دیتے ہوئے انہوں نے ایسی پرجوش تقریر کی کہ نعرۂ

تحسین سے سارا پنڈال گونج اٹھا۔ان پر ایسی بیخودی طاری تھی کہ تقریر کرتے ہوئے وہ مائک سے بہت دور ہٹ گئے اور انہیں ذرا محسوس نہیں ہوسکا جب مجمع کے ایک گوشے سے آواز آئی تو انہیں ہوش آیا۔

سیاسی بصیرت کے علاوہ قانون کی نزاکتوں پر بھی مولانا بہت گہری نظر رکھتے تھے۔عموماً تجاویز کا مسودہ میں ہی تیار کرتا تھا جب مولانا تجویز کی عبارت میں ترمیم کرتے اور مسکراتے ہوئے اس کے وجوہات بیان کرتے تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا کہ اچانک ہم اندھیرے سے اجالے میں آگئے۔افسوس کہ مولانا کی سیاسی زندگی کا بہت بڑا حصہ ان کے مذہبی سرگرمیوں کے انبار میں دب گیا۔ورنہ مولانا محمد علی جوہر کے دوش بدوش تھے۔خلافت کمیٹی کے زمانے میں ملک کی آزادی کے لئے اپنی قربانیوں اور جیل کی زندگی کے جو واقعات وہ ہمیں سنایا کرتے تھے اگر وہ قلم بند ہو گئے ہوتے تو جنگ آزادی کی تاریخ کی ایک اہم کڑی ہمارے ہاتھوں سے ضائع نہ ہوتی۔پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ مولانا کے تعلقات بہت پرانے تھے۔ہم وطنی ہونے کی حیثیت سے بھی اور رفیق کار ہونے کی حیثیت سے بھی۔اور شری لال بہادر شاستری سے تو ان کے بالکل گھریلو تعلقات تھے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ شاستری جی کی مکتب کی تعلیم اپنے گاؤں میں مولانا کے خسر صاحب سے ہوئی تھی جو اردو زبان کے بہترین منشی تھے۔شاستری جی نے اردو لکھنا پڑھنا انہیں سے سیکھا تھا۔شاستری جی نے ساری عمر اس رشتے کا احترام کیا۔اس تعلق کی بنیاد پر شاستری جی مولانا کے لئے اکثر و بیشتر تحائف بھیجا کرتے تھے۔

مذہبی دنیا میں بھی حضرت محسن ملت کا بہت بلند مقام تھا۔وہ اہل سنت کے قائدین میں شمار کئے جاتے تھے۔انہوں نے جس زمانے میں چھتیس گڑھ کو اپنی

مذہبی، تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز بنایا وہ علمی اور مذہبی اعتبار سے اس علاقے کا بہت ہی تاریک دور تھا۔اس علاقے میں علمی اور دینی شعور برپا کرنے کے لئے بڑے سنگین مراحل سے گزرنا پڑا۔سالہا سال کی قربانیوں اور پُرسوز جدوجہد کے بعد اس علاقے میں دین وسنیت کی بہار آئی۔مولانا نے سب سے پہلے مدرسہ اصلاح المسلمین دار الیتامی کے نام سے رائے پور میں ایک رہائشی قسم کا دینی تعلیمی ادارہ قائم کیا اور آس پاس کے اضلاع اور قرب وجوار کے یتیم ونادار بچوں کو خورد ونوش کی کفالت کے ساتھ اپنے مدرسہ میں داخل کیا اور جب مولویوں اور حافظوں کی ایک فوج تیار ہوگئی تو انہوں نے امام کی حیثیت سے اپنے علاقے کی مسجدوں کو سنبھال لیا۔آج چھتیس گڑھ میں مسلک اہل سنت کا جو فروغ آپ دیکھ رہے ہیں اس کی سرخی میں مولانا کے خونِ جگر کا بہت بڑا حصہ ہے۔علاقے کی بنجر زمینوں میں جب تک فصلیں اگتی رہیں گی اور دانے چننے والے چنتے رہیں گے اسے مولانا ہی کا مفتوحہ علاقہ کہا جاتا رہے گا۔مولانا کی اس قرار واقعی پر پردہ ڈالنا اور اسکے تذکرہ سے زبانیں بند رکھنا بہت بڑی ناشکری اور احسان فراموشی ہوگی۔مولانا کی روح میں عشق وعقیدت کی چنگاری ہمیشہ دہکتی رہتی تھی جس کی حرارت سے میں نے بہت سے پتھروں کو پگھلتے دیکھا ہے طبیعت میں سوز وگداز کی استعداد تو پہلے ہی سے موجود تھی۔اعلیٰ حضرت کے فیضان صحبت نے مولانا کو کیف ومستی کے ایک عالم خود فراموش میں پہنچا دیا۔وہ سرکار غوث الوریٰ کے ساتھ جیسی والہانہ اور فدا کارانہ عقیدت رکھتے تھے بہت کم لوگوں کو ایسی سرفرازی نصیب ہوگی۔میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کے اندر قادری نسبت کا رنگ امین خزائن قادریت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے فیضان صحبت سے پیدا ہوا تھا۔

اعلیٰ حضرت کے فیضان صحبت کا ہی یہ اثر تھا کہ اعراس کی محافل میں ناخواندہ عوام کی مداخلت سے جو منکرات شامل ہوگئے ہیں۔ مولانا نہایت شد و مد کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے تھے۔ ایک بار رائے پور میں کسی بزرگ کے مزار پر عورتوں کی قوالی کا پروگرام بنالیا۔ اس کو اپنے وقار کا سوال بھی بنالیا۔ مولانا بھی سر سے کفن باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ اتفاق سے انہیں ایام میں مجھے ممبئی کا ایک سفر پیش آیا۔ میں نے مولانا کو اپنے اس پروگرام سے مطلع کردیا تھا۔ رائے پور اسٹیشن پر جب میری ٹرین پہونچی تو مولانا پلیٹ فارم پر انتظار میں کھڑے تھے مجھے دیکھتے ہی باغ باغ ہوگئے۔ مولانا نے عورت کی قوالی کے سلسلے میں مجھے یہاں کا سارا حال سنایا۔ آخر میں فرمایا کہ منتظمین بھی بضد ہیں کہ وہ مزار شریف پر یہ پروگرام کریں گے اور میں نے بھی تہیہ کرلیا ہے کہ شریعت کے ناموس کے تحفظ اور عرس کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لئے مجھے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے تو میں قدم پیچھے نہیں ہٹاؤں گا۔ دم رخصت انہوں نے بھرائی آواز میں مجھے وصیت کی کہ مقدر کی ارجمندی سے اگر میرا جذبہ سرفروشی اپنی مراد کو پہونچ گیا تو تم میرے مدرسہ کا خیال رکھنا اور میرے یتیم بچوں کی خبر گیری کرتے رہنا۔ مولانا کے اس رقت انگیز جملے سے میری آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔ میں نے انہیں تسلی دی کہ آپ کا جذبہ عشق و اخلاص سلامت رہے۔ ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ رائے پور کے غیور مسلمان آپ کو دار کی طرف بڑھنے کے لئے چھوڑ دیں گے۔ رہ گیا وہ کام جو آپ نے مجھے سونپا ہے وہ آپ کے مرنے ہی پر موقوف نہیں ہے آپ کی زندگی میں آپ کی یہ وصیت یاد رکھوں گا۔ ممبئی کی واپسی میں پھر حضرت ٹرین پر تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ غریب نواز کے صدقہ میں خدا نے قبول حق کے لئے منتظمین کا سینہ کھول دیا۔

محسن ملت اور اُن کی سیاسی بصیرت

رئیس التحریر مولانا وارث جمال قادری صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت ممبئی

اپنے اسلاف اور محسنوں کو یاد کرنا، انکے کارناموں کو زندہ رکھنا، انہیں دہراتے رہنا، ان کے افکار و عمل، عزیمت و استقامت اور سوز دروں کو نسلاً بعد نسلٍ منتقل کرتے رہنا یہ زندہ قوموں کی علامت اور جذبہ احسان مندی اور شکر گذاری کی روایتِ دیرینہ ہے اور پھر وہ شخصیتیں جو اپنے علمی فضل و کمال اور افکار کی بلندیوں کے ساتھ ہی ساتھ یقین محکم، عمل پیہم اور سرتاسر اخلاص اور جہد مسلسل کے محسوس پیکر ہوں، جن کا تب و تاب جاودانہ قوم و ملت اور دینِ حق کی سرفرازی کے لئے وقف رہا ہو اور جو اس حقیقتِ صادقہ کی عملی تفسیر ہوں۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں اور اسی لئے ہوں غازی

تو ایسی صورت میں ان کی حیات و خدمات اور ان کی قومی، ملی، سماجی کارکردگی، ان کے علمی اور دینی کارنامے، ان کی عاقلی دانائی و فرزانگی، عزیمت و استقامت اور ان کی زندگی کے تمام ترنشیب و فراز کو پوری تفصیل کے ساتھ اجاگر کرنا اور اسے جاوداں بنائے رکھنا ان کے اخلاف پر فرض ہوتا ہے، تا کہ ان کے نقوش قدم کو دلیل راہ بنایا

جاسکے اوران کے اجالوں سے اپنی تمام ترغفلت سستی، تن آسانی، کاہلی، بےعملی، دون ہمتی، خودغرضی اور مفاد پرستی کی تاریکیوں کو دور کیا جاسکے۔

مقام مسرت ہے کہ سواداعظم اہل سنت وجماعت کی ایک نابغہ روزگار گراں مایہ اور بلند قامت شخصیت حضرت اقدس بابرکت علامہ حامد علی فاروقی الہ آبادی ثم رائے پور علیہ الرحمہ کے اخلاف پورے جوش عقیدت اور **هل جزء الاحسان الا الاحسان** کے جذبے کے تحت یہی کارنامہ انجام دینے جارہے ہیں اور پورے سواداعظم کے طرف سے ایک فرض کفایہ بھی! جس کے لئے وہ ہمارے بے پناہ شکریئے، مبارکباد اور خصوصی دعاؤں کے مستحق ہیں ع

ایں کارازتو آیدومرداں چنیں کنند!

بے شک آپ کی بے کراں شخصیت اوراسکی ہمہ جہتی پروقت وحالات اور ہماری اجتماعی غفلت وبے حسی واکابرفراموشی نے ٹھنڈی دھول ڈال رکھی ہے۔

اس فہرست میں آپ کی ذات تنہانہیں بلکہ اور بھی بڑی دبنگ، اولوالعزم قدآور اورعبقری شخصیتیں ہماری اجتماعی بے حسی، احسان ناشناسی، خودغرضی اور بے رحمانہ تغافل کی شکار ہیں۔

امام اہل سنت، مجاہد حریت، صاحب لوائے احقاق حق، حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی، شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ ہدایت رسول لکھنوی، شیخ الانام حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضاخان بریلوی، صدر الافاضل فخرالاماثل استاذ العلماء حضرت علامہ سیدنعیم الدین مردآبادی، ملک العلماء حضرت علامہ سیدظفرالدین بہاری، بابائے سیاست حضرت مولانا فضل الحسن

حسرت موہانی، حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری، حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، حضرت مولانا خیرالدین دہلوی (والد ماجد ابوالکلام آزاد) حضرت علامہ خواجہ سیدعبدالصمد مودودی چشتی حافظ بخاری، حضرت مولانا انواراللہ حیدرآبادی، محدث اعظم بہار حضرت علامہ احسان علی مظفرپوری، مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین مظفرپوری، حضرت علامہ عبدالمصطفےٰ مجددی اعظمی، امام النحو حضرت علامہ سیدغلام جیلانی میرٹھی، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، مجاہد دوراں علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی، تحریک اشرفیہ کے محرک اعظم وروح اشرفیہ امام الحکمت حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی وغیرہ وغیرہ (فہرست کافی طویل ہے) یہ وہ سواداعظم اہل سنت وجماعت کے گنج ہائے گراں مایہ واسلامیان ہند کی بلند قامت شخصیات ورجال ہیں جو مسلمانان ہند کی مشترکہ امانت اور پورے ملک کے مسلمان بالخصوص علمائے کرام وداعیان اہل سنت جن کے اخلاف وپسماندگان ہیں جو ہماری اجتماعی غفلتوں وسردمہریوں، مشربانہ عصبیت اور جماعتی حدبندیوں کے شکار ہیں۔ **هل جزاء الاحسان الا الاحسان** کے طور پر بھی ہم کچھ کرنہیں سکتے ان کی حیات وخدمات، علمی، دینی اور ملی کارناموں کو کماحقہ دنیا کے سامنے رکھ نہیں سکے ان میں کچھ تو ایسے مظلوم ہیں کہ نئی نسل کے سامنے ان کا تعارف تک نہیں پیش کرسکے اور اگر ان نفوس قدسیہ میں سے کسی پر جزوی طور پر کچھ ہوا بھی ہے تو شخصیت کی بلند قامتی کے مقابلے صرف آنسو پوچھنے کے مترادف! جسے رسم شبیری کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا ؎

زمانہ ہم سے جو برہم دکھائی دیتا ہے
ہماری باتوں میں کچھ دم دکھائی دیتا ہے

دشمنان اسلام اور اعدائے دین متین نے بڑی خاموشی کے ساتھ ایک منصوبے و سازش کے تحت دین وسیاست کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا پھر بتدریج اس کے روشن چہرے کو داغ دار کیا، اُس کی پاکیزگی کو آلودگی اور اس کی طہارت کو نجاست زدہ کیا تا کہ اہل دین ودانش وارباب فضل وکمال اور جلیل القدر علماء ومشائخ کو اس سے دور رکھا جا سکے اور علماء ومشائخ اپنے وقار، علم وفضل کے سبب اس کوچے کی طرف رخ ہی نہ کریں اتقو مواقع التھمك کے پیش نظر اپنے منصب کی پاکیزگی انہیں ہر دم ملحوظ خاطر رہے۔

بے شک سیاست ایک صاف ستھری ٹھنڈی میٹھی جھیل کے مانند تھی جسے مفاد پرست اہل دنیا ودشمنان دین نے گدلے میلے اور گندے پانی کے جھوہڑ سے بدل دیا تا کہ ہم اپنی من مانی کر سکیں اور اسے ملک وملت کی خدمات کے بجائے ایک خالص کاروبار حیات بنا سکیں، اسلام دشمن قوتیں ذہین وبالغ ترین علماء دین سے ہمیشہ خائف رہیں کہ ان کی مومنانہ فراست ہمیشہ بیدار رہتی ہے۔ اتقو فراسة المومن فانه ینظر بنور اللّٰہ.

اس طرح اس کو ہر مطلوب ومقصود وشجر محمود ومطلوب کو علماء ومشائخ واہل دین کے لئے شجر غیر مطلوب وشہر ممنوع بنانے کی ایک کامیاب کوشش کی گئی ؎

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

حالانکہ یہ جو لفظ سیاست ہے یہ تو خود ہی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہی تدبیر وانتظام کے ہیں۔ فلسفہ کے ابتدائی اسباق بھی تہذیب الاخلاق تدبیر منزل اور سیاست مدنی سے شروع ہوتے ہیں۔ علماء دین کا سیاست سے کنارہ کش ہونے کے سبب اسلام

اور خود مسلمانوں کو کتنے عظیم وناقابل تلافی نقصانات سے گذرنا پڑا ہے اس کے لئے ایک ایسی معتبر ہستی کی شہادت پیش کروں جس کے علمی، دینی، ملی، فکری اور سوز دروں کے حضور ہزاروں لاکھوں خواص کے دل ونگاہ مودب ہیں۔

صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلماء سند الحکماء امام الہند سید المفسرین حضرت علامہ مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ آج سے ۷۷ سال قبل جب ملک آزاد بھی نہیں ہوا تھا حضرات علماء ومشائخ کی جناب میں اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی بہتری کے لئے آپ نے تب سینہ سوزاں، واخلاص بے پایاں کو رکھتے ہوئے یوں فرمایا تھا:

"میں عرض کروں گا کہ علماء دین وپیشوان اسلام اب قدم اٹھائیں اور گوشہ تنہائی سے نکلیں! اس لئے نہیں کہ انہیں جاہ ملے یا منصب ملے، اس لئے نہیں کہ حکومت کا مزہ حاصل کریں! فقط اس لئے کہ دین کی حفاظت ہو! اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کو خطرہ سے محفوظ رکھ سکیں جو قانون ایک بار پاس ہو جاتا ہے پھر اس کے خلاف کامیابی حاصل کرنا بہت دشوار ہو جاتا ہے اگر اسمبلی میں علماء کا بھی کوئی عنصر ہوتا تو شاردا قانون پاس نہ ہو سکتا اور مسلمانوں کے ممبر پہلے ہی دن بیدار کر دیئے جاتے۔ طبقہ علماء کا سیاست اور ملکی نظام کی طرف سے اغماض کرنا مسلمانوں کو ضرر پہونچاتا ہے۔ (ملخصاً)

گذشتہ کو چھوڑیئے آئندہ کے لئے مستعد ہو جایئے اور جلد تر ایک نظر ڈالیئے کہ دنیا کیا کر رہی ہے؟ مسلمانوں کے مستقبل کے لئے کیا تجویزیں در پیش ہیں؟ ان کے کیا نتائج ہوں گے؟ ضروریات کا اقتضا کیا ہے؟ (ملخصاً)

ستم یہ ہے کہ جاہل عالم نما عالم بن کر میدان میں آئیں اور ان کی تعداد سے دنیا کو

دھوکہ دیا جائے اور ان کی خودرائی ونفس پرستی کو علماء کی رائے قرار دیا جائے اور علماء کا پورا طبقہ ساکت خاموش بیٹھا یہ سب دیکھا کرے نہ اس کے منہ میں زبان ہو نہ زبان میں حرکت نہ ہاتھ میں قلم! نہ قلم میں جنبش! اس انداز سکوت سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہونچ رہا ہے۔

اب آپ اس عقیدہ کو چھوڑ دیجئے کہ آپ کے فرائض ایک مجلس میں وعظ کہہ کر یا ایک حلقہ میں درس دے کر یا ایک خلوت خانے میں فتویٰ لکھ کر ادا ہو جاتے ہیں اور آپ کو اس پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اور بدخواہان اسلام تخریب کے لئے کیا کیا تدابیر عمل میں لا رہے ہیں؟ یقیناً یہ آپ کا فرض ہے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اٹھئے اور اپنے فرض کو ادا کیجئے۔ (السوداء الاعظم مرادآباد شمارہ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ ۱۹۳۰ء ص ۶ ۷، بحوالہ مقالات صدرالافاضل۔ مولانا نورمحمد نعیمی)

یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب ہندوستان تقسیم سے دوچار نہیں ہوا تھا اور ملک آزادی کی نعمت سے ابھی دور ہی تھا اس وقت پورے برصغیر ہند میں مسلمانوں کی ایک حیثیت اور اہمیت تھی اگرچہ اس وقت متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی کل آبادی ۸ یا ۹ کروڑ سے زیادہ نہیں تھی اور آج تقسیم ملک کے بعد بیس کروڑ کی تعداد کے باوجود ہندوستان میں کوئی مقام نہیں! عملاً وہ دوسرے اور کہیں کہیں تیسرے درجے کی شہری کی حیثیت رکھتے ہیں جس کی ایک بڑی وجہ ملک میں مسلم ومخلص قیادت کا فقدان اور قابل ذکر وصاحب صلاحیت علماء دین کی سیاست حاضرہ سے اختیاری بے دخلی بھی ہے اور سب سے بڑھ کر ابوالکلام آزاد اور جمیعۃ العلماء ہند کی ضمیر فروشی، ملت فروشی اور اسلامیان ہند کے اجتماعی مفاد سے غداری ہے کہ انہوں نے اپنے مفاد اور چندروزہ پُرتعیش زندگی کی خاطر کانگریسی قیادت کی خوشنودی اور جی حضوری میں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی زمین ہی

ہندوستان میں نہیں چھوڑی جس پر وہ کھڑے ہوسکیں یا کوئی استحکام حاصل کرسکیں! بیس کروڑ ہونے کے باوجود ہمارا کوئی وزن ہی نہیں اس ملک میں جو سرتاسر دین ہے وہ ابوالکلام آزاد اور چند مٹھی بھر اقتدار کے دلالوں کا۔

بے شک سیاست کوئی آسان چیز تو تھی نہیں بلکہ ایک بے حد دشوار اور زہرہ گداز عمل ہے ان میں ہمہ شما کا گذر ہی نہیں بڑے قابل، باہمت، صاحب صلاحیت اور قدآور افراد ہی اس کوچے میں قدم رکھ سکتے تھے۔ یہ ایک ایسی وادی تھی جس میں پھولوں کی سیج نہیں بلکہ کانٹوں پر چلنا ہوتا تھا اس میں وہی لوگ چل سکتے تھے جو گھر کو آگ لگا دے وہ میرے ساتھ چلنے کے مصداق ہوئے۔

سیاست کا یہ چہرہ اس وقت کے لئے تھا جب سیاست اخلاص ونیک نیتی کے ساتھ خدمت خلق سے عبارت تھی اور آج تو سیاست کسی اور ہی چیز کا نام ہو کر رہ گئی ہے اور اس کے اجزائے ترکیبی میں کیا کچھ نہیں داخل ہوگیا یہ اب کسی پر چھپا نہیں۔ اس لئے سیاسی رہنماؤں کا عوام میں وہ احترام نہیں رہ گیا جو ہونا چاہئے۔

آزادی سے قبل، آزادی کے وقت اور آزادی کے کچھ دنوں بعد تک سیاست اور اہل سیاست کا عوام وخواص میں بڑا احترام تھا اور یہ احترام دوطرفہ تھا ان سیاسی رہنماؤں میں ملک وملت اور عوام کے لئے اخلاص بھی تھا اور عوامی عدالت میں انہیں جواب دہی کا احساس بھی۔ اگرچہ ایسے مخلصین کی تعداد زیادہ تو نہیں تھی مگر جو بھی تھی ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ جیسے حسرت موہانی آزادی کے بعد جب ممبر آف پارلیامنٹ ہوئے تو بھی ان کی سادگی وقلندری میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ریل کے عوامی ڈبے میں سفر کرتے، دلی میں فتح پوری مسجد کے ایک حجرے میں جھولا رکھتے پھر وہاں سے پیدل پارلیامنٹ ہاؤس

جاتے اور کبھی کبھی جیب میں ڈیڑھ روپئے نہیں ہوتے کہ وہ پارلیامنٹ کی انٹری فیس دے سکیں۔ایک بار دیر تک پارلیمنٹ کے دروازے پہ کھڑے رہے جیب میں ڈیڑھ روپئے نہیں تھے راجہ محمود آباد نے آکر انٹری فیس جمع کی تو پارلیمنٹ داخل ہوئے مگر جب وہ کسی بل کی حمایت یا مخالفت پر بولنے کھڑے ہوتے تو ممبران پارلیمنٹ انہیں سننے کے لئے گوش برآواز ہو جاتے اور جب وہ کسی بل کی مخالفت یا حمایت میں دلائل دیتے تو خود کو قد آور سمجھنے والے اپنے کو بونا محسوس کرتے اور زبان دان بے زبان ہو جاتے۔پارلیمنٹ ہاؤس نے بارہا ان کے سامنے پنڈت جواہر لال نہرو اور ابوالکلام آزاد جیسے زبان دانوں کو حالت بے بسی میں دیکھا ہے یہ صرف ایک مثال ہے آج کے مقابلے اس زمانے میں سیاسی افراد بہت کم تھے اور پارٹیاں صرف دو۔یہی وجہ ہے کہ وطن کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے ہندوستان کی سیاست کے منظرنامے پر صرف دو پارٹیاں تھیں کانگریس اور مسلم لیگ۔دونوں کا مقصد انگریزوں کی غلامی سے ملک کو آزاد کرانا اور ایک جمہوری حکومت کی تشکیل جب کہ مسلم لیگ کا مقصد اور اس کا ٹارگٹ وطن کی آزادی کے ساتھ دو قومی نظریے کی بنیاد پر ایک اسلامی ریاست کا قیام بھی تھا۔حکومت الٰہیہ کی تشکیل کے پیش نظر علمائے اہل سنت کا کارواں در کارواں آزادی وطن کے لئے کفن بردوش تھا۔

ان دو سیاسی پارٹیوں سے الگ ہٹ کر سیکڑوں ہزاروں لوگ اپنے اپنے طور پر بھی آزادی وطن کے لئے سروں کا چراغ جلائے ہوئے تھے ان کو ان سے کچھ غرض نہیں تھی کہ حکومت کس کی بنتی ہے،کیسی بنتی ہے؟ کون بناتا ہے؟ اقتدار کے مسند پر کون بیٹھتا ہے،ان کا تو بس ایک ہی مقصد تھا وطن کی آزادی اور غلامی کی زنجیروں کو اتار پھینکنا۔مگر وہ جو اہل سیاست تھے وہ آزادی کے ساتھ حکومت اور حصول اقتدار بھی ان

کے پیش نظر تھا جس میں وہ کافی ماہر اور سیاست کے پیچ وخم سے خوب واقف تھے۔ انہیں بڑے بڑے چغادری لیڈروں اور سیاسی سورماؤں کے شانہ بہ شانہ بے حد قابل احترام علماء ومشائخ کی ایک بڑی تعداد تھی جنہوں نے حصول آزادی اور حکومت الٰہیہ کی تشکیل کے لیے اپنی کشتیاں جلا دی تھیں،بنارس کی سنی کانفرنس جس کی بہترین مثال ہے جس میں پانچ ہزار صرف علماء ومشائخ پورے ملک سے شریک ہوئے تھے،ان میں نمایاں نام مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی،صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی،صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی،محدث اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی،امیر ملت حضرت پیر جماعت علی محدث علی پوری،شیخ المشائخ حضرت شاہ علی حسین اشرفی،مولانا ابوالحسان حضرت سید محمد قادری،تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی، مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری،حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز مبارکپوری، سلطان الواعظین مولانا عبدالمصطفےٰ اعظمی،آبروئے اہل سنت حضرت مولانا حامد علی فاروقی رائے پوری علیہم الرحمۃ والرضوان وغیرہ وغیرہ۔

غرض علمائے اہل سنت ہزاروں کی تعداد میں حصول آزادی کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی،حضرت مولانا محمد علی جوہر، حضرت مولانا سید فضل الحسن حسرت موہانی،مولانا شوکت علی،حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،مولانا برہان الحق جبل پوری، حضرت مولانا انوار اللہ حیدرآبادی،حضرت علامہ یار محمد بندیالوی یہ سب جماعت اہل سنت ہی کے میر کارواں ہیں۔ملک وملت کے لیے جن کی قربانیاں حیران کن ہیں۔
وطن کی آزادی کے لیے فیصلہ کن مرحلے میں علمائے اہل سنت کو قربانی دینی چاہیے کہ انقلاب ۱۸۵۷ء جو آزادی وطن کی خشت اول تھی،جس کی امامت وقیادت وسیادت

مجاہد حریت حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا سید احمد اللہ شاہ مدراسی، حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں بریلوی (جد کریم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی، حضرت مولانا امام بخش صہبائی، حضرت علامہ مفتی صدر الدین آزردہ، مفتی مظہر کریم دریابادی، علامہ فضل رسول بدایونی، مفتی انعام اللہ کوپامئوی، مولانا قاضی فیض اللہ کشمیری، مفتی لطف اللہ علی گڑھی وغیرہ نے کی۔ ان کے اخلاف اوران کی عظمتوں کے وارث وامین تو یہی علمائے اہل سنت ہی تھے۔

حضرت اقدس علامہ حامد علی فاروقی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک روشن کڑی اور اپنے گوناگوں وجود حیرت میں کثیر الجہات بلندیاں اور فراست مومن کی جلوہ سامانیاں لیے ہوئے جس کا وجود با مسعود بر کف جام شریعت بر کف سندان عشق کا بڑا خوبصورت امتزاج تھا۔

آپ بیک وقت مسلمانوں کے جہاں ایک عظیم دینی ومذہبی رہنما تھے وہیں سیاسی مقتدیٰ بھی اور جنگ آزادی میں وہ ابوالکلام آزاد کے شانہ بہ شانہ نہیں بلکہ ان سے کئی قدم آگے شہید آزادی حضرت مولانا محمد علی جوہر کے شانہ بہ شانہ تھے۔ قید وبند کی صعوبتوں میں ان کے ساتھ ساتھ تھے، ہمہ شما کی تو بات ہی کیا، ہم دیکھ رہے ہیں کہ اپنے زمانے میں جو دین وسنت کا فروغ اور ملت بیضا کی سرفرازی کے لیے تاحیات جن کی آبلہ پائی اور شوریدہ سری ناقابل انکار حقیقت رہیں، ایسی گراں مایہ شخصیتیں جو دین وسنیت کا تشخص اور سواد اعظم کا سرمایہ افتخار تھیں اور ہیں ان کا اعتراف ورجوع اور علامہ حامد علی فاروقی کی بارگاہ میں انکا خراج تحسین وعقیدت اہم ترین شخصیات ورجال کے درمیان آپ کی عظمت وجلالت سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

مجدد سلسلہ اشرفیہ مرجع العلماء شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین اشرفی حضور احسن

العلماء علامہ مصطفےٰ حیدر حسن صاحب، مجاہد دوراں علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی، قائد اہل سنت رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری، خطیب مشرق پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہم الرحمہ، شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی، حضرت علامہ مفتی عبد الحلیم ناگپوری وغیرہ وغیرہ۔

وقت کی قلت اور خوف طوالت مانع نہ ہوتا تو سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی ان بلند قامت شخصیات ورجال کے احساسات وجذبات اور طویل تحسین وعقیدت نامے ضرور شامل مقالہ کرتا جو محبت میں تڑپنے کا ثبوت چاہنے والوں کے لیے دیدہ تر کے مترادف ہوتا۔

یہ جان کر تحیر خیز مسرت ہوتی ہے کہ تاجدار علوم وفنون عبقری الشرق مجدد اعظم اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری کی بارگاہ سے شرف تلمذ، نسبت ارادت کے ساتھ ہی انہیں اجازت وخلافت بھی حاصل تھی، اس خصوص میں تو وہ حضور محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد، علامہ حشمت علی خان لکھنوی، علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، حضور مجاہد ملت علامہ مفتی حبیب الرحمٰن قادری، حضور حافظ ملت علامہ عبد العزیز مبارکپوری، حضور امین شریعت علامہ مفتی رفاقت حسین کانپوری جیسی بلند پایہ شخصیات کے لیے باعث رشک تھے۔ حسن عقیدت کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی زیارت ہی کسی نعمت کبریٰ سے کم نہیں۔ چہ جائے کہ براہ راست ان کی شاگردگی کا ''یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا''۔

دوسری طرف مجاہدین آزادی کے اس صف میں کھڑے تھے جس صف میں مولانا جوہر علی کھڑے نظر آتے ہیں۔ مذہبی علمی دنیا میں قامت زیبائی کی انفرادیت کے ساتھ

آپ کا سیاسی قد کتنی بلندی لئے ہوئے تھا اس کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ تقسیم ملک کے بعد حکومت وآئین سازی میں پنڈت جواہر لال نہرو جیسے عظیم سیاست داں قدم قدم پر آپ کے مشورہ کے طالب تھے، مگر کتنی عجیب بات ہے کہ پانی میں رہتے ہوئے ان کے جیب ودامن میں کہیں نمی نظر نہیں آئی۔ وہ نہ صرف یہ کہ سیاست حاضرہ کے قریب رہے بلکہ اس میدان میں وہ باقاعدہ اترے، سیاست کو صرف چھوا اور سونگھا ہی نہیں بلکہ اسے اوڑھا، بچھایا اور چکھا بھی مگر اس میں ڈوبے نہیں۔ ابوالکلام آزاد، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا ظفر علی خاں وغیرہ کی طرح ''ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد'' کے مصداق نہ ہوئے بلکہ انہیں اپنی دینی علمی مذہبی حیثیت کے ساتھ اس بات کا شدید احساس تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کے تعلق سے انہیں بارگاہ ذوالجلال میں جواب دِہ ہونا ہے۔ یہ اُن پر ان کے رب کا خصوصی فضل اور ان کے مرشد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا فیضان اتم تھا کہ علم وفضل کے بڑے بڑے پہلوان لڑکھڑا گئے وہاں علامہ حامد علی فاروقی ثابت قدم رہے۔

تحریک ہجرت، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک نان کوآپریشن، تحریک ترک گاؤکشی وغیرہ میں بڑے بڑے نامی گرامی قسم کے علماء نے جو ٹھوکریں کھائیں اور بڑی لغزشیں کی تھیں اس پر ان کے استاذ ومرشد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا شرعی احتساب بھی سامنے تھا جس نے ان کو شرعی حرمتوں کی پامالی سے محفوظ رکھا۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

صف بہ صف اکابر واساطین امت جو زینت فرش گیتی ومصابیح الارض تھے ان کے

درمیان آپ کا جو مقام ورتبہ تھا وہ تو مجدد اعظم امام احمد رضا کی نسبت تلمذ ونسبت بیعت واجازت اور ان کے خصوصی فیضان سے ظاہر تھا۔ رہ گیا سیاسی میدان تو اس میں بھی آپ کی قامت زیبائی اقتدار وقت کے دلالوں، دریوزہ گروں، بہروپیوں اور ملت فروشوں کے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد سے کچھ سوا ہی تھا۔ یہ آپ کی فراست مومن ہی تھی کہ انگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں کی جدوجہد ''کرو یا مرو'' کی منزل میں داخل ہوگئی تو آپ نے آگے بڑھ کر مجاہدین کی اگلی صف میں اپنے لیے جگہ بنائی پھر آگے چل کر آپ نے علاقہ مدھیہ پردیش سے چھتیس گڑھ جو آج خود ایک صوبہ ہے، مسلمانوں کی طرف سے ''بھارت مت چھوڑو'' تحریک کی قیادت کی اور کامل جدوجہد وجاں فشانی کے ساتھ اس تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کیا، جب ملک آزاد ہوگیا کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے اپنے اپنے ٹارگٹ حاصل کر لیے تو دیگر علمائے اہل سنت ومشائخین کرام کی طرح منزل پر پہنچنے کے بعد اپنی مسجدوں، درگاہوں اور خانقاہوں تک محدود ہوکر نہیں رہ گئے بلکہ پوری تب وتاب جاودانہ کے ساتھ میدان عمل میں جمے رہے اور بڑی جواں مردی واستقامت کے ساتھ ہجرت کے نام پر مسلمانوں کی بھگدڑ کو روکتے رہے۔

تقسیم ملک کے نتیجے میں پورے ملک میں مسلمانوں کے خلاف آتش فشاں پھٹ چکا تھا، تمام ملک ماتم کدہ بنا ہوا تھا، خصوصاً شمالی ہند کے لوگ سر پر پیر رکھ کر بھاگ رہے تھے، اپنے قیمتی اثاثے کو کوڑیوں کے دام بیچ کر ہزاروں لوگ اپنا سب کچھ چھوڑ کر صرف اپنی جانوں کو لے کر بھاگ رہے تھے کہ کسی طرح سے جان ہی بچ جائے۔ مسلمانوں کے سر پر تقسیم ملک کا بڑا الزام رکھ کر انہیں تباہ وبرباد کیا جانے لگا حالانکہ تقسیم ملک کی

اصل ذمہ داری کانگریس کی ہندو قیادت تھی جس میں پنڈت نہرو، سردار پٹیل آگے آگے تھے، ایک کو ہندوستان کا وزیر اعظم بننا تھا اور دوسرے کو وزیر داخلہ۔ اگر ملک تقسیم نہیں ہوتا تو اتنی بڑی کرسی تک پہنچنا تقریباً ان کے لئے ناممکن تھا کہ ملک اگر تین طبقوں میں بٹتا تو اس کرسی کے لیے ان سے کہیں زیادہ قابل اور اہم لوگ تھے۔ یہ مستقل ایک بحث ہے کہ ملک کی تقسیم کے اصل ذمہ دار مسلمان تھے یا کانگریسی ہندو! مگر تفصیلی بحث کا جو نچوڑ نکلے گا اس میں ملک کی تقسیم کا اصل ذمہ دار کانگریس کی ہندو قیادت ہوگی۔ بہر حال جو بھی ہو لیکن قیامت مسلمانوں پر ٹوٹی۔ ایسے رستاخیز ماحول میں مسلمانوں کو سنبھالنا، انہیں روکنا، دِلاسا دینا، ڈھارس بندھانا، ان کے آنسو پوچھنا آسان کام نہیں تھا، مگر آپ نے بڑی بالغ نظری اور دل سوزی کے ساتھ پاکستان جانے والوں کو روکا، انہیں مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا نے بہت پہلے فرمایا تھا، دشمن ہمارے لیے تین باتیں چاہتا ہے۔

۱۔ سب سے پہلے ہماری موت تاکہ معاملہ ہی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔

۲۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو جلا وطنی

۳۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو آخر میں عاجز و مجبور بنانا چاہیگا۔

ایک بار تم نے ہجرت کر کے دیکھ لیا مگر اس میں سوائے بربادی کے کچھ ہاتھ نہ آیا آج پھر تم یہاں سے جا رہے ہو مگر جانے سے پہلے سوچو، سمجھو پھر کوئی فیصلہ کرو، بھارت کی زمین پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے، دہلی کے لال قلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان چلے جانا

سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔

تم کہاں جا رہے ہو؟ خواجہ کی دھرتی تمہیں آواز دے رہی ہے، مخدوم وسمناں کا آستانہ تمہیں آواز دے رہا ہے، تمہارے اجداد کی ہڈیاں تمہیں پکار رہی ہیں، خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر تم کہاں جاؤ گے؟ سرکار اعلیٰ حضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کیسے جی سکو گے؟ مخدوم پاک کا سایہ چھوڑ کر تمہیں کہاں چین ملے گا؟ الخ

(ہفت روزہ ہمارا قدم دہلی ۱۷/۱/ جنوری ۹۱ء)

الغرض آپ نے مسلمانوں کو روکنے کے لیے رات دن ایک کر دیا انہیں طرح طرح سے سمجھایا آپ کی دل سوزی رنگ لائی اور علاقہ چھتیس گڑھ اجڑنے سے بچ گیا۔

تقسیم ملک کے بعد پورے ملک کے لیے آئین تشکیل دینے اور دستور بنانے کا وقت آیا تو ملک کے تمام حصوں سے بڑے بڑے دانشور، اربابِ سیاست واصحاب الرائے کو بلایا گیا۔ اسکے لئے علاقہ چھتیس گڑھ سے خصوصیت کے ساتھ علامہ حامد علی فارقی صاحب کو بلایا گیا۔ تمام ہندوستانیوں بالخصوص مسلمانوں کے دستوری حقوق کے لیے آپ سے مشورے لیے گئے۔ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ قانون پر بھی آپ کی بڑی گہری نظر تھی۔ آپ کے قیمتی مشوروں سے پنڈت جواہر لال نہرو کافی متاثر ہوئے۔ چنانچہ ۱۹۵۱ء میں جب مسلمانوں کے لیے ان کے شرعی قانون کے مطابق آئین اور عائلی قانون بنانا ہوا تو دیگر بڑے اہم لیڈروں کے ساتھ خصوصی طور پر آپ کو رائے پور چھتیس گڑھ سے الہ آباد آنند بھون میں بلوایا گیا اور مسلمانوں کے لیے آئین سازی میں آپ سے مشورے اور مدد طلب کی گئی۔ پنڈت جواہر لال نہرو آپ سے بے حد متاثر تھے اور آپ کی قابلیت پر انہیں بڑا اعتماد تھا اس لیے وہ اپنے ہر اہم سیاسی

جلسوں میں آپ کو اپنے آگے آگے رکھتے تھے کیوں کہ اس زمانے کے جلسوں میں انسانی سیلاب لانے کے لیے علامہ فاروقی کا نام کافی ہوا کرتا تھا۔ حضرت علامہ پر پنڈت نہرو کے اعتماد کا عالم یہ تھا کہ جب ۱۹۵۲ء میں پھول پور الہ آباد سے الیکشن لڑے تو محسن ملت ہی کو اپنا الیکشن انچارج بنایا تھا۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ملک کی آزادی کے بعد اس کی تعمیر و تشکیل، سیاسی ایوان اور مسلم نمائندگی میں انہیں لوگوں کا نام کیوں سامنے بار بار آرہا ہے۔ امام الہند، شیخ الاسلام وغیرہ بالخصوص ابوالکلام آزاد کے نام کا سیاسی غلغلہ، مولانا آزاد یونیورسٹی، مولانا آزاد لائبریری، مولانا آزاد مالیاتی کارپوریشن وغیرہ پارلیمنٹ ہاؤس میں بڑے دبنگ لیڈروں کے ساتھ مولانا آزاد کا فوٹو جس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ملک کی آزادی میں ہندو کانگریسی لیڈروں کے ساتھ صرف مولانا آزاد نے ہی مسلمانوں کی طرف سے سب سے بڑی قربانی دی ہے، صرف وہی قید و بند کی صعوبتوں سے گذرے ہیں، صرف وہی جان ہتھیلی پہ لیے ہوئے تھے اور تنہا وہی اپنے حوارین کے ساتھ مسلمانوں کے قائد و عظیم رہنما تھے بقیہ علمائے دین و دانشور خاموش تماشائی یا الجواب صحیح کی منزل میں تھے۔ بابائے سیاست علامہ سید فضل الحسن حسرت موہانی، مولانا شوکت علی، علامہ حامد علی رائے پوری، علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی، علامہ سید سلیمان اشرف بہاری، مجاہد ملت حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن قادری، حافظ ملت مولانا حافظ عبدالعزیز مرادآبادی ثم مبارکپوری، حضرت علامہ سید انوار اللہ حسینی حیدرآبادی، علامہ مفتی مظہر اللہ دہلوی، علامہ مفتی برہان الحق جبلپوری، حضرت علامہ ہدایت اللہ لکھنوی، تاج العلماء حضرت مولانا سید محمد میاں مارہروی، قطب عالم حضور مفتی اعظم ہند بریلوی، حضرت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی آپ نے

تو مسلم لیگ کے تعلق سے اپنے موقف بہت واضح طور پر بیان کرتے ہوئے سخت الفاظ میں اس سے اپنی برأت بھی ظاہر کی ہے۔ آخر الذکر کا عالم یہ تھا کہ جس شہر میں پہنچ جاتے مسلم لیگ کا تعزیہ ٹھنڈا ہو جاتا اور وہاں اس کے صرف مرثیہ خواں ہی رہ جاتے۔

کیا مورخین آزادی و کانگریسی قیادت کو عظمت و عزیمت کے یہ بلند مینار نظر نہیں آئے؟ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے یہ قائدین جو کروڑ ہا ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندہ و ترجمان تھے کیوں نظر انداز کیے گئے؟ ذرائع ابلاغ نے بھی انہیں نظر انداز کیا یا کرایا گیا جب کہ تقسیم ملک کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کو ہجرت سے روکنے، ان کو سنبھالنے، ان کے زخموں پر مرہم رکھنے، ان کی دلجوئی وڈھارس بندھانے میں ان کی خدمات نا قابل فراموش ہیں مگر سارا سہرا اقتدار وقت کے دلالوں، ضمیر و ملت فروشوں کے امام الہند اور ان کے ہاں میں ہاں ملانے والے چند حواریوں کے سر باندھ دیا گیا اور ساڑھے تین کروڑ مسلمانوں کے دستوری حقوق کو نظر انداز کر کے ان کے حقوق کی جو زکوٰۃ بنتی تھی اس کا ایک حقیر حصہ سرکاری نوازشات کی شکل میں ان کی جھولی میں ڈال دیا گیا۔ یہ انعام تھا جو کروڑوں مسلمانوں اور ان کے باقیات جو آج بیس کروڑ کی تعداد میں ہیں ان کے اجتماعی مفاد سے غداری کا۔

انہوں نے اپنے الفاظ کے جادو، سیاسی داؤں پیچ اور اگر مگر سے اسلامیان ہند کا جو عظیم نقصان کیا کانگریس کی ہندو قیادت کے اشارے پر اس کی خوشنودی اور اپنے جاہ و منصب اور چند روزہ حیات مستعار کو پر تعیش بنانے کے لیے مسلمانوں کے ساتھ وہ وشواش گھات کیا جو بنگال میں جعفر اور میسور میں صادق کر چکے تھے۔ مگر ان دونوں جگہوں میں ایک بڑا واضح فرق یہ تھا کہ وہ خالص دنیادار تھے، انہوں نے حصول دنیا کی

کوشش دنیاوی لباس میں کی۔علم وفضل کی کوئی سند ان کے ساتھ تھی اور نہ ہی امام الہند کوکائی طغرہ ان کے پاس تھا نہ ہی وہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓاءُ کے صفت سے متصف تھے، نہ ہی ان کے پاس ابوالکلام آزاد کی طرح کوئی لباس خضر تھا، نہ کوئی روشن وتابناک مذہبی گراؤنڈ! نہ ہی ان کے ہاتھوں میں کلام اللہ کی تفسیر کا قلم۔
ان حالات وخصوصیات کے پیش نظر مسلمانوں کے اجتماعی اور سیاسی مفادات کے تعلق سے امام الہند کے جرم کی سنگینی کئی گنا ان گنہ گاروں سے زیادہ بڑھ جاتی ہے جن کے بارے میں ڈاکٹر اقبال کو کہنا پڑا تھا کہ ؎

جعفر از بنگال صادق از دکن
ننگ ملت ننگ دیں ننگ وطن

یہ ایک تفصیل وتحقیق طلب بحث ہے سردست صرف دو مثالیں دیکر آگے بڑھ جاؤں گا۔تقسیم ملک کے بعد ہندوستان میں رہ جانے والے ساڑھے تین کروڑ مسلمانوں کو سیاسی سرگرمیوں سے روکنے اور کانگریس سے مسلمانوں کی غیر مشروط وفاداری کے لیے گاندھی جی، پنڈت جواہرلال نہرو اور سردار بلبھ پٹیل کے اشارے پر مولانا آزاد نے کمر ہمت کسی اور مسلمانوں کو سیاسی موت کی تلقین اور کانگریس کی غیر مشروط غلامی کے لیے لکھنؤ میں مسلمانوں کی ایک کنونشن بلائی اس پر ایک گھر کی شہادت ملاحظہ ہو۔
اس بدترین صورت حال اور تلخ ترین حقیقت پر تبصرہ کرتے ہوئے مسلم مجلس اتر پردیش کے سابق رکن خصوصی اور موجودہ ممبر آف پارلیمنٹ مشہور سماجی شخصیت جناب ارشد صدیقی اعظمی کے والد محمد الیاس اعظمی یوں رقمطراز ہیں:

اپنی بزدلانہ بھگدڑ کو ہجرت کا مقدس نام دے کر انہوں نے باصلاحیت افراد کے پورے کھیپ کی بھگدڑ کا جو جواز تلاش کرلیا۔رہی سہی کسر مولانا آزاد نے اس وقت پوری

کردی جب انہوں نے ۱۹۴۸ء میں ''لکھنؤ کنونشن'' کے ذریعے مسلمانان ہند کی اجتماعی سیاست سے توبہ کرادی۔اس طرح ''مسلم ماس کنڈ یکٹ'' کا تتمہ اس ہاتھ سے لکھوایا گیا جس کی انگلیوں میں کلام اللہ کی تفسیر کی روشنائی لگی ہوئی تھی ؎

تسبیح توڑنے میں خود ان کا ہاتھ ہے
جو آج کہہ رہے ہیں کہ دانے بکھر گئے

(پیام زندگی ص ۱۸، از محمد الیاس اعظمی، بحوالہ آل انڈیا تبلیغ سیرت ایک تاریخ ص ۲۸)

اسی کی تائید میں مزید ایک بڑی اہم شہادت ملاحظہ ہو:
اسی زمانے میں کانگریسی حکومت کے اشارے پر ایک آزاد مسلم کانفرنس لکھنؤ میں بلائی گئی، مولانا آزاد اس میں پیش پیش تھے اور ان کی خواہش تھی کہ مسلم لیگ زعماء بھی اس کانفرنس میں شریک ہو کر ذہنوں کی تبدیلی کی تلقین کریں اور مسلمانوں کو حالات کے مطابق بدل جانے پر آمادہ کریں۔یوپی مسلم لیگ نے پانچ افراد پر مشتمل ایک وفد مولانا آزاد سے گفت وشنید کے لیے ترتیب دیا اس گفت وشنید کی داستان مولانا حسرت موہانی کے ۲۷/ دسمبر ۱۹۴۷ء کے روزنامچے سے پیش کی جاتی ہے:
''آج صبح دس بجے ناشتہ ونماز واخبار بینی سے فارغ ہو کر کل کے فیصلے کے مطابق ہم پانچ نمائندے رضوان اللہ، حسرت موہانی، ذاکر علی، فاروق اور نفیس الحسن ۱۱/ بجے کے قریب کارلٹن ہوٹل ابوالکلام صاحب سے بات چیت کرنے پہنچے۔مختصر گفتگو ہی کے دوران معلوم ہوگیا کہ میں نے جلسہ مشاورت میں جو بدگمانیاں مولانا ابوالکلام کی نیت کے متعلق ظاہر کی تھیں وہ خود ان کے زبانی بھی تحقیق ہوگئی انہوں نے صاف صاف اقرار کیا کہ آج کی کانفرنس کا صرف ایک مقصد ہے وہ یہ کہ تمام مسلم ادارے سیاسی حیثیت سے ختم ہوں، کل فرقہ وارانہ جماعتیں کانگریس میں مدغم ہو جائیں اس پر ہم لوگ یہ کہہ

کر چلے آئے، تو ہم لوگوں کی شرکت بالکل بے کار ثابت ہوئی۔ دوران گفتگو چلتے چلتے
ایک فقرہ میں نے ابوالکلام کے متعلق چست کر دیا جس سے ان کی ساری کارستانیوں
پر پانی پھر گیا اور جس سے وہ انتہا درجہ بھنائے میں نے ان سے کہا کہ ۱۸۵۷ء میں
برٹش گورنمنٹ کی بدگمانیاں رفع کرنے کی غرض سے جس طرح سے سرسید نے مسلمانوں
کو صرف تعلیمی اور سماجی امور پر زور دینے اور سیاسی وفاداریٔ برطانیہ کی تلقین کی تھی اسی
طرح ۱۹۴۷ء میں آپ کانگریس کے ساتھ مسلمانوں کو بلاشرط وفاداری سکھاتے ہیں
اور اسلامی اداروں کو سماجی امور کے لیے محدود کر دینے کے درپے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ
الا باللہ۔''

(مقدمہ کلیات حسرت موہانی ص ۴۶ مطبوعہ فرید بکڈ پو ممبئی)

بغیر کسی تبصرہ کے آگے بڑھے مولانا آزاد کی ضمیر فروشی اور مسلمانوں کو بیوقوف
بنانے کا ایک نظارہ اور دیکھیں۔

''مجھ سے زیادہ کوئی شخص اس بات کا خواہشمند نہ ہوگا کہ مسلمان کانگریس میں
شریک ہوں لیکن مسلمان سے صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ وہ اگر معاملے کو اس
صورت میں دیکھ کر قدم اٹھانا چاہتے ہیں (یعنی اقتدار میں شرکت کی شرط پر) تو بہتر
ہے کہ شرکت کا نام ان کی زبان پر نہ آئے۔ اگر کانگریس میں شریک ہونا چاہیں تو صرف
اس لیے کہ انہیں اپنے اوپر بھروسہ، اس لئے نہیں کہ دوسروں نے انہیں بھروسہ دلایا
ہے، بلاشبہ میں آرزومند ہوں کہ مسلمان میدان میں اتریں لیکن میں تمہیں اس طرح
میدان میں دیکھنا چاہتا ہوں جس طرح ایک بہادر، بے خوف آدمی میدان کی طرف
رخ کرتا ہے، خوداعتمادی سے سر اٹھا ہو، عزم ویقین سے سینہ تنا ہو، وہ میدان کے خطروں
سے بے خبر نہیں ہوتا۔ یہ خطرے ہر طرف سے نہیں آسکتے ہیں مگر وہ جانتا ہے کہ خطروں
کے لیے اسے دوسروں کی طرف نہیں دیکھنا خود ہی اپنی ہمت و پامردی پر اعتماد کرنا ہے

لیکن اگر وہ اس طرح سے میدان میں انہیں اتر سکتے اور ساتھیوں سے شرطیں منوانے
کی فکر میں ہیں تو میں بلا تامل اپنی ساری آرزوؤں سے دست بردار ہو جاؤں۔''

اس سے زیادہ برصغیر کے ۹ کروڑ مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کا نسخہ اور کیا ہوسکتا
ہے کہ وہ کانگریس میں شامل ہو جائیں لیکن ان کی کوئی بھی شرط نہیں مانی جائے گی۔ یہ
بات ایک دو آدمی کی نہیں تھی نو کروڑ مسلمانوں کے تحفظ کا مسئلہ تھا جسے مولانا آزاد ذرہ
برابر بھی اہمیت نہیں دینا چاہتے تھے کیوں کہ ایسا کرنے سے گاندھی و پنڈت جواہر لال
نہرو کے ناراض ہونے کا خطرہ تھا کیسی عجیب بات ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو خطرے
سے بچانے کے لیے ۹ کروڑ مسلمانوں کے مستقبل کو خطرے میں ڈالنے کی بات کرتا ہے
اس سے زیادہ خودغرضی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔

(مولانا آزاد اور مسلمان، ابراہیم اشک ص ۴۰ بحوالہ سہ ماہی الکوثر سہسرام جوشمارہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۰ء)

ملک کے بٹوارے کے بعد مولانا آزاد ہندوستان کے وزیر تعلیم بنائے گئے۔
وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو ان کی بات سنتے اور مانتے بھی تھے۔ یہ بھی سننے میں
آیا کہ وہ مولانا ابوالکلام آزاد کا بڑا احترام بھی کرتے تھے ایسی حالت میں مسلمانوں کو
تعلیمی پس ماندگی سے باہر نکالنے کے لیے مولانا آزاد بڑا اہم رول ادا کر سکتے تھے لیکن
بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔ سرسید کے
سر پر کسی حکومت کا سایہ نہیں تھا لیکن قوم کے لیے جذبہ صادق اور خلوص ایسا تھا کہ بغیر
کسی وزارت کے تمام ہندوستانی مسلمانوں میں تعلیمی بیداری پیدا کر دی، مولانا جوہر
کی کوششوں سے جامعہ ملیہ کی بنیاد پڑی لیکن مولانا آزاد کے دور میں وہ زبان جس کی
وجہ سے مولانا آزاد صحافت اور ادب میں جانے گئے سیاست میں مانے گئے وہی زبان
اردو تعلیمی مدرسوں سے بے دخل ہوتی رہی اور مولانا آزاد خاموش تماشائی کی طرح اپنی

وزارت کی کرسی سے چپکے رہے۔ اُردو کو پہلے گاؤں سے بے دخل کیا پھر قصبوں اور پھر شہروں سے۔ رام پور، بھوپال، ٹونک، علی گڑھ، بریلی، امروہا، جاورہ اردو کے مراکز سمجھے جانے والے نہ جانے کتنے ہی مرکز ایسے اجڑے کہ دوبارہ بسنے کا نام نہیں لیا۔ مولانا آزاد ہندوستان کے وزیر تعلیم امام الہند یکے بادیگرے اردو مراکز کے اٹھنے والے ان جنازوں پر فاتحہ پڑھتے اور سگریٹ کا دھواں اڑاتے رہے۔ قوم کی اصلاح کرنے والا وہ مولانا ابوالکلام آزاد جو کانپور کے شہیدوں کے لیے تڑپ اٹھتا تھا، ان کی برسیاں منانے کے لیے مسلمانوں کو للکارتا تھا، ان کے مرثیے پڑھنے کے لیے آواز دیتا تھا، سیاست کے گہرے غاروں میں نہ جانے کہاں سوگیا، مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی بڑھتی جارہی ہے ان کی زبان، تہذیب وتمدن، سماجی وسیاسی حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ ہندوستان میں ان کی وفاداری کا ثبوت یہ مانا جاتا ہے کہ وہ سلمان رشدی جیسے ملعون کی تعریف کریں، تسلیمہ نسرین کے نام پر قصیدہ خوانی کریں، بابری مسجد کی شہادت کو جائز قرار دیں، سول کوڈ کو خوشی سے مان لیں، ورنہ نسل در نسل چلی آرہی قربانیوں کو بے کار سمجھا جائے گا۔ یہ سب مولانا آزاد کی رہنمائی نے ہمیں دیا ہے جسے ہمیں ہی نہیں ہماری آنے والی وطن پرست نسلوں کو بھگتنا ہے۔ ایک انسان کی خودغرضی کتنی نسلوں کو تباہ کرتی ہے یہ اس سے ظاہر ہے۔

(مولانا آزاد اور مسلمان، از ابراہیم اشک، سہ ماہی الکوثر سہسرام شمارہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۰ء ص ۴۴)

''مسٹر ابوالکلام آزاد جن کا شمار صف اول کے مسلم کانگریسی لیڈروں میں ہوتا تھا انہوں نے ناگپور کیمپ کی مسجد میں جمعہ پڑھایا اور خطبہ میں جہاں خلفائے اربعہ واہل بیت کی تعریف کی جاتی ہے ان کی جگہ گاندھی کی تعریف کی اور انہیں ستودہ صفات کہا۔''

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۱)

''میرا عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے بہترین فرائض انجام نہیں دے سکتے جب تک کہ وہ احکام اسلامیہ کے ماتحت ہندوستان کے ہندوؤں سے پوری سچائی کے ساتھ اتحاد واتفاق نہ کرلیں۔ یہ اعتقاد قرآن مجید کے نص قطعی پر مبنی ہے۔''

(خطبات آزاد ص ۴۷ بحوالہ جہان مفتی اعظم مطبوعہ رضا اکیڈمی از مولانا تطہیر احمد مصباحی ص ۸۰۳)

''مسلمانوں کو اپنے حقوق کے تحفظات کے لیے گورمنٹ برطانیہ کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے۔ انہیں برادران وطن (ہندوؤں) کی طرف دیکھنا چاہئے، ان سے بدگمان نہیں رہنا چاہیے بلکہ جوق درجوق کانگریس میں شریک ہونا چاہئے۔ کانگریس کے ہاتھوں میں ان کے حقوق بالکل محفوظ ہیں۔'' (ارمغان آزاد ص ۱۷۵ ابوسلمان شاہ جہاں پوری)

قرآن کا انکار کرتے ہوئے کانگریس کی ہندو قیادت کی خوشنودی اور ہندوؤں میں ہردلعزیزی اور مسلمانوں کو ہندوؤں کی طرف راغب کرنے کے لیے جمعیۃ اہل حدیث کانفرنس منعقد ۱۹۴۳ء کلکتہ میں تقریر کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ:

''اسلام اور مسلمانوں کا حریف اگر کوئی ہوسکتا ہے تو عیسائی مذہب اور عیسائی قوم ہے دوسرا کوئی نہیں۔'' (خطبات آزاد ص ۲۴۹ بحوالہ جہان مفتی اعظم ص ۸۰۳ مولانا تطہیر احمد مصباحی)

حالاں کہ بصیرت سے محروم اس امام الہند ومفسر قرآن کی کیا بصارت بھی زائل ہوگئی تھی جسے قرآن مجید کا یہ واضح فرمان دکھائی نہیں دیا؟

تَرٰی کَثِیْراً مِنْھُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا. لَبِئْسَ مَاقَدَّمَتْ لَھُمْ اَنْفُسُھُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَفِی الْعَذَابِ ھُمُ الْخٰلِدُوْنَ (چھٹا پارہ سورہ مائدہ رکوع ۱۰)

''ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں کیا ہی بری چیز ہے اپنے لیے خود آگے بھیجی یہ کہ اللہ پر ان کا غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔''

پھر اسی پارہ ورکوع میں ایک آیت کے بعد یوں ارشاد ہورہا ہے:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّالنَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْ الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوا ج وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْ الَّذِيْنَ قَالُوْ اِنَّانَصٰرٰى ذَالِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانَاوَاَنَّهُمْ لَا تَسْتَكْبِرُوْنَ.

''ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤں گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے۔''

سچ ہے کہ ع   خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے

چندروزہ حیات مستعار اور منصب وجاہ کے لیے نہ تو اپنے علم وفضل کو دیکھا اور نہ ہی اپنے خاندان کی عظمتوں کو! اپنے عظیم ترین والد ماجد حضرت علامہ خیرالدین کی عظمت وجلال اور ان کے علم وفضل اور پورے عالم اسلام میں ان کی بلند قامتی کا بھی کچھ خیال نہیں کیا۔ یہ تو وہی مثال ہوئی کہ ؎

وہ شخص کہ قد جس کا ان سب سے بڑا تھا
دیکھا تو وہی غیر کے قدموں میں پڑا تھا

یہ حال ہے ہندوستانی مسلمانوں کے صف اول کے قائد اعظم ابوالکلام (مادر پدر) آزاد کا۔ اب ذرا اسی ٹولی کے دوسرے صف کے خودساختہ مسلم قائدین اور سیاسی ایوان میں مسلمانوں کے خودساختہ نمائندگان اور ان کی جماعت کا تفصیل میں نہ جاتے ہوئے اس کی چند جھلکیاں پیش کریں گے تاکہ یہ سمجھنے میں آسانی ہو کہ یہی حکومت کی آنکھوں کے تارے، راج دلارے اور کانگریسی حکومت اور اس کے صنادید کے دل ونگاہ کے

تسکین کے ساماں کیوں؟

ایسا ہرگز نہیں تھا کہ ع   سر میدان کفن بردوش دارم

کے مصداق صرف ابوالکلام آزاد اور جمیعۃ العلماء ہند کے شیخ الہند وشیخ الاسلام مولانا محمود الحسن وحسین احمد مدنی ہی تھے بلکہ سیکڑوں وہزاروں علماء ومشائخ آزادی وطن کی خاطر اپنی جانوں کو ہتھیلی پہ لئے ہوئے تھے اور پھانسی کے پھندوں کو چوم کر ''من از سرِ نو زندہ کنم دار ورسن'' کی عملی تفسیر تھے مگر اس طبقہ خاص نے آزادی وطن کے ساتھ ساتھ قدم قدم پر شرعی حرمتوں کا احترام بھی ملحوظ رکھا، مخلوق کی خوشنودی پر خالق کی خوشنودی ورضامندی کو مقدم جانا، اپنے موقف یعنی حصول آزادی پر استقلال واستقامت کے ساتھ دامن اعتدال کو ہاتھوں سے نہیں جانے دیا۔ انہیں گاندھی، نہرو، پٹیل اور جناح کے بجائے اللہ ورسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا وخوشنودی مطلوب تھی۔ ہزار سالہ محکوم رہنے والی ہندو اکثریت کے لیڈران آزادی کے بعد اپنی حاکمیت اعلیٰ کے آرزو مند تھے تو انہیں ہزار سالہ پرشکوہ بادشاہت کے وارثوں کو جو دس کروڑ کی تعداد میں تھے، انہیں محکومیت اور دوہری غلامی سے بچانے کے لیے مسلمانوں کے سچے اور مخلص قائدین اور علماء ومشائخ مسلمانوں کی محکومیت کو کیسے برداشت کرسکتے تھے، ہندوستان کے علماء ومشائخ اور پیران کرام نے اس خصوص میں بڑا موثر کردار ادا کیا اور مسلمانوں کو ہندوؤں کی غیر مشروط غلامی سے بچانے کی بھرپور کوشش کی۔ دوسری طرف مولانا ابوالکلام آزاد اور جمیعۃ العلماء کے مٹھی بھر افراد تھے جو تقسیم ملک کے بعد میدان خالی پا کر خوب کھیل کھیلے، کیوں کہ تقسیم ملک اور تشکیل پاکستان کے بعد اصحاب بصیرت اور حاملین کردار وعمل جن میں بڑے بڑے امراء، روسا، نوابین، والیان ریاست، اہل دولت وثروت اور اصحاب اثر ونفوذ بالخصوص قد آور اور اہم ترین علماء ومشائخ کی غالب ترین اکثریت

ہجرت کے نام پر ترک وطن کر گئی۔ انتقال مکانی کے وقت پورے ملک میں مسلمان ہلاکت و بربادی سے گذرے اور رہ جانے والے مسلمان جس آگ وخون کے دریا میں ڈوبے، کروڑوں، اربوں کے املاک تباہ و برباد ہوئے، لاکھوں عفت مآب عورتوں کی حرمت و ناموس پامال ہوئے۔ حالات کی برہمی کے پیش نظر رہ جانے اور کسی بھی قیمت پر اپنا وطن ہندوستان نہ چھوڑنے والے شخصیات و رجال بہت برداشتہ خواطر ہوئے۔ ان عظیم ہلاکتوں اور بربادیوں کے پیش نظر خوف زدہ بھی ہوگئے۔ کیوں کہ آزادی وطن کے ساتھ ایک حکومت الٰہیہ کی تشکیل کے لیے سب سے زیادہ پرجوش وکفن بردوش جلیل القدر علمائے اہل سنت و مشائخ اہل سنت و پیران عظام ہی تھے جن کا علمی و روحانی و ایمانی رشتہ براہ راست یا بالواسطہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا محدث بریلوی سے تھا۔ کئی نسبتوں اور حوالوں سے امام احمد رضا بریلوی ہی ان کے فکر و نظر کے محور اور ساتھ ہی مرکز عقیدت بھی تھے۔ یہ وہ حقائق تھے جن کے پیش نظر رہ جانے والے اہم ترین اور چوٹی کے علماء و مشائخ و پیران عظام نے خود کو صرف مذہبی دائرے تک محدود کر لیا اور کچھ اپنے حزم واتقاء کے سبب اپنی مسجدوں و خانقاہوں تک محدود رہ کر بندگان خدا کے رشد و ہدایت کے فریضہ میں خود کو مصروف کر لیا۔ کچھ خالص علمی شخصیات تھیں جو پہلے بھی دینی درسگاہوں تک محدود تھیں اور جو مرد میداں تھے انہوں نے بھی اشاعت دین وسنت اور خالص دینی و مذہبی خطابت کو اپنا میدان منتخب کر لیا اور بادل ناخواستہ سیاست حاضرہ کے دروازے کو خود پر بند کر کے اسے شجر ممنوع قرار دے دیا۔ صرف چند استثنائی شخصیات کو چھوڑ کر جیسے محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی، حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن قادری اور ان کے رفقا و متبعین، قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری، مجاہد دوراں علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی (ایم۔ پی۔)، نباض

وقت مولانا سید اسرار الحق کوٹہ راجستھان اور مولانا چمن قادری وغیرہ کا جفاکش و جفاپیشہ تو بعد کا گروہ ہے۔

میدان بالکل خالی پا کر وہ طبقہ جو آزادی سے قبل ہی اپنے دین و ضمیر اور اپنے عالمانہ منصب و جاہت اور اپنے شرعی وحیثیت عرفی کو کانگریس کی ہندو قیادت کے قدموں پر گروی رکھ چکا تھا، جس کی بے ضمیری اور خوشنودی اغیار کا عالم یہ تھا کہ اپنے مذہبی تقدس و اسلامی لبادے پر کھدر پوشی کو ترجیح دی اور اس میں گاندھی و نہرو کی خوشنودی میں اتنا غلو کیا کہ ہر مسلمان کو کھدر پوش دیکھنا اس کی بنیادی ترجیح بن گئی۔ یہاں تک کہ اس مرنے والے مسلمان کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے جس کا کفن کھدر کا نہیں ہوتا تھا۔ جن کے غلامانہ و خوش آمدانہ ذہنیت پر مولانا جسٹس اکبر الہ آبادی جیسے لوگ بھی بڑے دکھ کے ساتھ کہہ پڑے ۔

یہ کانگریسی ملاّ تجھ کو بتاؤں کیا ہیں
نہرو کی پالیسوؤں کا اردو میں ترجمہ ہیں

جو اپنے اوپر وطنیت کے بت کو مسلط کرتے وقت اسلام کے ابتدائی درخشاں تاریخ کو بھول گیا جس پر ڈاکٹر اقبال جیسے دیدہ ور، انکے شیخ الاسلام کے لبادے کو تار تار کرتے ہوئے انہیں کو آئینہ دکھاتے ہوئے یوں پھٹ پڑے ۔

عجم ہنوز نہ داند رموزِ دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد چہ بوالعجبی است
سرود برسرِ ممبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
اگر باونہ رسیدی تمام بولہبی است

ان اشعار کے بعد ڈاکٹر اقبال خاموش نہیں رہے بلکہ اپنے گراں قدر مکتوبات کے ذریعے جب دینی گرفت شدید کرتے گئے تو اپنے مقتدیٰ مولانا اشرف علی تھانوی کی اتباع کرتے ہوئے اپنی غلطیوں کا اعتراف ورجوع کے بجائے اپنے قول کی تاویل درتاویل کا سہارا لیتے ہوئے اور اگر مگر لگاتے ہوئے اپنے موقف پر ڈٹے رہتے ہوئے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ:

''اگر اس مشورے کو (یعنی اسلام و دین و مذہب پر وطن کو ترجیح دینے کو) خلاف دین وامانت شمار کیا جاتا ہے تو اعلان کرتا ہوں کہ میں اس کو فریضہ سمجھتا ہوں۔ فذالك ذنب لست منه اتوب. ی ہ ایسا گناہ ہے جس سے میں توبہ نہیں کرسکتا۔'' آزادی اور تقسیم ملک کے بعد اس طبقے کو اندھوں میں کانا راجہ کی حیثیت حاصل ہوگئی اور جمعیۃ العلماء ہند کے نام سے چڑھتے سورج کے پجاریوں، اقتدارِ وقت کے دلالوں اور دین وضمیر فروشوں کا یہ طبقہ (جو مٹھی بھر افراد پر مشتمل تھا) بڑی تیزی کے ساتھ چار کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی وسیاسی نمائندگی کے نام پر ابھرا اور مولانا ابوالکلام آزاد کے نقش قدم پر چلتا ہوا انہیں اقتدار وقت کے کشکول میں ڈال دیا۔

(تفصیل وتحقیق کے لیے دیکھئے الجمعیۃ کا ''شیخ الاسلام نمبر'' اور مولانا جسٹس محمد تقی عثانی بن مولانا مفتی محمد شفیع عثانی کی مبسوط وقابل ذکر سفرنامہ ''جہاں دیدہ'')

یہ جو کچھ میں نے عرض کیا یہی حقیقت ہے۔ مسلکی عصبیت نہیں۔ جس کی تائید دہلی کے مشہور وسنجیدہ ماہنامہ قاری سے بھی ہورہی ہے اس کا دیدہ ور ایڈیٹر اپنے طویل

ادارتی کالم میں رقم طراز ہیں:

''بدقسمتی سے تقسیم ملک کے بعد ملت اسلامیہ کے باصلاحیت وصاحب کردار افراد ترک وطن کرگئے اور اندھوں میں کانا راجہ کے مصداق ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی وسیاسی قیادت کے خودساختہ دعویدار جمعیتی لیڈروں نے ارباب اقتدار سے انتہائی چالاکی وعیاری کے ساتھ ساز باز کرکے زخم خوردہ اور نیم جاں مظلوم ملت اسلامیہ کے عظیم تر مفادات کو اپنے قابل مذمت اقتدار کی قربان گاہ پر چڑھا دیا۔ اس طرح سیاسی میدان میں ان درباریوں کے ناپاک وجود کو زندہ رکھنے کے لئے پارلیمنٹ کی کوئی سیٹ یا اسمبلیوں کی اِکّا دُکّا نشست بطور خیرات ان گداگروں کی جھولی میں جاتی رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ خودساختہ راج کمار اپنا شمارہ پانچ سواریوں میں کرنے لگے (ملخصاً)

یہ ان ملت فروشوں کی خوش نصیبی تھی کہ ان کو تمام ہی اعزازات بطور نوازش خاص چور دروازے سے دیئے جاتے رہے اور ملک کی آزادی سے لے کر آج تک ان جمعیتی قبر فروشوں کو یہ جرأت نہ ہوسکی کہ یہ سینہ تان کر ملت اسلامیہ کے مظلوم عوام سے اپنے قول وعمل اور افعال وکردار کی حقانیت پر سند تائید واستحسان حاصل کرسکیں۔''

(ماہنامہ قاری شمارہ جنوری ۹۸ء)

تقسیم ملک سے قبل خالص سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی کئی تنظیمیں میدان عمل میں کفن بردوش تھیں، جماعت انصار الاسلام (۱۹۱۲ء) جماعت رضائے مصطفےٰ ۱۹۲۰ء، آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۲۵ء، کل ہند جماعت الصوفیہ جن کی ایک حیرت انگیز اور زریں تاریخ ہے۔ مگر تقسیم ملک وتشکیل پاکستان کے بعد ان کی حیثیت وافادیت واہمیت کی جہتیں بدل گئیں۔ ایسا بھی نہیں تھا کہ ہندوستان میں رہ جانے والے اہم

ترین اکابرین اہل سنت و اساطین امت نے مسلمانوں کو لاوارث چھوڑ دیا بلکہ انہوں نے سواد اعظم و اسلامیان ہند کو آل انڈیا تبلیغ سیرت، آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ اور آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء جیسی اہم ترین تنظیمیں دیں جو اپنے اپنے وقتوں میں کافی سرگرم عمل رہیں، چونکہ جمیعۃ العلماء جو کانگریس کے مفاد کے بطن سے ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئی تھی اور مسلمانوں کو غیر مشروط طور پر کانگریس کی غلامی میں ڈالنے کے لئے بطور ایک چال تھی گویا اس نے اپنے سیاسی بساط پر کچھ مذہبی پہرے بٹھا دیئے تھے جسے جمیعۃ العلماء کا نام دے دیا تھا جس کی اس نے مسلسل نصف صدی تک آبیاری کی، اس کو سرکاری نوازشات کے ذریعہ مضبوط کیا اور ہر حال میں اس کی سرپرستی کی اور آج بھی کسی نہ کسی حد تک وہ رسم وفا نباہ رہی ہے اور کانگریس نمک خوار ہر منزل اور ہر موڑ پر حق نمک ادا کرتے رہے۔ جس کی ایک واضح مثال ۱۹۷۷ء میں اندرا گاندھی کے زوال کے بعد بدعنوانیوں کے الزام میں اندرا جی کو جنتا پارٹی حکومت نے جیل میں ڈال دیا جس کے لیے جمیعۃ العلماء ہند کے صدر مولانا اسعد مدنی نے شدید احتجاج کے طور پر اندرا گاندھی اور کانگریس قیادت کی خوشنودی کے لیے اپنی رضاکارانہ گرفتاری پیش کی اور خود کو اپنے حواریوں کے ساتھ داخل زنداں کیا اور اندرا گاندھی کو جیل سے باہر لانے کے لیے پورے ملک میں ''ملک و ملت بچاؤ'' تحریک چلائی جس کو اہل نظر نے ''ملک و ملت بیچ آؤ'' کا نام دیا۔ گویا جمیعۃ العلماء کے نزدیک اندرا گاندھی کا تنہا وجود ملک بھی تھا اور ان کا ملت بھی! غالباً اسی لیے دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ کے اجلاس کا افتتاح بھی علمائے دیوبند نے اپنی ملت اندرا گاندھی سے کرایا تھا وہ بھی عرب و عجم کے علماء کی موجودگی میں! جس پر پورے ملک سے ان کے اپنوں نے بھی لعنت و ملامت کا سلسلہ بہت دنوں تک جاری رکھا تھا کیوں نہ ہو کہ یہ اس باپ کے بیٹے تھے

جس نے وطن کو ملت پر ترجیح دی تھی اور ہمیشہ کے لیے ڈاکٹر اقبال کی طرف سے ''عجم ہنوز نہ داند رموزِ دیں'' کا تمغہ حاصل کیا تھا تو سعادت مند بیٹے نے الولد سرٌ لابیہٖ کے تحت اگر کانگریسی قیادت کو اپنی ملت ہی بنا ڈالا تو اس میں تعجب ہی کیا ہے۔

خوشامدوں میں نہیں عظمت وفا یارو
اگر ضمیر ہے زندہ تو آؤ سچ بولیں

یہ ایک مثال ہے ورنہ جمیعۃ العلماء کے قیام ۱۹۲۰ء سے لے کر جناب اسعد مدنی کی حیات تک طویل دور کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو مجلّات تیار ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مٹھی بھر افرادی قوت کے باوجود وہ ایوان سیاست میں چودہ کروڑ مسلمانوں کے نمائندہ خود ساختہ ترجمان بن بیٹھے ہیں حالاں کہ آل انڈیا تبلیغ سیرت، مسلم متحدہ محاذ اور آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء نے بارہا اپنے افرادی قوت کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کی حقیقی نمائندگی حکومت کو دکھاتی رہی مگر کانگریسی حکومت نے دانستہ ۸۵ فیصد مسلمانانِ ہند کے مذہبی نمائندگی پر پانچ فی صد مسلمانوں کے نمائندوں کو ہی عملاً پورے ملک کے مسلمانوں کا نمائندہ مانا انہیں بیچاروں نے ہمارے یعنی کانگریس کے لیے قربانیاں دیتے وقت اپنے دین و دھرم کو نہیں دیکھا بلکہ ہماری خوشنودی، ہماری مرضی اور ہماری رضاجوئی ہی ان کے پیش نظر رہی۔ انہوں نے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو حکومت کے مفاد پر قربان کیا اور پورے عالم اسلام کو مطمئن بھی کرتے رہے کہ ہندوستانی مسلمانوں پر حکومت کا کرم ہے اور یہاں سب خیریت ہے۔ انعام کے طور پر ان پر سرکاری نوازشات کے دروازے ایسے کھلے کہ پارلیمنٹ و اسمبلی کی کرسیاں انہیں اعزازی طور پر مستقل پیش کی جانے لگیں اور مرکزی و صوبائی جتنے بھی سرکاری و نیم سرکاری ادارے اور مسلمانوں کے تعلق سے سرکاری بورڈ تھے ان سب سرکاری اداروں اور بورڈوں میں انہیں جگہ دی

گئی اور اس طرح سے سیاسی دروازے سے وہابیت ودیوبندیت کو پاؤں پسارنے کا خوب خوب زریں موقع میسر آیا جس میں نہ وہ چوکے، نہ سست ہوئے۔ اس طرح سے وہابیت پورے ملک میں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی اور ہم اپنی غیر معمولی اکثیرت کو اوڑھتے اور بچھاتے اور حکومت کو دیکھاتے رہے مگر لا حاصل۔ ہر اہم جگہ وہی نظر آئے۔ کہاں ایک وقت وہ تھا کہ بقول شاعر اہل سنت حضرت اجمل سلطانپوری۔

وہابی سے پوچھو کہ تم ہو وہابی
توفوراً کہے گا نہیں تو نہیں تو

اور کہاں آج عالم یہ ہے کہ اب بڑے فخر ومباہات کے ساتھ وہ نہ صرف دیوبندی ہیں بلکہ اپنے تمام وہابیت اور اس کے اعلام کے باوجود وہ اہل سنت بھی ہو گئے ہیں۔ اب وہ علمائے اہل سنت بھی، خطیب اہل سنت بھی، مناظر اہل سنت بھی ہیں اور ہم بڑے تواضع وانکساری بلکہ کہیں کہیں شرمساری کے ساتھ فقط بریلوی ہو کر رہ گئے ہیں کیوں کہ یہی ہمارا امتیاز اور ہمارا تشخص رہ گیا اور اسکے بغیر نہ ہماری سنیت محقق ہے اور نہ حقانیت۔ اناللہ وانا الیہ راجعون.

سلطان القلم قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے ایک ملاقات میں جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی کے لیے ایک پلاٹ سرکاری ریٹ میں حاصل کرنے کی کوششوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں! مولانا وارث جمال صاحب! چار سال تک میں نے جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء کے نام پر پلاٹ حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن جب فائل آخری مرحلے میں داخل ہوئی تو کہیں نہ کہیں کوئی جمیعۃ العلماء کے ہاتھ لگ جاتی اور اس کے قلم کی ایک بوند روشنائی میری سال بھر کی محنت کو برباد کر دیتی جب میں نے محسوس کرلیا کہ مجھے اس نام پر پلاٹ نہیں مل سکتا تو میں نے ذاتی و

خاندانی نام (غلام رشید) کے نام پر پلاٹ حاصل کرنے کی نئے سرے سے کوشش کی جو بحمدہٖ تعالیٰ چھ ماہ کے اندر نہ صرف پلاٹ حاصل ہوگیا بلکہ اب اس پر ایک چار منزل پرشکوہ عمارت آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں پھر مسکرا کر فرمانے لگے کہ اگر میں اپنے عرفی نام ''ارشد القادری'' پر پلاٹ حاصل کرتا تو اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔ مولانا! جمیعۃ العلماء کی مہربانی سے وہابی تمام اہم وقابل ذکر سرکاری ونیم سرکاری اداروں اور مرکزی و صوبائی بورڈوں میں گھسے ہوئے ہیں اور واقعی اس راستے سے وہابیت کافی مضبوط ہوئی۔

تقسیم ملک کے بعد، تقسیم ملک کے الزام میں یہاں ہندوستانی مسلمانوں پر جو قیامت ٹوٹی اور تباہی و بربادی وہلاکت خیزی وعصمت ریزی کا جو طوفان برپا ہوا اس کے پیش نظر ہندوستان بھر کے علماء ومشائخ وارباب فکر ونظر کے اتفاق رائے سے سرزمین بریلی شریف عرس رضوی کے موقع پر ۲۴ صفر المظفر ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۶/ دسمبر ۱۹۶۹ء آل انڈیا تبلیغ سیرت کا قیام عمل میں آیا۔ حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی، ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین بہاری کی سرپرستی میں، جس کے صدر حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن قادری منتخب ہوئے اور علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی جنرل سکریٹری، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، امین شریعت علامہ مفتی رفاقت حسین مظفر پوری، خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ عارف اللہ میرٹھی، مولانا ابوالوفا فصیحی غازیپوری، مولانا سید احسان علی، مولانا سلیم اللہ بنارسی، حکیم محمد یونس نظامی وغیرہ کلیدی جگہوں پر فائز ہوئے۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت نے اپنی ترک تازیوں، اپنے حسن خدمات اور کارناموں سے حکومت کو بھی احساس دلایا کہ مسلمانان ہند کی اصل نمائندگی اور حقیقی قیادت کدھر ہے۔ اس صورت حال نے اقتدار وقت کے دلالوں کو فکر وتشویش میں مبتلا کر دیا بالآخر

ایک سازش کے تحت آل انڈیا تبلیغ سیرت کے گرد قانون کا شکنجہ سخت سے سخت کر دیا، حوصلوں کے شکست وریخت کے لیے اس کے قائد مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن قادری کو آئے دن قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار کیا، آئے دن حکومت کی سختیاں جوں جوں بڑھتی گئیں مجاہد ملت مسلمانوں اور ان کی آبرومندانہ بقا کے تعلق سے حکومت کے سامنے جھکنے ونرم پڑنے کے بجائے سخت سے سخت تر ہوتے گئے، انہوں نے ٹوٹنا تو گوارا کر لیا مگر جھکنا نہیں۔

یہ اسی نہ جھکنے کا شاخسانہ تھا کہ ۱۹۷۵ء کے ایمرجنسی کے سیاہ ترین دور میں اپنے بڑے بڑے سیاسی مخالفین کے ساتھ انہیں بھی جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل میں اے کلاس کے بجائے سی گریڈ میں جگہ دی۔ جیل میں بے انتہا سختیوں کے سبب جب آپ بیمار ہوئے تو اسپتال میں علاج کے لیے جب داخل کیا تو پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ قاتلوں، ڈاکوؤں اور عادی مجرموں کی طرح بستر علالت پر بھی پاؤں میں بیڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ اس صورت حال نے رفیقوں اور جاں نثاروں کو بدل اور خوف وہراس میں مبتلا کر دیا۔ نتیجے میں متبادل کے طور پر آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے قیام کی راہ ہموار ہوئی جس میں علامہ حامد علی فاروقی نے ایک تاریخی کردار ادا کیا، مولانا سید شاہ اسرار الحق، حضور سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفےٰ مارہروی، حضرت محدث اعظم کچھوچھوی، خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری اور حضرت علامہ سید مظہر ربانی جیسی بلند پایہ شخصیات ورجال کے باہمی مشورے و تعاون سے ایک مضبوط تنظیم ''مسلم متحدہ محاذ'' تشکیل پائی۔ کسی تنظیم میں جنرل سکریٹری کا عہدہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ بلند عزائم، بالغ نظر اور گوناگوں صلاحیتوں کے پیش نظر حضرت علامہ فاروقی کو اس کا جنرل سکریٹری بنایا گیا۔ بہت جلد آپ نے

اپنے عزم وحوصلہ، حسن تدبر، بالغ نظری اور جرأت مومنانہ سے اس تنظیم کو مسلمانوں کے دل ودماغ میں اتار دیا اور اقتدار وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں مسلمانوں کے مسائل پر سنجیدہ ہونے پر مجبور کر دیا۔

رائے گڑھ، جبل پور اور جمشید پور کے فسادات میں آپ نے اپنی اولوالعزمی، بلند ہمتی، بے خوفی اور بالغ نظری سے عزیمت واستقامت اور جرأت اظہار کی تاریخ میں ایک روشن باب کا اضافہ فرمایا۔ ۱۹۶۲ء میں جمشید پور میں ''کشمیر کانفرنس'' جو حضرت علامہ ارشد القادری کی رہنمائی میں منعقد ہوئی تھی اس تاریخی کانفرنس میں آپ نے کشمیر کے تعلق سے ہندوستانی موقف کی جس طرح ترجمانی کی اس نے ارباب سیاست وارباب فکر ودانش کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔ ع

الٰہی ایسی چنگاری بھی اپنے خاکستر میں تھی

سیاسی بصیرت، قانون فہمی، مجاہدانہ کردار اور سرفروشانہ جذبے کے ساتھ ہی آپ ایک مرد قلندر اور صوفیانہ مزاج کے حامل تھے۔ آپ سادگی اور تواضع کے پیکر بھی تھے، آپ کی عاقلی، دانائی وفرزانگی کو ارباب عقل ودانش اور اصحاب فضل وکمال بھی خراج تحسین پیش کرتے تھے۔ بقول حضرت علامہ ارشد القادری آپ کے دینی ومذہبی خدمات کے انبار میں سیاسی کارنامے دب کے رہ گئے۔

کاش اگر آپ کے سیاسی زندگی اور ملک وملت کے لیے ان کے حسن خدمات کو ضبط تحریر میں لے آیا گیا ہوتا تو جماعت اہل سنت کے لیے ایک سرمایہ افتخار ہوتا اور علمائے دین کے لیے ایک نشان منزل۔

آپ کی بے جگری اور ارباب اقتدار کے سامنے جرأت اظہار کا اندازہ اس سے

لگایئے کہ جب ۱۹۶۰ء میں مسلم متحدہ محاذ کی طرف سے ایک ''کل ہندسنی اوقاف کانفرنس'' پریڈگراؤنڈ دہلی میں منعقد ہوئی تو آپ کا تاریخی خطاب اور اس میں اس مردِحق کا جرأت اظہار اور مسلم مسائل کے تعلق سے بے حد جذباتی ہوجانا ہی حاصل کانفرنس تھی۔ بقول حضرت علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمہ کانفرنس کے اختتام کے بعد جب ہم علامہ فاروقی کی قیادت میں ایک وفد کی شکل میں وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو سے ملاقات کر کے انہیں بتایا کہ پورے ملک میں اہل سنت کی تعداد ۹۰ فیصد سے بھی زیادہ ہے اسکے باوجود جمعیۃ العلماء (جو مٹھی بھر اہل کلمہ کی نمائندہ تھی) کو سنی اوقاف کا مالک بنادیا ہے جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق خرد برد کرتے رہتے ہیں۔ دوران گفتگو پنڈت نہرو نے کہا کہ تقسیم ہند کے وقت سارے لوگ مسلم لیگ کے ساتھ ہوگئے تھے مگر جمعیۃ العلماء اس وقت ہمارے ساتھ تھی تو آج ہم اپنی حکومت میں اسے کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ حضرت علامہ فرماتے ہیں کہ نہرو جی کا اتنا کہنا تھا جس پر حضرت محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی کا جلال دیکھنے کے لائق تھا۔ بڑے دبنگ لب و لہجے میں وقت کے وزیراعظم کو آپ نے للکارتے ہوئے (آپ نے تعلقات دیرینہ کی پرواہ کیے بغیر) فرمایا! نہرو جی! اگر آپ کو ان کا ایسا ہی خیال ہے تو آپ کیوں نہیں انہیں اپنے مکان کے کسی کونے میں ان کے لیے کوئی آفس کھول کر انہیں رکھ لیتے؟ مسلمانوں کے وقف شدہ املاک کو برباد کرانے کا حق آپ کو کس نے دیا؟ مسلمانوں کے وقف شدہ جائداد کو اس طرح برباد نہ کیجیے ورنہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

بندہ مومن کا دل خوف و رجا سے پاک ہے
قوت فرماں روا کے سامنے بے باک ہے

بے شک فاروق اعظم کی ایک اولاد، قطب دیوہ حضرت سیدوارث علی شاہ کی دعائے خصوصی، مظہر فیضان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا وتلمیذ ارشد حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا کے حسن تربیت، اکابرین ملت واعیان اہل سنت کے ممدوح ومطلوب وگوہر مقصود کو اتنا عظیم وقد آور تو ہونا ہی چاہئے کہ وہ بھیڑ میں بھی جائے تو تنہا دکھائی دے۔

اقتدار وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس انداز میں بات کرنے سے آزادانہ قیادت وغلامانہ قیادت کا فرق بھی واضح ہوگیا۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

میں شکر گزار اور دعاگو ہوں عزیز گرامی مولانا محمد قمرالزماں مصباحی سلمہ (لکچرر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج) اور محبّ گرامی مولانا اکبر علی فاروقی (چیرمین محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور) کا، انہوں نے سنیت اور اسلامیان ہند کے بطل جلیل محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی کے تعلق سے کچھ لکھنے کے لئے آمادہ کیا اور اُس تعلق سے ضروری معلومات بھی بہم پہونچائی۔ حضرت محسن ملت کے حوالے سے اپنی بے خبری پر بڑا افسوس ہوا۔ جب مجھ جیسے باخبر کا یہ حال ہے تو نئی نسلوں کے تعلق سے کچھ کہنا ہی کیا۔

مولانا محمد قمرالزماں ایک صالح، سعادت مند، جواں فکر اور نوجوان عالم دین ہیں ساتھ ہی متحرک وفعال بھی، ابتداء ہی سے قلم سے وابستگی اور کچھ کر گزرنے کی تڑپ ہے اللھم زدفزد. مولانا اکبر علی فاروقی ہماری جماعت کے وہ عالم دین ہیں جنہوں نے علماء کی عام روش سے ہٹ کر ایک الگ پہچان بنائی۔ اکثر ہمارے علماء یا تو مسجد

قائم کرتے ہیں یا مدرسے مگر انہوں نے پرائمری سے بارہویں تک ہندی، انگلش میڈیم غریب نواز اسکول اور محسن ملت یونانی میڈیکل کالج قائم کر کے ایک نئی مثال پیش کی اور سنیت کی اشاعت کے لئے ایک نئے پلیٹ فارم کا انتخاب کیا مولائے کریم انہیں نظر بد سے بچائے۔

حصول برکت کے لئے چند صفحات کی سوغات لے کر حاضر ہو گیا ہوں اس امید پر کہ یار زندہ صحبت باقی کے پیش نظر حضرت محسن ملت کی بارگاہ میں پوری تفصیل کے ساتھ اپنے جذبات کبھی رکھ سکوں، اگر کچھ حسن نظر آئے تو یہ مولانا محمد قمر الزماں مصباحی کے اخلاص کی نذر اور تقصیر کے لئے بندہ ذمہ دار۔

☆☆☆

آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ: تعارف اور جائزہ

ڈاکٹر امجد رضا امجد، القلم فاؤنڈیشن پٹنہ

یادش بخیر! ایک وہ دور تھا جب ہمارے پاس عقائد وایمان کی پونجی کے ساتھ اسلاف کی دی ہوئی ملی سیاست کا پاکیزہ جذبہ تھا، ہماری فکر ذاتی مفاد سے آزاد تھی، ہماری ہر کاوش کا محور قومی تشخص اور مذہبی شعائر کا تحفظ تھا، صحرا صحرا، پربت پربت ہم یہی جذبہ حمیتِ دینی لئے سرگرم عمل رہے اور ہماری آبلہ پائی صحرا میں گلستاں آباد کرتی گئی مگر آج آہ ع

یہ درد کیسا اٹھا جس نے جی نڈھال کیا

آج ہمارے پاس نہ وہ دینی حمیت ہے نہ وہ غیرت ایمانی، نہ مذہبی اقدار کے تحفظ کا سلیقہ ہے نہ مذہبی سیاست کا شعور، نہ کائناتی مفاد پر ذاتی مفاد کو قربان کرنے کا جذبہ ہے نہ دنیائے بے ثبات کے بدلے آخرت سنوارنے کا تصور۔ ہمارے پرکھوں نے ہمیں ہندوستان میں مذہبی تشخص کے ساتھ جینے کا ہنر دیا اور اپنے مذہبی وسیاسی معاملات کو وقار کے ساتھ حل کرنے کا عملی تعلیم دی لیکن افسوس ہم نے ان کے پاکیزہ نقوش قدم سے الگ اپنی ایک ایسی راہ نکالی جس میں نہ دین سلامت ہے نہ دنیا۔

گذشتہ مرکزی وصوبائی الیکشن میں ملکی سطح پر ہمارے علماء نے جس سیاسی بصیرت کا مظاہرہ فرمایا وہ قابل افسوس ہی نہیں قابل مذمت ہے، ہمارے علماء، مولانا، مولوی

اور مولوی نما مسلمان سب کے سب مختلف سیاسی پارٹیوں سے وابستہ، جبہ دستار میں ملبوس سرمہ وکاجل سے لیس، ہیلی کاپٹر، فورویلر اور تھری ویلر پر سوار کانگریس، راجد، جدیو، لوجپا، مالے وغیرہ کے لئے بھیک مانگتے ہوئے گلی گلی ایسے مارے مارے پھر رہے تھے جیسے اگر ان کی آرزو پوری نہیں ہوئی تو ان کی ناک کٹ جائے گی، حالاں کہ یہ ناک تو اسی دن کٹ گئی تھی جس دن انہوں نے اپنے مذہبی وقار کا سودا کرلیا تھا۔ الیکشن کے موقع سے سستی شہرت اور چند سکوں کی منفعت کی خاطر وہ علماء جن کی شان کبھی ''تماشا گاہ عالم'' تھی، اب برسرعام ''سامان تفریح'' بن رہے تھے، اور یہ منظر دیکھ کر غریب مسلمانوں کا دل کانپ جارہا تھا اور وہ بیچارے یہ سمجھنے پر مجبور تھے۔

ایں تقویٰ ام بس است کہ چوں زاہدان شہر
ناز وکرشمہ برسر ممبر نمی کنم

میرے دل پر بھی اس وقت ایک کیفیت گذری تھی اور ان اشعار کے پیکر میں ڈھل گئی تھی۔

منظر تھا پُر فریب نظارہ لئے ہوئے
تسبیح جُبہ ٹوپی عمامہ لئے ہوئے
جلوے ہر ایک سمت تھے ان کے جمال کے
پھرتے تھے یہ طلسم کی دنیا لئے ہوئے
دل میں تھا گرچہ منصب وعہدہ کا اشتیاق
منظر پہ تھے یہ قوم کا جذبہ لئے ہوئے
ملت کو بیچتے تھے یہ عہدوں کی چاہ میں
کرتے تھے کام چہرہ پہ چہرہ لئے ہوئے

لوٹا ہے مالیوں نے چمن کو کچھ اس طرح
ہر گل ہے رخ پہ رنگ خزاں کا لئے ہوئے
امجد نشاط عید ہوئی نذر کربلا
رہزن ہیں راہبر کا لبادہ لئے ہوئے

کل اور آج میں جو فرق ''منظر'' کا ہے وہ صرف منظر کا نہیں اندر کا بھی ہے، ہمارے اکابر نے مذہبی ہی نہیں سیاسی خدمات بھی انجام دی ہیں، جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی، آل انڈیا تبلیغ سیرت، الٰہ آباد۔ آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ، رائے پور، مسلم پرسنل لا کانفرنس، کل ہند سنی اوقاف کانفرنس، کشمیر کانفرنس، فلسطین کانفرنس، اس کی درخشندہ مثالیں ہیں، لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان بڑے بڑے بینروں سے انہوں نے کوئی ذاتی کام لیا ہے؟ اگر کسی کو ان کے کسی کام میں بظاہر دین کا کوئی پہلو نظر نہ آئے جب بھی وہ کسی بدگمانی کا شکار نہ ہو کہ ان کی نگاہیں مستقبل پہ تھیں اور امت مسلمہ کے تابناک مستقبل کے لئے انہوں نے وہی کیا ہوگا جو مناسب رہا ہوگا۔

ہندوستان میں علمائے اہل سنت کی سیاسی خدمات کا دائرہ صدیوں پر محیط ہے ان میں علامہ کافی مرادآبادی، علامہ فضل حق خیرآبادی، مولانا رضی الدین بدایونی، مفتی صدرالدین آزردہ، مولانا امام بخش صہبائی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، علامہ رحمت اللہ کیرانوی، مولانا لیاقت علی الٰہ آبادی، مولانا شاہ رضا علی بریلوی، امام احمد رضا بریلوی، مولانا حامد رضا بریلوی، مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا نعیم لدین مرادآبادی، مولانا عمر نعیمی مرادآبادی، مولانا حبیب الرحمن رضوی اڑیسہ، مولانا حامد علی فاروقی، علامہ مشتاق احمد نظامی، علامہ مظفر حسین کچھوچھوی، مولانا سید اسرارالحق، علامہ ارشدالقادری اور ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' میں شریک علماء خصوصیت

سے قابل ذکر ہیں ـــــــ جنہیں تحقیق وتفصیل مطلوب ہو وہ قدیم تاریخی کتابوں کے ساتھ مفتی محمود احمد رفاقتی کی ''تذکرہ علمائے اہل سنت'' مولانا یٰسین اختر مصباحی کی ''چند علمائے انقلاب'' مولانا شہاب الدین رضوی کی ''تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ'' مولانا عبدالمالک مصباحی کی ''جنگ آزادی اور وطن کے جاں باز'' مولانا محمد قمرالزماں مصباحی کی ''محسن ملت اکابرین کی نظر میں'' مولانا ذاکر حسین گیاوی کی ''علامہ ارشد القادری: ''حیات وخدمات'' چاند نظامی کی ''علامہ ارشد القادری حیات و کارنامے'' کا مطالعہ کریں۔

علمائے اہل سنت کی سیاسی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس پر پی ایچ۔ڈی کا تحقیقی مقالہ لکھا جاسکتا ہے مگر ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی گئی ہے حالات کا تقاضہ ہے کہ اس موضوع پر سنجیدگی سے غور کیا جائے کیوں کہ معاندین نے اس پر بے اعتنائی کی ایسی گرد ڈال دی ہے کہ حقائق تہ در تہ چھپ گئے ہیں اور نوجوان نسل کے ذہنوں سے ہماری سیاسی خدمات کا تابناک پہلو روپوش ہوگیا ہے ـــ یہاں اس پھیلے ہوئے عنوان سے صرف ایک پہلو'' آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ'' اور اس کے ذی علم وصاحب تدبر سکریٹری محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی کی خدمات کا ایک جزوی جائزہ لیا جارہا ہے۔

''آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ'' کی بنیاد دراصل ''جمعیۃ العلماء ہند'' کی منفی کارکردگی کے ردعمل کے طور پر پڑی، تقسیم ہند کے بعد جس طرح کے حالات رونما ہوئے اس نے مسلمانوں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا، جان ومال کے نقصان نے ان کی کمر توڑ دی، ایمان و عقیدہ کے ساتھ ان کے مذہبی شعائر کی پامالی نے ان کے جذبات مجروح کردئے ایسے حالات میں کچھ جماعتیں آگے بڑھیں پھر کیا ہوا علامہ ارشد القادری کا قلم نقشہ کھینچتا ہے:

ان حالات کے پیش نظر مایوس وتباہ حال مسلمانوں کے مصائب وآلام کا حل نکالنے کے لئے کچھ لیڈر اور کچھ جماعتیں آگے بڑھیں کسی نے کنونشن کی کسی نے کانفرنسیں کیں، کسی نے علاقہ وار اجلاس کیا۔ تباہ حال مسلمان ایک طرف تو احساس کم تری کا شکار اور دوسری طرف یاس وناامیدی کے مضبوط شکنجہ میں جکڑا ہوا تھا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا سمجھ کر ان جماعتوں کی آواز پر دوڑ پڑے افسوس صد افسوس کہ ان بے رحم جماعتوں نے جس میں ''جمیعۃ العلماء دہلی کا نمبر اول ہے وہ کچھ کیا جو مسلمانوں کے ساتھ ظالم انگریز نے بھی نہ کیا تھا اور ہندو سبھا بھی نہ کرسکی تھی۔

ہندوستان کا مسلمان گھبرا گیا جس پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے اس کی مایوسی اور پریشانیوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے روز ایک جماعت نے جنم لینا شروع کیا۔ پریشان حال مسلمان ہر نئی جماعت کے پیچھے دوڑا کہ شاید اس کے پاس کوئی مداوائے غم ملے اور موجودہ پریشانیوں کا حل نکلے مگر ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

سوائے جلسہ اور جلوس اور مسلمانوں کی پونجی اور رہے سہے بھرم کی تباہی کے علاوہ اور کچھ حاصل نہ ہوسکا۔ مسلمانوں کی وہی لاوارثی، فرقہ پرستوں کی وہی خوں خواریت، کافی زمانہ گذرنے کے بعد بھی فرقہ پرستوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہونا، گویا ان کے مقدر میں لکھ چکا تھا۔ (آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ-ص۳)

یہ وہ حالات تھے جن پر علمائے اہل سنت کو سنجیدی سے غور کرنا پڑا اور یہ فیصلہ لینا پڑا کہ مسلمانوں کے املاک واوقاف اور ان کے سیاسی حقوق کی بحالی کے لئے کسی سیاسی تنظیم کی بنانا گزیر ہے، چنانچہ زعمائے ملت اسلامیہ درد بھرا دل لے کر جولائی ۱۹۶۰ء

میں ساحل ممبئی پر جمع ہوئے، اسی شہر ممبئی میں حالات کا جائزہ لینے کے بعد زعماء ورہبران قوم کی ایک نشست مدن پورہ میں زیر صدارت ''سید العلماء مولانا سید شاہ عبدالحق صاحب مفتی اعظم کاٹھیاواڑ'' منعقد ہوئی جس میں ''آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ'' کا قیام عمل میں آیا، اس کے ایک ماہ بعد دستور سازی کے لئے جمشید پور صوبہ بہار (موجودہ جھارکھنڈ) میں برہان ملت حضرت علامہ شاہ برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ کی صدارت میں ۱۵-۱۶-۱۷/صفر المظفر ۱۳۸۰ھ مطابق ۹-۱۰-۱۱/اگست ۱۹۶۰ء کو کابینہ کا تین روزہ اجلاس منعقد ہوا اور دستور سازی کے مراحل یہاں طے کئے گئے۔ ایک ہفتہ کے بعد مورخہ ۱۸/اگست ۱۹۶۰ء کو تنظیم کے جنرل سکریٹری علامہ حامد علی فاروقی کے حکم سے یہ دستور شائع کر دیا گیا۔

آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کا دستور اساسی

مسلم متحدہ محاذ کا دستور انتہائی جامع اور ہندوستانی مسلمانوں کے جملہ معاملات کو محیط ہے اس کے مطالعہ سے علمائے اہل سنت کے جذبات، ان کے اعلیٰ مقاصد اور ان کے سیاسی تدبر کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ دستور اساسی مختلف عنوانات مثلاً مبادیات، اغراض ومقاصد، قواعد وضوابط، نصب مجلس، مالیات، آل انڈیا جنرل کونسل کے اختیارات و فرائض، مرکزی کابینہ کے اختیارات وفرائض، صدر کے اختیارات وفرائض، جنرل سکریٹی کے فرائض واختیارات، خازن کے فرائض اور متفرقات کے تحت ۵۵/دفعات ۱۰/صفحات پر مشتمل ہیں۔ ملاحظہ کریں اس سلسلہ میں مسلم متحدہ محاذ کے اغراض ومقاصد

☆ بھارت کے کل مسلمانوں کی مستحکم تنظیم کرنا

☆ آزاد ہندوستان کی تعمیر وترقی، معاشی خوش حالی اور مختلف فرقوں کے درمیان

امن وامان کے قیام کی مؤثر جدوجہد کرنا

☆ دستور ہند کی روشنی میں مسلمانوں کی مذہبی، اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی اور لسانی حقوق کی نگہداشت اوران کے حصول کی کوشش کرنا

☆ مسجدوں، خانقاہوں، درگاہوں وغیرہ کی حفاظت کرنا اور انہیں ناجائز تصرف سے نکال کر جائز حقداروں کی طرف منتقل کرنا۔

☆ دستور ہند کی اسپرٹ میں ملک سے فرقہ پرستی کے خطرناک رجحانات کا خاتمہ کرنا اور جمہوری سطح پر اقلیت واکثریت کے درمیان اعتماد کی فضا بحال کرنا

☆ انڈین یونین کے آئین کے تحت دستور ہند میں مسلمانوں کے دئے ہوئے شہری حقوق کے حصول وتحفظ کے لئے بلیغ کوشش کرنا

☆ مسلمان بھارت کی سب سے بڑی اقلیت ہیں، اس حیثیت سے دوسری اقلیتوں کے حقوق ومفاد سے دلچسپی لینا اور بوقت ضرورت اپنا جماعتی امتیاز باقی رکھتے ہوئے ان کا اشتراک وتعاون کرنا۔

☆ پیغمبر اسلام ﷺ اور پیشوایان مذہب کے ناموس کے خلاف زبان وقلم کی آزادی سلب کرانا اور اس سلسلہ کے ہر مردم آزار گستاخ کو آئین کی روشنی میں کیفر کردار تک پہنچانا۔

☆ دینی تعلیم کے فروغ اور اخلاقی وسماجی اصلاح کے لئے مساجد ومدارس کی تنظیم وتوسیع کرنا اور سرکاری اسکولوں کے نصاب کو اسلام اور مشاہیر اسلام کے خلاف ذہن کی غلط اسپرٹ سے محفوظ کرانا۔

☆ دستور ہند کی روشنی میں تسلیم شدہ زبانوں کے دوش بدوش اردو زبان کا جائز حق

دلانے کے لئے مؤثر ذرائع اختیار کرنا۔

اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان مقاصد میں کتنی جامعیت ہے اور کتنے بلند عزائم لے کرا کابر علمائے اہل سنت میدان عمل میں اترے تھے۔ اس تنظیم کی ساڑھے تین سالہ کارکردگی کا تفصیلی جائزہ بنام ''آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کی شاندار خدمات'' ہمارے سامنے ہے جسے تنظیم کے سکریٹری نشریات علامہ ارشد القادری نے ترتیب دیا ہے، اس رپورٹ کو دیکھ کر اپنے اکابر علماء کی مجاہدانہ کارکردگی، ایثار پسندانہ عمل اور مخلصانہ جدوجہد کی تصویر نگاہوں میں پھرنے لگتی ہے اور آنکھیں فرط جذبات میں بھیگ جاتی ہیں۔۔ اے کاش ہمارے موجودہ اکابر بھی اپنے اسلاف کے کارناموں کی نظیر بن جائیں تا کہ ہمارے تابناک ماضی سے روشن مستقبل کا رشتہ استوار ہو جائے۔ ذیل میں ''مسلم متحدہ محاذ'' کی ساڑھے تین سالہ زریں خدمات کی ایک جھلک ملاحظہ کریں شاید آپ کے اندر بھی وہ ''جذبہ جنوں'' بیدار ہو جائے جس جذبہ نے ہمارے اسلاف کے آگے وقت کی طنابیں سمیٹ دی تھیں ۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

☆ رائے پور میں پہلی کانفرنس، جس میں ہر علاقہ سے آئے مسلمانوں کی تکالیف کا جائزہ ۲۶/اکتوبر ۱۹۶۰ء ص ۶

☆ صدر کانگریس کو ''مسلم متحدہ محاذ کا پہلا میمورنڈم ص ۶

☆ محاذ کی کوشش سے اسکولوں میں اردو کی شمولیت اور قبرستانوں کی حفاظت ص ۶

☆ اجمیر قدس میں محاذ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ص ۶

☆ اس اجلاس کی رپورٹ وزیر اعظم اور ہر صوبائی ذمہ دار کو بھیجی گئی ص ۷

☆ مسلم متحدہ محاذ کے صدر سید شاہ اسرار الحق صاحب الجمیعہ کی شرارت پر فوجداری مقدمہ کے تحت جیل ص ۸

☆ جبل پور ہندو مسلم فساد میں محاذ کی ناقابل فراموش کارکردگی ص ۸

☆ جیل سے رہا ہوتے ہی صدر کانگریس کا مدھیہ پردیش کے فساد زدہ علاقہ کا دورہ ص ۸

☆ جبلپور فساد کی مفصل رپورٹ محاذ کے سکریٹری کے ذریعہ ناگپور سے اشاعت اور حکومت راجستھان کے ذریعہ ضبطی۔ ص ۹

☆ محاذ کے وفد کی گورنر، چیف منسٹر مدھیہ پردیش، صدر کانگریس، جنرل سکریٹری کانگریس مدھیہ پردیش اور وزیر اعظم سے ملاقات اور مسلمانان جبل پور وساگر کے دوبارہ بسانے کا مطالبہ ص ۹

☆ محاذ کی کوشش سے فساد زدہ افراد کے لئے سرکاری اور غیر سرکاری افراد کا تعاون (کل گیارہ لاکھ کی آمد) ص ۹

باہمی چندہ کی رقم	دو لاکھ چھتیس ہزار
وزیر اعظم ہند	پانچ لاکھ
صدر کانگریس مدھیہ پردیس	دو لاکھ
وزیر اعلیٰ مدھیہ پردیش	دو لاکھ

☆ حضرت برہان ملت کے صاحب زادے مولانا محمود کی صدارت میں ''سنٹرل ریلیف کمیٹی'' کا قیام اور باز آباد کاری کا کام ص ۱۰

☆ دہلی میں ۸/۹ر دسمبر ۱۹۶۱ کو آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے زیر اہتمام ''کل ہند سنی اوقاف کانفرنس'' ص ۱۰

☆ محاذ کے تعاون کے لئے سرکار مفتی اعظم ہند کا اعلان ص ۱۱

☆ علامہ مظفر حسین کچھوچھوی، علامہ مشتاق نظامی، علامہ سید اسرار الحق کا کانفرنس کے تعاون کے لئے ملکی دورہ ص ۱۱

☆ علامہ ارشد القادری مفتی غلام محمد خاں ناگپوری اور مولانا امداد صابری دہلی میں دفتری کاموں پر مامور ص ۱۱

☆ کانفرنس کا خطبہ استقبالیہ بزبان مولانا امداد صابری، جس میں ''جمعیہ'' کی ریشہ دوانیوں کا تفصیلی تذکرہ ص ۱۱

● جمعیہ کے تحت اوقاف کی بے حرمتی کا تذکرہ ص ۱۱

☆ محاذ نے ۵۰۰۰ر خرچ کر کے اس قبرستان، درگاہ اور مسجدوں کی تصویریں لیں جن پر ''جمیعۃ العلماء'' والوں نے پاخانہ، مندر اور ہوٹل بنوادئے تھے۔ ص ۱۲

☆ کل ہند سنی کانفرنس ۷/۸/۹/۱۹۶۱ء کی پرچم کشائی مفسر اعظم ہند کے دست مبارک سے، ص ۱۳

☆ کانفرنس میں علامہ ابوالوفا فصیحی غازی پوری، علامہ مشتاق احمد نظامی، علامہ ارشد القادری، مولانا سید مظہر ربانی، علامہ مظفر حسین کچھوچھوی، علامہ سید شاہ اسرار الحق، مولانا حبیب الرحمن رضوی اڑیسہ اور مفتی رفاقت حسین صاحب علیہم الرحمہ کی تقاریر۔ ص ۱۳

☆ کانفرنس میمورنڈم لے کر وزیر اعظم سے پارلیامنٹ کے دفتر میں ملاقات اور

اوقاف کے حوالہ سے مطالبات ص ۱۴

☆ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۱ء کو ہوم منسٹر سے اس کے بنگلہ پر ملاقات ص ۱۴

☆ ۲۹ر دسمبر ۱۹۶۱ء میں کلکتہ میں مسلم متحدہ محاذ کی کانفرنس اور اوقاف کے تعلق سے مطالبات ص ۱۴

☆ جنوری ۱۹۶۲ء میں غازی پور میں محاذ کا اجلاس، اوقاف اور دیگر ملی معاملات پر تجاویز اور میمورنڈم ص ۱۴/۱۵

☆ فروری ۱۹۶۲ء میں رتلام میں اجلاس، اوقاف اور دیگر ملی معاملات پر تجاویز اور میمورنڈم ص ۱۵

☆ مارچ ۱۹۶۲ء آل برار سنی کانفرنس، اوقاف اور دیگر ملی معاملات پر تجاویز اور میمورنڈم، مفتی اعظم ہند کی شرکت ص ۱۵

☆ پارلیامنٹ میں مسلم متحدہ محاذ کے رکن کو بھیجنے کے لئے الیکشن میں حصہ ص ۱۶

☆ ۱۵ر ہزار ووٹوں سے کامیابی ص ۱۶

☆ ملازمتوں، اسمبلیوں اور پارلیامنٹ میں مسلم سیٹیں مخصوص کرنے کا مطالبہ ص ۱۷

☆ چین و ہند جنگ میں اپنے ملک ہندوستان کی حمایت میں ملک بھر میں اجلاس ص ۱۸

☆ چین کے خلاف ملک کی حمایت میں اجمیر میں محاذ کا اجلاس اور حکومت کو امداد کا وعدہ ص ۱۸

☆ مئی ۱۹۶۳ء میں امراؤتی صوبہ برار میں ''آل برار سنی کانفرنس، اوقاف اور دیگر ملی معاملات پر تجاویز اور میمورنڈم ص ۱۹

☆ مہاراشٹر میں ''انسداد کثرت ازدواج'' کے خلاف محاذ کا اجلاس،

☆ اس سلسلہ میں ۵رجون ۱۹۶۳ء کو ''آل مہاراشٹر مسلم متحدہ محاذ کانفرنس کا انعقاد، علماء کی شرکت، ۷۰ر کا مجمع، وزیر قانون کا اراکین محاذ سے ملنے کی خواہش اور اس بل کو مسترد کردینے کا اعلان ص ۲۱/۲۲

☆ شریعت کہ جہالت'' نامی کتاب کے خلاف محاذ کا تاریخ ساز کارنامہ ''جیل بھرو تحریک'' ۹۰ ہزار مسلمانوں کا اجتماع ص ۲۴/۲۵/۲۶/۲۷۔

قارئین مسلم متحدہ محاذ کی ساڑھے تین سالہ کارکردگی کے مطالعہ سے علمائے اہل سنت کی سیاسی بصیرت ان کی مخلصانہ جدجہد اور ایثار پسندانہ عمل کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ یہاں یہ کہے بغیر بات مکمل ہو ہی نہیں سکتی کہ ان تمام کارناموں میں آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے جنرل سکریٹری کی قربانیاں، ان کے سیاسی تدبر اور ان کی شخصی عظمت کا بڑا دخل ہے وہ اپنے مرشد مجاز اعلیٰ حضرت کے فیض تربیت اور اساتذہ کی نگاہ کرم نواز سے ایسا نکھر کر میدان کارزار میں اترے تھے کہ جس محاذ پر وہ اترے کامیابیوں نے ان کے قدم چومے اور وہ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے اب زمانہ لاکھ انہیں فراموش کرنا چاہے ان کے کارنامے ہمیشہ انہیں زندہ رکھیں گے کہ بقول رمز عظیم آبادی۔

آنے والی نسلیں ہم کو بھول سکیں ناممکن ہے
نقش قدم کے مٹتے مٹتے راہ گذر بن جائیں گے

☆☆☆

محسن ملت بحیثیت مجاہد آزادی

مولانا ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم صاحب مصباحی،
صدر شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ ہمدرد نئی دہلی

انگریزوں کے ظلم واستبداد کے پنجے سے اس ملک عزیز کو آزاد کرنے میں یوں تو ہندوستان کے تمام لوگوں نے جی توڑ کوششیں کیں لیکن ان میں علمائے دین کا رول انتہائی اہم رہا۔ اُن علماء میں بھی وہ حضرات جن کا اہل سنت وجماعت سے خاص تعلق تھا آزادی کی مہم میں پیش پیش تھے۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جن کے ہاتھوں میں قلم تھا ان کا تعلق اہل سنت وجماعت سے نہیں تھا اس لئے علمائے اہل سنت کی کوششوں کو منوں مٹی کے نیچے دبا دیا اور جنگ آزادی کے وہ لوگ ہیرو بن بیٹھے جنہوں نے اس جنگ آزادی کی کھل کر مخالفت کی تھی۔ ادھر ماضی قریب میں استاد گرامی حضرت مولانا یسین اختر مصباحی کے نوک قلم سے ''انگریز نوازی کی حقیقت'' کے نام سے ایک کتاب منظر عام پر آئی ہے جس سے بہت سارے حقائق سامنے آئے ہیں مگر اس حقیقت پر جو تہہ بتہہ گرد جم چکی ہے اسے ہٹانے کے لئے مزید تحقیق کی ضرورت ہے خدا کرے نئی نسل کے نوجوان قلم کار اس طرف متوجہ ہوں۔

یہ ہماری تاریخ رہی ہے کہ ہم نے علمی، دینی، ملی، سماجی اور سیاسی کسی مسئلہ میں

شاید ہی کبھی پہل کی ہو جب کوئی کام کرنے والا کام کر کے گزر جاتا ہے تو پھر ہمیں ہوش
آتا ہے کہ یہ کیا ہو گیا پھر ہم اس کی دفاع میں اپنی ساری توانائی صرف کر دیتے ہیں،
اور برسوں اسی میں الجھے رہتے ہیں۔ اس طرح کی ہمیں اپنی سوچ بدلنی ہوگی، زمانے
کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا ہم اب بھی سنجیدہ نہیں ہوئے تو جس طرح ہمارے
معاندین ہمیں ابھی تک ملک وملت کے سامنے ایک مجرم کی طرح ہمیں پیش کرتے رہے
ہیں، پیش کرتے رہیں گے اور ہم ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ سوچ
میں تبدیلی لائی جائے مجھے خوشی ہے کہ اہل سنت وجماعت کی نئی نسل اس طرف متوجہ
ہوئی ہے اور انہوں نے اپنے اسلاف اور آباء واجداد کے کارناموں کو نہ صرف محفوظ
کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے بلکہ اسے اہل علم ودانش کے مطالعہ کی میز تک پہنچانے کا بھی
خوشگوار فریضہ انجام دیا ہے۔ اس طرح کی کئی ایک کوششیں ماضی قریب میں کی گئیں جس
کی ارباب علم ودانش نے نہ صرف ستائش کی بلکہ ان حضرات کے علمی ودینی کارناموں
کو نئی نسل نے اپنے لئے مشعل راہ بنایا۔ مجھے امید ہے کہ مولانا اکبر علی فاروقی اور ان
کے رفیق کار مولانا محمد قمر الزماں مصباحی کی یہ کوشش بھی جو محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی
کی حیات، علمی ودینی اور ملی وسماجی کارناموں پر مشتمل ''معارف محسن ملت'' کی شکل
میں پیش کی جارہی ہے بارآور ہوگی اور ہماری نئی نسل اسے بھرپور استفادہ کرے گی۔

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی کی دینی وملی خدمات کا سفر طویل ہے،
ان کے کارنامے ان کے آبائی وطن چنداپا پھولپور ضلع الہ آباد سے صوبہ چھتیس گڑھ رائے
پور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی تمام خدمات کا جائزہ لینے کے لئے وقت اور صلاحیت
دونوں درکار ہے مگر راقم السطور دونوں چیزوں سے عاری ہے۔

محسن ملت نے جس توانائی کے ساتھ جنگ آزادی میں حصہ لیا اسکی طرف اشارہ

''حضرت محسن ملت'' کے مرتب نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

''جب سات سمندر پار سے آئے ہوئے تن کے گورے مگر من کے کالے انگریزوں
نے ہماری مقدس دھرتی کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کا ناپاک منصوبہ بنایا جسے ناکام
بنانے کے لئے بنگال سے سراج الدولہ دکن سے شیر میسور ٹیپو سلطان اور دہلی سے مغلیہ
تاجدار کے آخری چراغ بہادر شاہ ظفر نے حکومت وزندگی داؤ پر لگادی۔ وقتی طور پر کچھ
غداروں کی وجہ سے انگریز کامیاب تو ضرور ہو گئے مگر جلد ہی ان مجاہدین آزادی کا خون
رنگ لایا اور پورا ہندوستان انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر حضرت محسن
ملت نے جو کردار ادا کیا اور جیل کی تاریک کوٹھریوں میں بیٹھ کر عشق وایمان کی توانائی
کے ساتھ آزادئ ہند کا جو منصوبہ تیار کیا وہ تاریخ کا بہترین کردار ہے جس پر آنے والا
مورخ ہمیشہ عقیدت ومحبت کے موتی نچھاور کرے گا''

محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی، مناظر اعظم ہند شیر بیشۂ سنت حضرت مولانا
حشمت علی خاں قادری رضوی علیہ الرحمہ کے رفیق درس اور مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت
امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ کے خرمن علم وادب کے خوشہ چین تھے۔ ان حضرات
کی رفاقت نے انہیں علم وادب اور فضل وکمال کی اس بلندی پر پہنچا دیا تھا جس کا بآسانی
اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ایسی شخصیت جو علمی، دینی، سیاسی اور سماجی ہر اعتبار سے مرکز
توجہ ہو کیا اہمیت کی حامل نہیں، انہوں نے اپنی دینی وملی خدمات کے قطع نظر جنگ آزادی
کے تعلق سے جو اہم کارنامے انجام دئے ہیں ان کی نیک نامی اور عزت وناموس کی
سربلندی کے لئے کافی ہیں۔

جنگ آزادی کے تعلق سے متعدد حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ

۱۸۵۷ء کے غدر میں علمائے دین کا اہم کارنامہ رہا ہے جس کا اعتراف بیشتر مصنفین نے کیا ہے۔ باغی ہندوستان کے مصنف عبدالشاہد خان شروانی لکھتے ہیں۔

''مولانا فضل امام خیرآبادی صدر الصدور دہلی، مفتی صدر الدین آزردہ، مفتی عنایت احمد کاکوروی منصف صدر امین کول و بریلی، مولانا فضل رسول بدایونی سررشتہ دار کلکٹری صدر دفتر سہسوان، مفتی انعام اللہ کوپامئوی قاضی دہلی وسرکاری وکیل الہ آباد، مولانا محمد مفتی لطف اللہ علی گڑھی سررشتہ دار امین بریلی، علامہ فضل حق خیرآبادی سررشتہ دار ریزڈنسی دہلی وصدر الصدور لکھنو حضور تحصیل اودھ مولوی غلام قادر کوپامئوی ناظر رشتہ دار عدالت دیوان وتحصیل دار گوڑگاؤں، مولوی قاضی فیض اللہ کشمیری سررشتہ دار وصدر الصدور دہلی یہ سب اپنے وقت کے بینظیر وعدیم المثال اکابر علماء تھے حکومت کی باگ ڈور انہی کے ہاتھوں میں تھی مسلمانوں کی سلطنت کی بربادی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی موقعہ کا انتظار تھا ۱۸۵۷ء کا وقت آیا تو سب میں پیش پیش یہی حضرات تھے والیان ریاست وارا کین دولت میں ناقوس حریت پھونکنے والے یہی تھے۔ عوام کو ابھارنا اور فتوی جہاد جاری کرنا انہی کا کام تھا اور انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد سب سے زیادہ مصائب اٹھانے والے اور آتش حریت میں جلنے والے یہ شمع شبستان آزادی کے پروانے تھے'' (۲)

ان حضرات علماء کرام کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے دلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہوگئی مسلمان اپنی عادات قبیحہ سے باز نہ آئے غداری کر بیٹھے اور ۱۸۵۷ کی جنگ شکست میں تبدیل ہوگئی۔ سن ستاون کے ہیرو علامہ فضل حق خیرآبادی کو ۳۰/ جنوری ۱۸۵۹ء کو گرفتار کر کے لکھنؤ روانہ کیا گیا، مقدمہ چلا آپ نے برسر اجلاس اعتراف کیا کہ جس نے انگریزوں کے خلاف فتوی جہاد جاری کیا تھا میں وہی فضل حق ہوں۔ ۲۲/ فروری

کو مقدمہ پیش ہوا ۲۸/ فروری کو فرد جرم عائد کی گئی اس حق بیانی کے نتیجے میں انہیں جیل میں ڈالا گیا ہے، کالے پانی کی سزا دی گئی ۴/ مارچ ۱۸۵۹ء کو حبس دوام بعبور دریائے شور اور تمام جائیداد کی ضبطی کا فیصلہ سنایا گیا۔ رئیس احمد جعفری ندوی لکھتے ہیں مولانا کو یہ سزا دراصل فتوی جہاد کی بنا پر ہی ہوئی تھی۔

''مولانا فضل حق خیرآبادی علمی قابلیت میں نظیر نہیں رکھتے تھے ان کو فتوی جہاد کے پاداش اور جرم بغاوت میں انڈمان بھیج دیا گیا وہاں بڑی ذلیل خدمتیں ان کے سپرد ہوئیں آخر وہ ان مصائب کو برداشت نہ کر سکے اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

(۳) اسی ایام غدر میں علمائے ہندوستان کے سامنے ہندوستان کی شرعی حیثیت کا مسئلہ بھی سامنے آیا وہ علماء جنہیں انگریزوں کی سرپرستی حاصل تھی اور ان کے منصوبے کے مطابق اپنی سرگرمیاں چلا رہے تھے ان میں بعض ہندوستان کو دار الحرب کہتے تھے اور مسلمان کو مستامن اس لئے انگریزوں سے جہاد کرنے پر راضی نہیں تھے اور جو ہندوستان کو دار الاسلام سمجھتے تھے وہ جہاد کے عدم جواز کے فتوے دیتے تھے لیکن جب یہ مسئلہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے پاس پہنچا تو انہوں نے ہندوستان میں شعائر اسلام کو پامال ہوتے دیکھ کر ہندوستان کے دار الحرب ہونے کو ترجیح دی (۴) تمام علمائے اہل سنت نے اس معاملہ میں ان کی اتباع کی اور اس فتوی کو حق اور درست قرار دیا۔

مولانا اختر مصباحی لکھتے ہیں۔

اپنے وقت میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے برطانوی سامراج کے پنجہ استبداد میں پھڑ پھڑاتے اور شعائر اسلام کو پامال ہوتے دیکھ کر ہندوستان کے دار الحرب ہونے کو ترجیح دی اور علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) نے ۱۸۵۷ء میں برطانوی

سامراج اور غاصب وقابض انگریزوں کے خلاف جامع مسجد دہلی میں تقریر کی اور فتویٰ جہاد دیا جس پر اس وقت کے مشہور علماء کی تصدیقات ہیں۔ ۱۸۵۷ میں انگریزوں کے خلاف جہاد کے لئے اس وقت کے علماء نے دو فتاوے اس کے علاوہ بھی جاری کئے ایک فتویٰ پر مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی (۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء) کی بھی دستخط ہے"(۵)

اور جو انگریز نواز علماء تھے انہوں نے اس فتویٰ جہاد کی مخالفت کی۔ غیر مقلدین علماء فتویٰ جہاد اور ہندوستان کو دارالحرب ماننے کے خلاف تھے۔ انہوں نے مجاہدین کو مفسدہ، باغی اور بدکردار جیسے الفاظ سے یاد کیا۔ مولانا حسین بٹالوی ۱۸۵۷ء کے غدر میں شریک مسلمانوں کو باغی و بدکردار ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مفسدہ ۱۸۵۷ء جو مسلمان شریک ہوئے وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن وہ مفسدہ باغی و بدکردار تھے۔ اکثر ان میں عوام کالانعام تھے بعض جو خواص علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم و دین سے بے بہرہ یا نافہم و بے سمجھ، باخبر سمجھدار علماء اس میں ہرگز شریک نہ ہوئے اور نہ ہی اس پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مفسدہ لئے پھرتے تھے انہوں نے خوشی سے دستخط کئے۔

یہی وجہ تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی جو حدیث وقرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن وعہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے اور نہ ہی اس ملک کی ریاستوں سے لڑے اس ملک سے باہر ہو کر قوم سکھوں (جو مسلمانوں میں دست درازی کرتے تھے کسی کو اونچی آواز میں اذان نہیں کہنے دیتے تھے) سے لڑے۔ (۶)

ہندوستان کے جن علماء نے جنگ آزادی کی مخالفت کی ان میں اسماعیل دہلوی

اور سید احمد رائے بریلوی کا کلیدی کردار رہا ہے۔ ایک مرتبہ وہ کلکتہ میں وعظ فرما رہے تھے اثنائے وعظ میں کسی نے ان سے دریافت کیا کہ آپ انگریزوں سے جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے وہ بھی تو ظالم اور کافر ہیں تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا ہم انگریزوں کی رعایا ہیں ہمارے مذہب کی رو سے ہم پر یہ فرض ہے کہ انگریزوں سے جہاد کرنے میں ہم بھی شریک نہ ہوں (۷)

ان حضرات کے علاوہ اور کچھ مولوی صاحبان تھے جو انگریزوں کی نہ صرف صلہ و ستائش کے مستحق تھے بلکہ ان سے داد و ہش بھی لیتے تھے رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں۔

مولوی نذیر احمد صاحب اور مولوی عبدالرب صاحب اور مولوی حفیظ اللہ خاں صاحب نے غدر میں ایک دو میموں اور بچوں کو اپنے گھر میں چھپالیا تھا اس صلے میں انگریزوں نے ان کو انعام دیا تھا اور ان کی خیر خواہی کی قدر کی تھی۔ (۸)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی انگریزوں کے شرائع اسلام کی پامالی کو دیکھ کر فتویٰ جہاد صادر فرمائیں اور شاہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کو یہ سب کچھ نظر نہ آئے اور بابانگ دہل اس کا اعلان کریں کہ انگریزوں کی حکومت میں مسلمانوں کو کوئی پریشانی نہیں کس قدر دیانت کا خون ہے یہی وجہ ہے کہ انگریزوں کے دور حکومت میں جب ملت اسلامیہ زوال پذیر ہو رہی تھی تو علمائے دیوبند اور علمائے غیر مقلدین کو جاہ ومنصب سے سرفراز کیا جاتا رہا اس دور کے محققین کی نگاہ ہیں ادھر کیوں نہیں جاتیں یہ نظریہ تحقیق باعث تشویش اور معنی خیز ہیں۔

یہ وہ ناقابل تردید حقیقت ہے جس پر برسوں سے گرد و غبار کی دبیز چادر ڈالی جا ہے اور مسلمانان ہند کو اصل واقعہ سے بے خبر رکھا جا رہا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ان

کے ہاتھ میں قلم تھا اس لئے جو جنگ آزادی کے مخالفین تھے انہیں کے سر جنگ آزادی کا سہرا باندھا گیا اور جنہوں نے انگریزوں سے بغاوت کی اور غدر میں اپنا سب کچھ لٹا دیا آج ہماری نئی نسل ان کے مجاہدانہ کارناموں سے نابلد ہے۔ آج ضرورت ہے کہ اپنے اِن تمام مجاہدین کو یاد کیا جائے جنہوں نے اس وطن عزیز کو سرفروشانہ جذبہ کے ساتھ انگریزوں کے ظلم واستبداد کے پنجہ سے آزاد کرایا۔ صاحب تذکرہ محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا سرا بھی اسی اٹھارہ سوستاون کے ہیرو سے ملتا ہے جنہیں باغی ہندوستان مولانا فضل حق خیرآبادی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ محسن ملت کو فکری اور نظریاتی طور پر ان سے ہم آہنگی تھی۔ علمائے بریلی سلسلہ درس وتدریس کی اسی کڑی سے مربوط تھے جس کا سلسلہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی پر منتہی ہوتا ہے۔ گویا محسن ملت نے علم وحکمت کے اسی سرچشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کیا تھا جو دراصل اس فکری دھارے سے مربوط تھا جس کی آخری کڑی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے واسطے سے باب العلم اور پھر شہر علم پر منتہی ہوتی تھی۔ اسی لئے انہوں نے زندگی کی آخری سانس تک نہ تو نام نہاد علماء کی طرح اپنے دین وایمان کا سودا کیا اور نہ باطل طاقتوں کے سامنے اپنی قیمتی پیشانی خم کی۔ جب تک وہ لباس ہستی میں رہے برملا اعتراف حقیقت کرتے رہے اور اعلان حق فرماتے رہے۔ یہی ان کا شیوہ اور طرز عمل زندگی کی آخری سانس تک برقرار رہا۔

محسن ملت عین جوانی کے عالم میں تحصیل علم دین سے فراغت کے بعد اشاعت دین حق کے لئے اکلترا (بلاسپور) ہوتے ہوئے جب رائے پور آئے تو وہ وہی دور تھا جب پورے ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف نفرت وعداوت کی لہر رہی تھی رائے

پور کے لوگ بھی دوسرے برادران وطن کی طرح انگریزوں کو ملک بدر کرنے کی جدوجہد میں تھے انگریزوں کے کرار وعمل سے آپ حد درجہ متنفر تھے آپ نے چھتیس گڑھ کے لوگوں کو جمع کر کے آزادی کی لڑائی کے لئے ایک ٹھوس منصوبہ تیار کیا اور پھر شہر شہر، دیہات دیہات گھوم کر انگریزوں کے خلاف نوجوانوں کی فوج تیار کی جس میں ہندو مسلم سکھ سبھی قوم اور مذہب کے لوگ شامل تھے۔ چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کی طرف سے بھارت چھوڑو اندولن کی قیادت سنبھالتے ہی انگریز حکام کے قدم ڈگمگا گئے اس اندولن کو موثر بنانے کے لئے آپ نے بلاسپور، شہڈول، ریوا، بستر، منڈلہ اور دوسرے اہم مقامات کا سفر اور وہاں کے نوجوانوں کو اِس اندولن میں شرکت کی دعوت دی۔ آپ کے مجاہدانہ سرگرمیوں سے خوف کرتے ہوئے آپ کو انگریزوں نے ۱۹۲۲ء کو رائے پور سینٹرل جیل میں ڈالدیا۔ روزنامہ بھاسکر لکھتا ہے (وہ محسن ملت) ۱۹۲۱ء میں اکلترا تشریف لائے اس وقت برٹش حکومت کے خلاف حصہ لیا جس کے لئے آپ کو ۱۹۲۲ء میں جیل کا سفر بھی کرنا پڑا اس سفر کی وجہ سے ہی آپ مجاہد آزادی کی شکل میں پہچانے جاتے ہیں جیل کے سفر میں چھتیس گڑھ کے مسلمان باشندوں سے آپ کے گہرے تعلقات ہو گئے تھے اور ۱۹۲۴ میں مدرسہ اصلاح المسلمین کی بنیاد رکھی'' (۹)

پروفیسر مجید اللہ قادری نے تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت'' کے نام سے اعلیٰ حضرت کے تمام خلفاء کا تذکرہ یکجا کیا ہے اس تذکرے میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی کا تذکرہ بھی نمایاں لفظوں میں ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''آپ (مولانا حامد علی فاروقی) سیاسی امور میں دلچسپی لیتے تھے۔ اس لئے متعدد بار قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں ۱۹۲۲ء میں بغاوت کے الزام میں آپ کو

گرفتار کیا گیا اور دو سال کے بعد رہائی نصیب ہوئی۔'' (۱۰)

ہنگامہ غدر میں جب کہ نام نہاد سستے داموں میں انگریزوں کے ہاتھوں اپنے دین وایمان کا سودا کر رہے تھے آپ اچھے داموں میں بک رہے تھے مگر جس نے رحمۃ للعالمین ﷺ کی عزت وناموس پر وقف کر کے اپنے آپ کو انمول کرلیا ہو اس کا سودا کون کرسکتا ہے؟ آپ نے لومۃ لائم کی پروا کئے بغیر سرفروشانہ جذبہ کے ساتھ آزادی کی مہم میں دوسرے علمائے اہل سنت کی طرح حصہ لیا۔ اسی دوران آپ نے مسلم لیگ کے ایک عظیم الشان جلسے میں شرکت کی اور جب آپ کو خطاب کا موقع ملا تو آپ نے ایسی جوشیلی تقریر فرمائی کہ انگریزوں کے خلاف پورا علاقہ آتش بغاوت سے سلگنے لگا جس کے نتیجے میں آپ کو ۱۲/ جون ۱۹۲۲ء کو دفعہ ۱۴۴۔اے کے تحت جیل کی تاریک کوٹھری میں ڈال دیا گیا مگر آپ وہاں بھی شمع ایمان بن کر ضوفشانی کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیکڑوں غیر مسلموں نے معاصی سے توبہ کی اور آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا جن میں متعدد انگریز بھی تھے (۱۱)

جس وقت عدالت میں آپ کو پیش کیا گیا اور آپ سے یہ کہا گیا کہ آپ معافی مانگ لیں تا کہ آپ کو رہا کر دیا جائے گا تو آپ نے جب جج کے سامنے گرج کر فرمایا:

مجھ پر الزام ہے مذہب کی طرف داری کا
دیکھئے کون سا قانون سزا دیتا ہے مجھے

آپ کے اس طرز گفتگو سے کورٹ کے عملے کا بدن کانپ رہا تھا اس دوران کچھ مخلصین بیچ میں پڑ کر صلح وصفائی کی کوشش کی مگر اس بات کی جب آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے پھر گرجدار لہجے میں فرمایا مجھ پر جو انگریزوں کی بغاوت کا الزام ہے وہ بالکل درست

ہے یہ حکومت غاصب ہے اسلام کی، ملک وملت کی اور دیش کی۔ انہوں نے اپنے اسلاف کی اس روش کو پوری طرح زندہ وتابندہ رکھا جس میں شیر دکن ٹیپو سلطان نے میدان جہاد سے گرجتے ہوئے فرمایا تھا شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سوسالہ زندگی سے بہتر ہے۔

اور شیر خدا باغی ہندوستان علامہ فضل حق خیر آبادی کو برسر اجلاس بچانے کی جب گواہ جھوٹی قسمیں کھانے لگے تو آپ نے بھی انجام سے بے پروا اور قید وبند کی صعوبتوں سے نڈر ہو کر یہی فرمایا:

''یہ فتویٰ صحیح ہے میرا ہی لکھا ہوا ہے اور اس وقت بھی میری یہی رائے ہے۔''

محسن ملت نے برسر اجلاس اپنے اسلاف کے نقش قدم کی پوری طرح پیروی کی اور برسر اجلاس نڈر اور بیباک ہو کر وہی فرمایا جو حق اور سچ تھا۔ اس حق گوئی اور راست بازی کا نتیجہ کیا ہوسکتا تھا اس کی خبر سب کو تھی۔ اس راست گوئی کے نتیجے میں اکابر علمائے اہل سنت کی طرح آپ کو بھی جیل کی کالی کوٹھری میں ڈال دیا گیا، کوڑے برسائے گئے، طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ مگر اس ظلم واستبداد کے باوجود آپ کی مومنانہ روش میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا جس کے سبب جیل کے مسلم قیدی آپ کی ذات سے اپنے اندر ایمانی توانائی محسوس کرنے لگے اور بعض انگریز تو آپ کی صبح وشام کے معمولات اور مومنانہ کردار کو دیکھ کر آپ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ محسن ملت ایک تعارف کے مؤلف آپ کی ایمانی توانائی کے تعلق سے ایک واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ایک دفعہ کوئی انگریز افسر جو اکلترا میں رنجر ہو کر آیا تھا انگریز بہادر کی حکومت تھی بڑے بڑے تخت وتاج والے جن کے ظلم واستبداد سے لرز رہے تھے پورا ہندوستان ان

کی سازشی جال میں پھنس کر رہ گیا تھا دن کا اجالا ہو یا رات کا اندھیرا ہر جگہ قوم مسلم کی عزت وآبرو کے لئے عیسائیت کی صلیب لٹکی ہوئی تھی حکام وقت مظلومین کی بے گور کفن لاشوں پر اپنی بالا دستی کا جھنڈا گاڑ کر جشن فتح منا رہے تھے، ہر جگہ ظلم وستم کا اہرمن قہقہہ بلند کر رہا تھا، صاحب بہادر کے خلاف سوچنا موت کو دعوت دینے سے کم نہ تھا۔

ایک دن آپ کو معلوم ہوا کہ وہی رنجر کاغذ میں لکھے آیات قرآنی پر اپنے کتے کو کھلا رہا ہے، جسے دیکھ کر مسلمانوں کا دل دہل گیا، آنکھوں میں خون اتر آیا مگر اس کے سامنے بولنے اور اس غلط کام پر اسے ٹوکنے کی جرأت کس میں تھی آپ کو جیسے ہی پتا چلا آپ وہاں پہنچے اور فوراً اس کے کمرے میں گھس گئے بلند آواز سے ڈانٹا مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ حکومت کے نشے میں سرشار آتشی نگاہوں سے بغور آپ کو دیکھتا رہا آپ سے برداشت نہ ہوسکا آپ نے اس کا گریبان تھام لیا اور صورت حال اتنی نازک ہوگئی کہ یہ حادثہ سن کر پورا گاؤں امنڈ پڑا پولس افسران بھی جمع ہوگئے اس وقت اکلترا میں ٹھاکر رام پیشپال سنگھ کا مانا ہوا معروف ومشہور خاندان تھا چھیدی لال بیرسٹر اسی خاندان کے ایک ہونہار اور ملک پرست فرد تھے۔ ان کی پورے علاقے میں زبردست دھاک تھی انہوں نے اس معاملہ میں مداخلت کی اور پولس والوں کو محسن ملت کی عظمت سے واقف کرایا بالآخر انگریز بہادر کو محسن ملت کے سامنے جھکنا پڑا اور اس نے کھلے عام معافی مانگی اور مسلمانوں کے جذبات سے کھلواڑ نہ کرنے کا عہد کیا۔

علمائے کرام کی شبانہ روز مساعی کے سبب باشندگان ہند کو جنگ آزادی کی لڑائی میں کامیابی ضرور ملی مگر انگریز ہندوستان سے جاتے جاتے ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر گئے اور نفرت وتعصب کی ایسی آگ لگا گئے جس میں برادران وطن مدتوں جھلستے رہیں گے۔ ایسا کیوں ہوا اس کی ایک طویل داستان ہے جسے میں کسی اور موقع کے لئے اٹھا

رکھتا ہوں۔ اتنی بات ضرور مسلم ہے کہ اس تقسیم کے نتیجہ میں ہندوستان بڑی افراتفری کا شکار ہوگیا۔ پاکستان کے وجود میں آتے ہی مسلمانوں کے سر پر کشت وخون کا آتش فشاں پہاڑ ٹوٹ پڑا جس کی زد میں ہندوستان کے کئی اہم صوبے آگئے۔ گھٹتی ہوئی فریادیں اور جلتی ہوئی لاشیں ہندوستان کا مقدر بن گئیں، مسلم قوم اپنی جائیداد کو کوڑیوں کے مول فروخت کر کے پاکستان جانے لگے جس طرف دیکھو بستر بند لوگوں کا قافلہ نظر آرہا تھا۔ ملت اسلامیہ کے بیشتر علماء تقسیم کی حمایت میں تھے اور وجود پاکستان کو فال نیک سمجھ رہے تھے ایسے پُر آشوب اور رستاخیز ماحول میں قوم مسلم کو سنبھالنا آسان کام نہ تھا آپ نے انتہائی پُر درد لہجے میں قوم مسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

’’سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے بہت پہلے فرمادیا تھا کہ دشمن ہمارے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔‘‘

۱۔ سب سے پہلے ہماری موت تاکہ معاملہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے۔

۲۔ اگر یہ نہ ہوسکے تو جلاوطنی تاکہ پاس ہی نہ رہے۔

۳۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکا تو آخر درجہ میں مجھے عاجز ومجبور بنانا چاہے گا۔

ایک دفعہ تم لوگوں نے گاندھی جی کی تحریک اور مولانا ابوالکلام آزاد کے فتویٰ پر ہجرت کر کے دیکھ لیا مگر اس میں سوائے بربادی کے تمہیں کچھ ہاتھ نہ لگا۔ آج پھر تم اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ رہے ہو اگر تم نے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو ضرور جاؤ مگر جانے سے پہلے سوچو، سمجھو، کچھ غور کرو بھارت کی دھرتی پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے دہلی کے لال قلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان ہجرت کرنا سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔ (۱۲)

آپ نے مشائخ اور بزرگان دین کی عظمتوں کے حوالے سے بھی قوم مسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''تم کہاں جارہے ہو خواجہ کی دھرتی تمہیں پکار رہی ہے، مخدوم سمناں کا روضہ تمہیں آواز دے رہا ہے، محبوب پاک کا آستانہ تمہیں یاد کررہا ہے، تمہارے آباء واجداد کی ہڈیاں تمہیں للکار رہی ہیں، خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر کہاں جاؤ گے، مخدوم پاک کا روضہ چھوڑ کر تم سکون کیسے پاؤ گے؟ مخدوم کا سایہ چھوڑ کر کہاں چین ملے گا، سرکار اعلیٰ حضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کیسے جی سکوگے'' (۱۳)

آپ کی آواز صدا بہ صحرا ثابت نہ ہوئی بلکہ سیکڑوں لوگوں نے اس پر کان دھرا، ہزاروں لوگوں کے بھٹکتے قدم تھم گئے، صدہا عورتیں بیوہ اور ہزاروں بچے یتیم ہونے سے بچ گئے۔ آپ کی اس محنت اور جانفشانی کے نتیجے میں علاقہ چھتیس گڑھ اجڑنے اور برباد ہونے سے محفوظ رہا۔ اس طرح کے کئی ایک واقعات ہیں جس سے پتا چلتا ہے کہ محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ نے اپنی جرأت ایمانی کا مظاہرہ فرمایا اور حق کے خلاف جس نے بھی کچھ کرنے کی ہمت جتائی اس کی آپ نے سرزنش کی اور مجمع عام میں اسے ذلیل کیا۔ ہمیشہ ملک وملت اور برادران وطن کے لئے فلاح و بہبود کی باتیں کیں، جس کے سبب عمائدین ملک وملت اور برادران وطن کی نگاہوں میں آپ ہمیشہ محبوب رہے۔ سب نے آپ کی قدر ومنزلت کی اور ناگفتہ بہ حالات میں آپ کے موقر مشوروں پر عمل کیا۔ سربراہان حکومت سے قربت کے باوجود بھی آپ نے کبھی ایسا کوئی بیان نہیں جاری کیا جو صرف حکومت کے مفاد میں ہو اور ملت اسلامیہ کو اس سے نقصان پہنچتا ہو۔ جب تک آپ بقید حیات رہے ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود سے متعلق ہی سوچتے رہے۔ چنانچہ جب بابری مسجد میں تالا پڑا تو آپ کی اضطراب و بے چینی قابل دید تھی آپ کی جرأت ایمانی نے ایک بار پھر حکومت کو للکارا۔ آپ نے

سربراہان مملکت کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

''کیا وہی تاریخ یہاں بھی دہرائی جائے گی، کیا اسی لئے ہم نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرکے اسے آزاد کرایا تھا' کیا اسی لئے ہماری ماؤں کی گودیں اور بہنوں کا سہاگ اجاڑا گیا تھا کہ سلطان ٹیپو، سراج الدولہ اور بہادر شاہ ظفر کے نعرۂ حریت و آزادی کی امین ونگہبان قوم اذان ونماز تک محروم ہوجائے'' (۱۴)

یہ واقعہ ہے کہ جب کوئی اقتدار کی کرسی تک پہنچ جاتا ہے تو وہ بہت ساری مصلحتوں کا شکار ہوجاتا ہے ضمیر فروشی اور مفاد پرستی اس کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے۔ مگر محسن ملت پنڈت جواہر لال نہرو کے معتمد علیہ ہوتے ہوئے بھی ایسی عادت قبیحہ سے کوسوں دور تھے انہوں نے اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کو ہمیشہ قوم اور مذہب کے لئے ہی استعمال کیا مولانا مفتی عبدالحلیم صاحب اشرفی لکھتے ہیں:

''اس کی بہترین مثال رائے پور مساجد ہیں مولانا نے اپنی سیاسی وعملی حکمت سے رائے پور کی سرزمین پر جمیعۃ العلماء ہند کو قدم نہیں رکھنے دیا یہی وجہ ہے کہ آج رائے پور کی تمام مساجد بحق سنیت محفوظ ہیں۔'' (۱۵)

اگر اس حکمت عملی کا محسن ملت نے مظاہرہ نہ فرمایا ہوتا تو آج رائے پور کا بھی وہی حشر ہوتا جو ہندوستان کے دوسرے شہروں کا ہے۔ جہاں غیر سنی حضرات اپنے اثر ورسوخ سے بددینی کا ماحول پیدا کررہے ہیں۔ دینی وسماجی معاملہ ہو یا قومی وسیاسی امور ان کی شخصیت ہر محاذ پر یگانہ نظر آتی تھی بقول پاسبان ملت مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ:

''وہ فقہی بصیرت رکھنے والے ایک جید عالم تھے خانقاہوں کے صوفی باصفا اور عارف آگاہ تھے اور میدان سیاست کے شہ سوار بھی وہیں ان کے سینے میں ایک درد

مند دل تھا جس نے انہیں ہمیشہ سیماب صفت رکھا۔ وہ مسلمانوں کے غم میں کسی کروٹ چین نہ پاتے۔ وہ ملک دوست بھی تھے اور مسلمانوں کے دکھ درد کے ساتھی بھی وہ مخلصانہ جذبہ رکھتے تھے جس نے انہیں سیاست حاضرہ سے قریب رکھا انہوں نے سیاست کو چھوا اور سونگھا تھا اس میں ڈوبے نہیں تھے'' (۱۶)

ماخذ

۱۔ محسن ملت ایک تعارف ص ۱۱
۲۔ باغی ہندوستان ص ۲۳۶
۳۔ بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد ص ۳۱۵
۴۔ فتاویٰ عزیزیہ جلد وال ص ۱۱
۵۔ انگریز نوازی کی حقیقت ص ۷۹
۶۔ الاقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۵۰
۷۔ تواریخ عجیبیہ ص ۷۳
۸۔ بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد ص ۳۵۷
۹۔ روزنامہ بھاسکر رائے پور ۳ مارچ ۱۹۹۳ء
۱۰۔ محسن ملت ایک تعارف ص ۷۷
۱۱۔ ایضا ص ۹۲
۱۲۔ ایضا ص ۹۹
۱۳۔ ہفت روزہ ہمارا قدم دہلی ص ۷۔ جنوری ۱۹۹۱ء
۱۴۔ محسن ملت ایک تعارف ص ۱۰۶
۱۵۔ ایضا ص ۵۰
۱۶۔ ایضا ص ۳۲

☆☆☆

محسن ملت مدھیہ بھارت کے عظیم مسیحا

شہزادۂ سمناں حضرت مولانا سید شاہ ظل حسن اشرفی الجیلانی کچھوچھہ مقدسہ

قیادت وسیادت وامامت کا گہرا تعلق قوم وملت کے فعال وغیر فعال ہونے سے ہے۔ جب یہی قوم جمود وتعطل میں پڑ جاتی ہے تو قیادت وسیادت سامنے آتی ہے اور قوم وملت کے جمود کو ختم کر کے فعال بناتی ہے۔ ہر زمانے میں جیسے جیسے قوم وملت کی ضرورت ہوتی ہے پروردگار عالم اسی اعتبار سے قائد بھیج دیتا ہے۔ جب ملی شیرازہ بکھر رہا تھا اور عمل روحانیت کا جنازہ نکل رہا تھا تو اس مالکِ حقیقی نے حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محی الدین بنا کر بھیجا، جب کفر وشرک کی گھنگھور گھٹا چھائی تو اس کو نور سے بدلنے کے لئے حضور معین الدین چشتی اور غوث العالم سلطان سید اشرف سمنانی اور دیگر بزرگوں کا انتخاب عمل میں آیا جن کی روحانیت سے آج پورا ملک فیضیاب ہے جنہوں نے کفر کی تاریکیوں میں اسلام کا چراغ روشن کیا۔ اکبری دین الٰہی کا فتنہ منصۂ شہود پر آیا تو اسکو تاراج کرنے کے لئے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے حضور مجدد الف ثانی کا وجود مسعود قوم وملت کی امامت وقیادت، اور جب وہابیت اور کفر وارتداد کا فتنہ قوم وملت کے سامنے آیا تو پروردگار عالم کی شان رحیمی وکریمی نے حضرت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں فاضل

بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قائد اور قوم وملت کا غمخوار بنا کر بھیجا جنھوں نے اعلائے کلمۃ الحق کر کے وہابیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی۔

جب رائے پور اور چھتیس گڑھ پر شدھی کرن کی تحریک چلی اور مسلمانوں کا ایمان وایقان خطرے میں پڑنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محسن ملت شاہ مولانا محمد حامد علی صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو سینہ سپر کر دیا جنھوں نے ہزاروں کو مسلمان بنا کر قوم کو صرف اس فتنہ ہی سے نہیں بچایا بلکہ ہمیشہ کے لئے ایسی علمی وروحانی درس گاہ کا سنگ بنیاد رکھا جس کو ہم مدرسہ اصلاح المسلمین ودار الیتامی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جو حضرت کی روحانی وعلمی تجلی گاہ ہے اور جس کے فیض سے انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک لوگ مالا مال ہوتے رہیں گے۔

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں

حضرت مولانا انیس عالم صاحب سیوانی،
فاضل صدام حسین یونیورسٹی بغداد، لکھنؤ

مجاہد آزادی، تلمیذ وخلیفہ اعلیٰ حضرت، داعی اسلام، محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی متوفی ۲۶/محرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۵/اپریل ۱۹۶۸ء کی پوری زندگی جدوجہد، عمل پیہم اور کوششوں سے بھری ہوئی ہے۔ محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی کا دعوتی اور تبلیغی مقام بہت ہی ارفع ہے۔ علماء کی جماعت میں کم ایسے افراد ملیں گے جنھوں نے اجنبی ماحول میں اپنائیت کے پھول کھلائے ہوں۔ مولانا حامد علی فاروقی نے چھتیس گڑھ کی سرزمین کو اپنی دعوت وتبلیغ کے لئے منتخب فرمایا اور غیروں کے درمیان شمع اسلام کو روشن کر کے مبلغین اور دعاۃ کو ایک نئی جہت عطا کی۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ محسن ملت نے مدھیہ پردیش اور چھتیس گڑھ کی سرزمین پر جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں وہ لائق صد تحسین اور قابل مبارک باد ہیں۔ محسن ملت فاضل بریلوی کے ان چنندہ تلامذہ اور خلفاء میں سے ہیں جنھوں نے عام علماء کی روش سے الگ ہٹ کر دین وملت کی خدمت انجام دی۔ عام علماء اور مشائخ کی طرح آپ نے صرف مسجد ومدرسہ اور خانقاہ تک اپنے کو محدود نہیں رکھا بلکہ اپنے گرد وپیش میں رونما ہونے والے حالات وحوادث پہ نظر رکھی

اور جہاں ضرورت پیش آئی وہاں آپ نے محاذ سنبھالا۔

اعلیٰ حضرت کے بہت سارے تلامذہ اور خلفاء ومریدین ومعتقدین میں چند ایسے نام ملتے ہیں جن حضرات نے کچھ نیا کر کے اپنی پہچان بنائی ہے۔ان میں ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین بہاری متوفی ۱۹/ جمادالآخریٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸/نومبر ۱۹۶۲ء جنہوں نے ہمارے عام علماء کی روش سے الگ ہٹ کر کام کیا اور مسلک امام اعظم ابوحنیفہ کی تائید میں احادیث کا ضخیم مجموعہ ترتیب دیا۔الجامع الرضوی یعنی صحیح البہاری کے نام سے مشہور ہے۔فاضل بریلوی کے دوسرے عظیم شاگرد مبلغ اسلام علامہ عبدالحلیم میرٹھی صدیقی ہیں جنہوں نے دینیات کے علاوہ مختلف زبانوں اور تہذیبوں کو پڑھا اور سمجھا اور دور دراز کا سفر کر کے لوگوں کو اسلام وسنیت سے متعارف کرایا۔افسوس کہ جہاں جہاں مبلغ اسلام نے پہنچ کر غیر مسلموں کو اسلام سے مشرف فرمایا تھا آج کے مشائخ ہوائی جہاز اور ائیر کنڈیشن گاڑیوں کی سہولتیں حاصل ہونے کے باوجود ان کو سنیت پر قائم رکھنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہے ہیں۔اعلیٰ حضرت کے خلفا میں رئیس المتکلمین حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری کا بھی رتبہ بہت بلند ہے انہوں نے علی گڑھ کے آزاد اور نیچر پرستوں کے ماحول میں بھی کلمہ حق بلند کیا۔جب بولا حق بولا۔علی گڑھ میں رہتے تھے، پیدائش بہار شریف میں ہوئی لیکن خمیر بریلی کا تھا اور خمار مدینے کا۔ ان تین ناموں کے بعد سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت کے پیغام،ان کی تحریک اور فکر کو ہمہ جہت بنانے میں جس شخصیت نے نمایاں کردار ادا کیا ان میں محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی کی ذات گرامی ہے۔آپ نے مسجد ومدرسہ اور خانقاہ کے ساتھ ساتھ سنیت کی آواز کو سیاسی گلیاروں تک پہنچائی۔گرجتے ہوئے شیر کی مانند باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہمیشہ حق بولتے رہے۔جہاں آپ کی خدمات دینیات، مذہبیات میں

اپنا امتیاز رکھتی ہیں وہیں سیاسی دنیا کو بھی آپ نے کھنگالا اور سیاسی گھاگوں کے سامنے بھی اپنی بات رکھی۔

آپ کی زندگی اور کارناموں کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے سیاست کی مگر ضمیر بیچ کر نہیں، منصب کی خاطر نہیں، عقیدہ وفکر کا جنازہ نکال کر نہیں بلکہ اعلائے کلمہ حق کے لئے۔ان علماء کے لئے آپ کی سیاسی زندگی رہنما بن سکتی ہے جو لوگ سیاسی دنیا میں قدم رکھتے ہی اپنے مذہب اور مسلک، عقیدہ و فکر اور مسجد ومدرسہ سے بیزار اور متنفر ہو کر آزاد خیالی اور صلح کلیت کے شکار بن جاتے ہیں۔

آج کا ایک بہت بڑا سوال ہے کہ کیا علماء سیاست میں قدم رکھیں یا نہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ اچھے لوگوں کو سیاست، تجارت، حرفت، صنعت ہر میدان میں آگے بڑھنا چاہئے لیکن ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم مسلمان ہیں، ہم سنی ہیں۔آج کے سیاسی علماء اور علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ میں یہی فرق ہے کہ انہوں نے سیاست کی ملک کی آزادی کے لئے۔انہوں نے سیاست کی اسلام کی بقا کے لئے،انہوں نے سیاست کی قوم کو آبرومندانہ زندگی بخشنے کے لئے۔انہوں نے جیل کی تاریک کوٹھریوں میں اپنی زندگی کے اہم لمحات گذارے تاکہ ملت بچ جائے اور آج کے ضمیر فروش مسلم سیاست داں اور سیاسی مولوی راجیہ سبھا اور ایم ایل سی کی سیٹیں حاصل کرنے کے لیے سیاست کر رہے ہیں۔کاش ہمارے علماء اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے اور اپنے بزرگوں کی زندگی سے استفادہ کرتے۔بڑا افسوس ہوتا ہے کہ آج بہت کچھ لکھا جا رہا ہے لیکن اس ترقی یافتہ دور میں وہ باتیں ابھر کر نہیں آپا رہی ہیں جن سے ہماری معلومات میں اضافہ ہونا چاہیے۔ آج انہیں علماء اور مشائخ کی تاریخیں لکھی جا رہی ہیں اور انہیں کے فضائل تیار کئے جا

رہے ہیں جن کے وارثین نذرانے فرزانے کا اہتمام کرتے ہیں۔آج جب اس دور کے کسی عالم و بزرگ یا تحریک و مدرسہ کا تعارف کرایا جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ ان حضرت نے دین کا کوئی کام اپنے بعد والوں کے لیے چھوڑا ہی نہیں تھا۔وہ سب کچھ کر ڈالا ہے جو کرنا تھا، مدرسوں اور تحریکوں کا ایسا تعارف کہ اس مدرسے اور تحریک نے بس ادھر زمین پہ قدم رکھا اور آناً فاناً بین الاقوامی معیار اختیار کرلیا۔مبالغہ کیجئے۔اظہار عقیدت چاہیے مگر اتنا نہیں کہ جھوٹ اور سچ کا فرق ہی ختم ہوجائے۔میں وہ نہیں کہتا جو سب کہتے ہیں۔
میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ اس سنیت کی اشاعت اور فروغ میں تھوڑا حصہ الہ آباد سے اٹھنے والی اس شخصیت کا بھی ہے جس نے چھتیس گڑھ کو اپنا مسکن اور سنیت کا قلعہ بنادیا۔

☆☆☆

محسن ملت ایک آفاقی شخصیت

ڈاکٹر رشید احمد صاحب فاروقی، ریڈر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج، رائے پور

میں اپنے اس مضمون کی ابتداء حضرت مولانا سید علی احمد صاحب سیوانی علی گڑھ کے ان جملوں سے کررہا ہوں جو انہوں نے حضرت محسن ملت حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی شان میں بطور نذرانہ پیش کیا ہے۔لکھتے ہیں

''حضرت مولانا حامد علی فاروقی گلشن فاروقیت کے اس شگفتہ گلاب کا نام ہے جس کی نکہت بیزی صبح قیامت تک مشام عشق و ایمان کو معطر کرتی رہے گی۔آپ نے قوم مسلم کو علمی شعور دینے کے لئے مدرسہ اصلاح المسلمین قائم کیا۔کیوں کہ جو قوم تاریکیوں کی مسافر ہو اس کی نہ کوئی منزل ہوتی ہے نہ اپنا کوئی پتہ۔بلندیوں کو پانے وچھونے کے لئے حصول علم شرط اول ہے۔یہ ان کی ہی سعیِ پیہم کا ثمرہ تھا کہ ہر چہار سو علم کا اجالا پھیلنے لگا۔''

آج ہر طرف اسلام وسنت اور فیضان شریعت کا جو چراغ جل رہا ہے اس میں محسن ملت کے جگر کا لہو شامل ہے اور اب اس چراغ کی لو کو تیز کرنے میں ان کے لائق، قابل فخر اور ہونہار نبیرہ حضرت مولانا اکبر علی فاروقی صاحب ہمہ تن مصروف ہیں جن کا کوئی لمحہ علمی حس وحرکت سے خالی نظر نہیں آتا۔جب حضور محسن ملت کی کتاب زندگی کی

ورق گردانی میں، میں مصروف تھا تو میرا بھی مشامِ فکر گلشن فاروقیت کے اس شگفتہ گلاب کی عطر بیز خوشبوؤں سے معطر ہوتا جا رہا تھا اور بار بار احساس افسوس کرید رہا تھا کہ کاش یہ حسین لمحہ پہلے ہی ہاتھ آیا ہوتا تو میں بھی اپنے دامن زندگی کو ان کے برکات علم سے بھر لیا ہوتا۔

یقیناً مدھیہ بھارت کا یہ ٹکڑا جسے آج چھتیس گڑھ کے نام سے جانا جاتا ہے علم کی روشنی سے آج بھی خالی ہے خصوصاً دینی علم اور زبان اُردو سے۔ کیوں کہ آئے دن جب یہاں کے در و دیوار پر نظر جاتی ہے اور اس پر چسپاں پوسٹروں کو دیکھتا ہوں تو وہ زیادہ تر ہندی زبان میں چھپے ہوتے ہیں۔ اُردو پوسٹر شاذ و نادر ہی دکھائی پڑتے ہیں یہاں تک کہ مسجدوں میں کلام پاک کی زیادہ تر آیات بھی ہندی رسم الخط میں نظر آتی ہیں۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اردو زبان کے جاننے والے خال خال لوگ ہیں اور ذریعہ تعلیم ہندی ہونے کے سبب اُردو کی جانب توجہ بھی کم ہے۔ لوگوں سے اس موضوع پر بات کرنے سے جواب ملا کہ اُردو سے ہمیں کیا ملے گا کیوں کہ سرکاری زبان ہندی ہے اور ہندی ہی آگے بڑھنے کا ذریعہ فراہم کرتی ہے۔ جو زبان کسی انسان کو روزی روٹی سے جوڑتی ہے اس کے لئے وہی اہم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے بچے اردو زبان سے دور ہیں اور خود بھی اُردو سے نا آشنا۔

میں نے یہ بات جب ان کے گوش گزار کی کہ ہمارے دین و مذہب اور شرعی مسائل کا سارا ذخیرہ عربی و اردو زبان میں ہی ہے، ہماری تہذیب، ہماری تاریخ، ہماری ثقافت، ہمارا کلچر اور سارے دینی اثاثے سبھی اُردو زبان میں ہی ہیں۔ اُردو زبان سے دوری بچوں کو دین و مذہب سے بہت دور کر دے گی جہاں سے واپس ہونا بہت مشکل ہوگا تو

اُن کا جواب تھا کہ دین و مذہب کا جتنا علم ہمیں اور ہمارے بچوں کو ہونا چاہئیے وہ حاصل کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ جواب سن کر میں خاموش ہو گیا۔

اس طرح کے مشاہدات کے بعد حضرت مولانا سید علی احمد سیوانی کے وہی الفاظ کانوں میں گونجنے لگے کہ ''جو قوم تاریکیوں کا مسافر ہو اس کی نہ کوئی منزل ہوتی ہے نہ اپنا کوئی راستہ، بلندیوں کو چھونے اور پانے کے لئے حصول علم شرط اول ہے''۔ یہ بالکل سچ ہے کہ بلندیوں کو پانے کا راز اس کی اپنی مادری زبان میں ہی پنہاں ہے۔ زندگی کے تمام نشیب و فراز سے آگہی اس کی اپنی مادری زبان کے توسط سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

چھتیس گڑھ کا یہ علاقہ جو مدھیہ بھارت کا حصہ ہے زیادہ تر سنگلاخ زمینوں سے بھرا ہوا ہے۔ زیادہ تر آبادیاں آدی واسی اور جنگلی قبائل پر مشتمل ہیں۔ کچھ خاص علاقے ہی ایسے دکھائی دیتے ہیں جہاں زندگی کی رعنائیاں نظر آتی ہیں، اس علاقے کے لوگ خوش وضع، خوش حال، زیور تعلیم سے آراستہ اور نفاست پسند بھی ہیں، ان لوگوں کا معاشرہ اس دیہاتی زندگی سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ جو علاقے زندگی کی بہاروں سے خالی ہیں انہیں تعلیم و تربیت کی سخت ضرورت ہے۔ کاش! آج کے حالات میں انہیں محسن ملت کی رفاقت نصیب ہوتی تو ان کی علمی ضیا پاشی سے علاقے کی تاریکیاں منہ چھپائے پھرتیں۔

اب پھر ایک امید کی کرن ان کے ہونہار اور لائق و فائق پوتے مولانا اکبر علی فاروقی کے وجود سے جگمگا رہی ہے جن کے ہاتھوں میں حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے شمع علم کو سپرد کیا تھا وہ اپنی گوناگوں خوبیوں سے آراستہ ہو کر محسن ملت کے اس علمی مشن کو آگے بڑھانے اور اس میں نئی روح پھونکنے میں ہر گھڑی مصروف ہیں۔ کئی اسکول، مدارس

اور مکاتب ان کے زیر نگرانی چل رہے ہیں۔ خدا ان کی کوششوں کو توانائی بخشے اور علمی مشن کا جو چراغ کبھی محسن ملت علیہ الرحمہ نے جلایا تھا وہ جلتا رہے بجھنے نہ پائے۔

حضرت علامہ مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی زندگی کے اس سیاسی پہلو کا ذکر اگر اس مضمون میں نہ کیا جائے تو شاید مضمون تشنہ رہ جائے گا کیوں کہ ممدوح کو سیاست پہ کافی درک حاصل تھا آپ اپنے جاہ وجلال، فکری گھن گرج، سیاسی بصیرت، حمیت وغیرت، شوکت وسطوت، عظمت وحشمت، ذہانت ولیاقت غرض کہ ہر اعتبار سے انفرادی شان کے مالک تھے۔

پنڈت جواہر لال نہرو جو ملک کے پہلے وزیر اعظم تھے ان سے موصوف کے دیرینہ روابط تھے۔ جب نہرو جی پہلی بار پھولپور پارلیمانی حلقہ سے الیکشن میں کھڑے ہوئے تو انہیں یہ ڈر ستا رہا تھا کہ کہیں مسلمان الیکشن میں ان سے دور نہ ہو جائیں۔ یہی وہ علاقہ تھا جس کے تحت حضرت محسن ملت کا گاؤں بھی آتا تھا۔ پھولپور کے اس پارلیمانی حلقہ میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی موجود ہے اور کسی بھی الیکشن کا رُخ موڑنے میں اپنا اثر وطاقت رکھتی ہے۔ یہ وہ دور تھا جب مسلمان کانگریس پارٹی سے دور دور نظر آرہے تھے کیوں کہ ۱۹۴۷ء کے بٹوارے کی ہولناکی وتباہی، وحشت وبربریت، نازیبا سلوک، سفاکانہ قتل عام، اُس پُر آشوب دور کی یادیں اور ان یادوں کی ٹیسیں ان کے ذہنوں پر تازہ تھیں۔ ان کرب ناک لمحے کی یاد ہی انہیں بیقرار کرنے کے لئے کافی تھی۔ کیوں کہ کانگریس کی دورُخی پالیسی سے مسلمانوں کو کافی ٹھیس لگی تھی انہیں اس بات کا غم تھا کہ اس پُر آشوب دور میں مسلم معاشرے کے ساتھ کیسے کیسے ناروا سلوک کئے گئے، مگر ان حالات میں کانگریس خاموش تماشائی ہی بنی رہی۔ کانگریس کی اس تکلیف دہ پالیسی سے مسلم معاشرہ بہت زیادہ بدظن تھا۔ ان وجوہات کے پیش نظر نہرو جی پریشان تھے

کہ ایسے میں محسن ملت یاد آئے، احساس جاگا کہ ان حالات سے ان کی نیا پار لگانے والا کوئی ہوسکتا ہے تو وہ محسن ملت کی ہی بھاری بھرکم شخصیت ہوسکتی ہے۔ پھر کیا تھا آپ کی خدمت میں عریضہ پیش کیا اور آپ نے اپنی دیرینہ رفاقت کی بناء پر ان کی اس دعوت کو قبول کرلیا اور انہیں کافی تسلی دی اور اپنی مدد کا مکمل بھروسہ دلایا۔ علاقائی ہونے کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں سے حضرت کے مراسم بڑے اچھے اور گہرے تھے۔ لوگ آپ کی فہم وفراست کے قائل بھی تھے اور آپ کی شخصیت سے بے پناہ مرعوب بھی۔ آپ نے اپنی سیاسی بصیرت سے لوگوں کو جلد ہی راضی کرلیا اور سمجھایا کہ بدلے ہوئے حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ دشمن کو دوست بنالیا جائے۔ درد کا مداوا اور زخم کا اندمال اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب مسلمان کانگریس کے قریب آجائیں۔ کانگریس سے دوری انہیں سیاست سے اور دور لے جائے گی اور اپنے آپ کو وہ اور بھی تنہا رہ جائیں گے۔ حضرت محسن ملت قوم مسلم کے اُس درد سے نہ صرف واقف تھے بلکہ اس درد میں برابر کے شریک بھی۔ انہیں قوم سے دلی لگاؤ تھا اور چاہتے تھے کہ کوئی ایسا راستہ نکل آئے جس سے قوم کے درد کا مداوا ہوسکے اور درد کے اندمال کے لئے پنڈت جی کی شکل میں مرہم مل چکا تھا۔ پنڈت نہرو بھی وقت کی اس نازک موڑ پر چاہتے تھے کہ کانگریس کے پلیٹ فارم سے کچھ ایسا کیا جائے جس سے مسلم معاشرے کے دلوں سے کدورت دور ہو جائے۔ حضرت محسن ملت کی قربت انہیں اس طرح کے احساس پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ آپ کی حیثیت مسلم عوام وکانگریس کے مابین خصوصاً پنڈت نہرو کے درمیان پل کے طور پر تھی وہ مسلم مسائل اور پریشانیوں سے نہرو جی کو اکثر وبیشتر آگاہ کرتے رہتے تھے۔ دوسری جانب پنڈت نہرو دیگر سرکردہ مسلم لیڈروں سے رابطے میں تھے اور ان سے بھی مسلم مسائل پر اکثر وبیشتر تبادلہ خیال

کرتے رہتے۔ تمام مسلم لیڈران اس بات پر متفق تھے کہ مسلمانوں کی پریشانیوں کو دور کرنے کا یہی ایک اچھا راستہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے دلوں سے کانگریسی نفرت کو نکال دیں اور انہیں کانگریس سے قریب کر دیں۔ حضرت اپنی ذہانت، سیاسی بصیرت، غیرت وحمیت اور ہمدردی سے قوم کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہوگئے جس سے قوم کے بیشتر سرکردہ افراد کانگریس کے جھنڈے تلے آگئے اور پھر وہ ہوا جس کا پنڈت نہرو کے شان وگمان میں بھی نہ تھا۔ حضرت نے علاقے کے سرکردہ مسلمانوں سے رابطہ قائم کیا، ان سے رائے ومشورے کئے، میٹنگیں کیں اور تن من دھن سے کانگریس کی موافقت میں رات دن ایک کر دیا۔ کوئی بھی سیاسی میٹنگ اور جلسہ ایسا نہ تھا جہاں حضرت موجود نہ ہوں۔ پنڈت جی ہمیشہ انہیں اپنے ساتھ رکھتے اور مشورہ لیا کرتے حضرت بھی انہیں اپنی صلاحیت وذہانت کے مطابق مفید مشوروں سے نوازتے رہتے خصوصاً مسلم کاز کی حمایت میں تو اور بھی مشورے ہوتے تھے۔ نہرو جی بھی یقین دلاتے رہتے کہ وقت آنے پر وہ مسلمانوں کے تئیں اچھا قدم ضرور اٹھائیں گے۔ پنڈت نہرو جی جس جگہ جاتے حضرت ساتھ ہوتے اور مجمع کو خطاب کرنے کا موقع فراہم کرتے۔
چنانچہ اٹالہ، اترسوئیا، نخاس کہنہ، گھنٹہ گھر، منہاج پور، کٹرہ والہ آباد کے دیگر محلوں اور قریوں میں میٹنگیں کرکے اپنی شعلہ بیانی وسیاسی تدبر کا لوہا منوالیا، اپنی پُر مغز وباثر تقریر سے ایسا سماں باندھ دیتے کہ لوگ حیرت سے ان کے چہرے کو دیکھتے ہی رہتے اور جب تک تقریر نہ ختم ہوتی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوتے، تقریر کی چاشنی کا یہ عالم تھا کہ بغیر حضرت کی موجودگی کے ہر میٹنگ ہلکی نظر آتی، لوگوں کی نظریں مجمع میں انہیں ڈھونڈتی رہتیں، ان کی خطابت کا موضوع اکثر ملی اور ملکی مسائل پر مشتمل ہوتا، بے خوف انداز میں مسلم ترجمانی کا حق ادا کرتے۔ ظاہری بات ہے کہ یہ وہی آواز

ہوتی جو مسلم عوام کے دلوں میں رچی بسی تھی۔ یہ آواز ان کے احساسات وخیالات کی صحیح ترجمان ہوتی تھی۔ پھر کیا تھا لوگ ان کے پیچھے ہولئے اور وہ کرشمہ کر دکھایا کہ الہ آباد کی تینوں پارلیمانی سیٹیں کانگریس کی جھولی میں آگئیں۔ پنڈت نہرو حضرت کے اس کارنامے سے بہت خوش ہوئے اور انہیں بہت قریب کر لیا۔
مسلم متحدہ محاذ کا قیام بھی ان کی اسی سیاسی بصیرت کا نتیجہ تھا۔ مسلم اوقاف کے مسئلے پر پنڈت نہرو سے ان کی دانشمندانہ گفتگو قومی درد کی زندہ تصویر ہے کہ وہ قومی مسائل کا سودا نہیں کرتے تھے، وہ اپنی گھن گرج اور بارعب شخصیت کا مظاہرہ کرنے سے پنڈت نہرو کے سامنے بھی باز نہیں آئے۔ آج وقت کو پھر ایسی ہی شخصیت کی ضرورت جو پوری دیانت داری کے ساتھ مسلم مسائل کو ارباب حکومت تک پیش کر سکے اور اس کے حل کے لئے اپنی ساری صلاحیتوں کو صرف کر دے۔

محسن ملت زندہ باد ان کی سیاسی بصیرت پائندہ باد

☆☆☆

محسن ملت اکابرین کی نظر میں ناقدانہ مطالعہ

ڈاکٹر چاند نظامی صاحب ہزاری باغ

"تاریخ وہ طاق صداقت ہے جس میں ماضی کی یادوں کے چراغ ہمیشہ جلتے رہتے ہیں۔ بے اعتنائی، لاپرواہی، بے رغبتی اور غفلتوں کے جھونکے اسے لاکھ بجھانے کی کوشش کریں مگر بجھا نہیں پاتے کیونکہ تاریخ ماضی کی بازیافت کا دوسرا نام ہے۔ جب بھی تاریخ کے سمندر میں یادوں کا حباب اٹھے گا تو گوہر شب تاب ضرور چمکے گا، نکھرے گا اور نظروں میں اپنا مقام بنا لے گا۔"

برمبنی صداقت وحقیقت یہ الفاظ ہیں زیر تبصرہ کتاب کے مرتب مولانا محمد قمرالزماں مظفرپوری کے، جنہوں نے تاریخ کے بعض گمشدہ اوراق کی دریافت کا فریضہ انجام دیا ہے اور اسے "محسن ملت ارباب علم ودانش کی نظر میں" کے نام سے پیش کر کے اہل علم و تحقیق کو بھرپور دعوت فکر دی ہے کہ اس کے خاکستر میں کیسی کیسی چنگاریاں تھیں جن پر غفلت و بے اعتنائی کی دبیز تہہ جم چکی ہے اور تحقیق وتدوین کے اس عہد جدید میں بھی اس خاکستر کو کریدنے والے خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہ وقت کی اشد ضرورت ہے کہ اس خاکستر کو کرید کر ان چنگاریوں کی حدت وتپش سے سرد مہری کی شکار اس قوم کو گرمایا جائے۔

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی قدس سرہ العزیز جن کی شخصیت نہ صرف ایک عالم دین کی حیثیت سے قابل توجہ ہے بلکہ وہ بیک وقت ایک نکتہ سنج مقرر، روشن دماغ مدبر، شفیق استاد، اعلیٰ پایہ منتظم، مخلص داعیٔ دین، بے لوث سیاستدان، بے خوف و بیباک رہنمائے قوم اور کفن بردوش مجاہد حریت کی حیثیت سے بھی لائق توجہ ہے۔ پیش نظر کتاب میں موصوف کی شخصیت کے ان تمام گوشوں کو معروضی انداز میں اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اہل تحقیق کے لئے نشان راہ ثابت ہوگا۔

56 ورقی اس کتاب کی ابتداء محسن ملت کے پیر واستاد امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے نام انتساب سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد "حدیث دل" کے عنوان سے مرتب نے پیشگی باتیں قلمبند کی ہیں جو مرتب کے خلوص وجذبے کی سچی عکاس ہے۔ مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب کی طویل تقریظ بھی لائق مطالعہ ہے۔ موصوف کو بھی اس بات کا شکوہ ہے کہ "ماضی قریب کی ہماری ان شخصیتوں میں جنہیں امام احمد رضا کا قرب میسر آیا بڑے قیمتی آبگینے مستور ہیں۔ ان آبگینوں کی شعاع ریزی سے ہر قافلۂ حیات اپنی کامیاب سمت متعین کر سکتا ہے۔ مگر غفلت شعار قوم نے ایسے لعلوں کو طاق نسیاں کی نذر کر دیا ہے کہ جنہیں ترازو کے جس پلڑے پر رکھ دیا جائے وزن کے بوجھ سے ہیرا جھک جائے۔" اس تقریظ کے علاوہ "حرف آرزو" کے عنوان سے نبیرۂ محسن ملت مولانا اکبر علی فاروقی صاحب کی بھی ایک مختصر تحریر شامل کتاب ہے۔

اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ اسے قرار دے سکتے ہیں جس میں مرتب نے محسن ملت کی سوانح وشخصیت کے مختلف گوشوں پر اجمالاً روشنی ڈالی ہے۔ یہ صفحہ 15 سے شروع ہو کر صفحہ 37 پر ختم ہوتا ہے۔

کتاب کے دوسرے حصے میں محسن ملت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے والے 54 علماء صوفیا اور عصری جامعات کے فاضلین کی آراء شامل ہیں جو دراصل اس کتاب کا موضوع ہے۔ اہم شخصیات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ تاجدار اشرفیت حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ (کچھوچھہ) حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ (بریلی)، برہان ملت حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ، حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز علیہ الرحمۃ مبارکپور، احسن العلماء حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ مارہرہ، تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں بریلوی، شیر بہار مناظر اہل سنت حضرت مفتی محمد اسلم صاحب مقصود پور مظفر پور، شہزادۂ امین شریعت حضرت مفتی محمود احمد رفاقتی، ڈاکٹر حسن رضا خاں صاحب پٹنہ، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ الٰہ آباد، قائد اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ جمشید پور، مولانا وارث جمال قادری ممبئی، مولانا عبدالمبین نعمانی، مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب دہلی، علامہ سید اولاد رسول قدسی امریکہ، ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ، پروفیسر فاروق احمد صدیقی مظفر پور، الحاج سعید نوری صاحب ممبئی اور راز الٰہ آبادی مرحوم وغیرہ۔

ان شخصیات کے تاثرات سے محسن ملت کی سیرت و شخصیت کے مختلف گوشوں پر اجمالاً روشنی پڑتی ہے اور بہت حد تک ان کی سرگرم زندگی کے مختلف اوراق پر پڑے غبار صاف ہوجاتے ہیں۔ دو اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ علامہ مشتاق احمد نظامی فرماتے ہیں۔

''اگر وہ دارالافتاء کے عظیم فقیہ، درسگاہ کے کامیاب مدرس اور افق خطابت کے

آفاقی خطیب تھے تو میدان سیاست کے شہرہ آفاق قائد بھی تھے۔ انہوں نے سیاست کو چھوا اور سونگھا تھا اس میں ڈوبے نہیں تھے۔ وہ ایک صوفی منش درویش، عارف حق آگاہ اور وقت کے جید عالم تھے۔'' ص-۴۰

اور مولانا محمود عالم صاحب رشیدی ممبئی یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

''چاند کی چاندنی میں سفر کرنا اور گلشن کے بیچ رہ کر مسکرانا سب کو آتا ہے مگر کانٹوں میں رہ کر تبسم بکھیرنا، کفر کی تاریکیوں میں اسلام کا چراغ روشن کرنا اور بدعقیدگی کی شب دیجور میں حسن عقیدت کی شمع فروزاں کرنا حضور محسن ملت کا بڑا تاریخی کارنامہ ہے جس کی شہادت مدھیہ بھارت کا ہر ذرہ دے رہا ہے۔ (ص ۵۳،۵۴)

حالانکہ مرتب نے ان اقتباسات کے ماخذات کا تذکرہ نہیں کیا ہے کہ مشاہیر کے یہ تاثرات انہیں کن ذرائع سے حاصل ہوئے۔ اگر وہ ان تاثرات کے ساتھ حوالہ جات بھی درج کرتے جاتے تو کتاب کو مزید سند اعتبار حاصل ہوجاتا۔ نیز اس باب میں حفظ مراتب کا بھی خیال نہیں رکھا گیا ہے۔

اسی حصے میں شامل مفتی محمد عالم نوری مصباحی کے نام کے ساتھ دارالعلوم غوث اعظم ہزاری باغ کا تذکرہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ آخر کیوں اب تک اس کا علم راقم کو نہ ہوسکا۔ جب کہ ہزاری باغ ضلع کے تمام مدارس کی فہرست راقم کے پاس محفوظ ہے۔

بہرکیف ڈیمائی سائز کی یہ کتاب دیدہ زیب سرورق سے آراستہ ہے۔ سفید عمدہ کاغذ پر کمپیوٹرائزڈ ٹائپنگ کے بعد مرکزی محسن ملت کمیٹی رائے پور نے اسی سال اس کی طباعت کرائی ہے۔ پروف ریڈنگ کے باوجود کئی جگہوں پر کتابت کی غلطی موجود ہے۔ ایک جگہ یہ تضاد بھی نظر آتا ہے۔ ''جس کی پاداش میں ۱۲ر جون ۱۹۲۲ء سے ۱۲

فروری ۱۹۲۴ء تک دفعہ ۱۴۴ کے تحت جیل کی تاریک کوٹھری کا آپ کو خیر مقدم کرنا پڑا"۔

(ص-۱۲)

"تقریباً ایک سال پانچ ماہ کے بعد جیل سے رہائی ملی"۔(ص-22) پہلی عبارت سے ظاہر ہے کہ قید کی مدت صرف 7 ماہ تھی اور اگر 1923ء کے بجائے رہائی کا سال 1924ء مان لیا جائے تو بھی یہ مدت ایک سال 7 ماہ ہوگی نہ کہ ایک سال پانچ ماہ۔ امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں مولانا یہ معمہ سلجھالیں گے۔

مختصر یہ کہ مولانا کی یہ کوشش کئی اعتبار سے لائق تحسین ہے۔ کتاب کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ محسن ملت پر تحقیق کرنے والا کوئی بھی شخص اب اس کتاب کو نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ ویسے محسن ملت کے وقیع کارناموں کو اُجاگر کرنے کے لئے اب بھی ایک ضخیم کتاب کی ضرورت باقی ہے اور اگر ملت کے سر سے یہ قرض مولانا قمرالزماں صاحب مظفرپوری ہی اتار دیں تو یقیناً معاصرین کے درمیان ان کا رتبہ مزید بلند ہو جائے گا۔

جس طرف بھی دیکھئے علم کی ضوپاشیاں
ہے ضیائے علم وحکمت محسن ملت کی ذات

محسن ملت زندہ باد

نقیب اہل سنت حضرت مولانا سید علی احمد سیوانی علی گڑھ

یادوں میں سرکار کی عظمت محسن ملت زندہ باد
فکروں میں تنویر رسالت محسن ملت زندہ باد
ہونٹوں پہ اذکار رسالت محسن ملت زندہ باد
آنکھوں میں انوار نبوت محسن ملت زندہ باد
آپ سے راضی شاہِ رسالت محسن ملت زندہ باد
آپ سے خوش رحمٰن کی رحمت محسن ملت زندہ باد
قدرت کی شہکار سی صنعت محسن ملت زندہ باد
کیسے بیاں ہو آپ کی عظمت محسن ملت زندہ باد
آپ کے دل میں حُبِ رسالت محسن ملت زندہ باد
آپ کے سر پہ تاجِ ولایت محسن ملت زندہ باد
سب کی زباں پہ آپ کی مدحت محسن ملت زندہ باد
آپ سراپا دین کی خدمت محسن ملت زندہ باد
آپ پہ قرباں صدق وصداقت محسن ملت زندہ باد
آپ پہ نازاں شانِ عدالت محسن ملت زندہ باد

قصر سخا کی آپ ہیں زینت محسن ملت زندہ باد
باغ عطا کی آپ ہیں نکہت محسن ملت زندہ باد
دولتِ دنیا دین کی خدمت محسن ملت زندہ باد
حاصل ہے انعام کی صورت محسن ملت زندہ باد
آپ کا چہرہ آپ کی صورت محسن ملت زندہ باد
جس پہ قرباں پھول کی رنگت محسن ملت زندہ باد
نازش امت فخر سیاست محسن ملت زندہ باد
حاصل ہے کیا شان شرافت محسن ملت زندہ باد
فکر پہ قرباں روح بلاغت محسن ملت زندہ باد
بات سے ظاہر حسن فصاحت محسن ملت زندہ باد
کہتے ہیں یہ اہل ضرورت محسن ملت زندہ باد
سب پر ہے احسان بکثرت محسن ملت زندہ باد
نور بداماں آپ کی تربت محسن ملت زندہ باد
جس پہ تصدق خلد کی زینت محسن ملت زندہ باد
مہکی مہکی آپ کی خلوت محسن ملت زندہ باد
روشن روشن آپ کی جلوت محسن ملت زندہ باد
آپ ہیں مہر چرخ شریعت محسن ملت زندہ باد
آپ ہیں شمع بزم طریقت محسن ملت زندہ باد
آپ کی ہر آواز میں لذت محسن ملت زندہ باد
آپ کے ہر انداز میں ندرت محسن ملت زندہ باد

اہل عقیدت اہل محبت محسن ملت زندہ باد
کرتے ہیں سب آپ کی عزت محسن ملت زندہ باد
ذکر نبی ہے روح کی لذت محسن ملت زندہ باد
کرتے ہیں سرکار کی مدحت محسن ملت زندہ باد
کہتے ہیں سب اہل سنت محسن ملت زندہ باد
تاباں ہے یوں آپ کی قسمت محسن ملت زندہ باد
ڈھونڈھے سے ملتا ہے کہاں محسن ملت زندہ باد
آپ کے جیسا قائد ملت محسن ملت زندہ باد
کیوں نہ بٹھائیں اہل سنت مسند دل پر آپ کو ہر دم
حسن سراپا نور کی طلعت محسن ملت زندہ باد
دل کو یوں مسحور کرے ساری ظلمت دور کرے
حسن تکلم سحر خطابت محسن ملت زندہ باد
فاروقی کردار کا جلوہ نفس نفس سے روشن ہے
باتوں میں خوشبوئے شریعت محسن ملت زندہ باد
آپ تو ہیں سرکار کے شیدا آپ تو ہیں حسنین کے عاشق
آپ کو ہے بغداد سے نسبت محسن ملت زندہ باد
نظم علی ہے آپ کی مدحت محسن ملت زندہ باد
پڑھتے ہیں سب اہل عقیدت محسن ملت زندہ باد

بہار کی صورت

شمیم فکروفن مفتی شمیم القادری صاحب مظفر پور

سرور و کیف میں ڈوبی ہوئی قرار کی صورت — نظر جو آئی ہے عالی وقار کی صورت
شعور و فکر کے آئینہ دار کی صورت — نظر میں ہے تقویٰ شعار کی صورت
عطائے رحمت پروردگار کی صورت — ادائے محسن ملت کے پیار کی صورت
طفیل حضرت حامد علی خدا کی قسم — نفس نفس کو ملی ہے قرار کی صورت
انہیں کے جلووں میں کھویا ہوا ہے رائے پور — ہے ذرہ ذرہ میں ان کی بہار کی صورت
یتیم خانہ کی صورت میں اہل سنت کو — دیا زمانے کو تونے وقار کی صورت
تمہارے قدموں کی برکت ہے محسن ملت — بدل گئی ہے غریب الدیار کی صورت

شمیم رحمت باری ہوان کی تربت پر
سکون بخش ہے جن کے مزار کی صورت

تیری تربت کو سلام

مولانا محمد صلاح الدین ضیا مصباحی اورنگ آباد، بہار

محسن ملت سلام محسن ملت سلام

بربط ہستی سے ہم آہنگ سوز و ساز ہے
فکر شاعر مثل شاہیں مائل پرواز ہے
شق ہوا سینہ قلم کا دل میں کیسا راز ہے
سر کے بل چل کر لکھا ہے تیری مدحت کو سلام
محسن ملت سلام محسن ملت سلام

صد ہزاروں میں درخشاں ایک تیری ذات ہے
نسبت فاروق سے ظاہر تری اوقات ہے
اوج ہمت کے مقابل ہر بلندی مات ہے
سب کے دل میں بس گئی ہے تیری عظمت کو سلام
محسن ملت سلام محسن ملت سلام

جس کے سر پہ غوث کا سایہ ہے خواجہ کا کرم
اعلیٰ حضرت کا ہے جاری جس پہ فیضان اتم
تجھ سے قائم ہے یقیناً علم و حکمت کا بھرم
تیری نسبت تیری قسمت ،تیری تربت کو سلام
محسن ملت سلام محسن ملت سلام

ساقیا ہے تیرے خُم سے ہی خمارِ رائے پور
ہند میں ہے تیرے دم سے ہی پیارے رائے پور

اونچاہے تیرے قدم سے ہی وقار رائے پور
تیری شہرت تیری شوکت تیری رفعت کو سلام
محسن ملت سلام محسن ملت سلام

رخ ہدایت کے لئے کیوں متھراوکاشی کریں
ذرے ذرے تیری راہوں کے کرن پاشی کریں
تیری چوکھٹ پہ ستارے آکے شب باشی کریں
کتنے ارشدبن گئے تیری سیاست کو سلام
محسن ملت سلام محسن ملت سلام

سنیت کابول بالاتیرے دم سے ہوگیا
ظلمتوں میں یوں اجالاتیرے دم سے ہوگیا
نجدیت کامنہ بھی کالاتیرے دم سے ہوگیا
تیری صولت تیری سطوت تیری غیرت کو سلام
محسن ملت سلام محسن ملت سلام

اک رسالہ معارف محسن کااجرا کیجئے
سنیوں کے دل کومحوِبرج خضرا کیجئے
لیجئے شجرہ ہے یہ اب وردِ شجرہ کیجئے
اہل سنت دیتے ہیں تیری شجاعت کوسلام
محسن ملت سلام محسن ملت سلام

راستے کی ظلمتوں سے کیامجھے خوف وخطر
داغ عشق محسن ملت توہے رشک قمر
اے ضیاء قائم ہے تم پہ ان کافیضان نظر
ساتھ ہے لمحہ بہ لمحہ تیری شوکت کو سلام
محسن ملت سلام محسن ملت سلام

خراج عقیدت

ڈاکٹرنعیم ساحل الہ آباد(یوپی)

مردِ مومن کی طرح تشریف لائے وہ یہاں
ان کی آمد سے چھٹا ہرسو جہالت کا دھواں
زندگی اچھی گزاروان کا یہ پیغام تھا
عمربھرہاتھوں میں ان کے پرچم اسلام تھا
ان سے پہلے چھتیس گڑھ میں کوئی بھی رہبر نہ تھا
اس شہرمیں ان کاکوئی ثانی و ہمسر نہ تھا
کفرکی جانب بڑھے توختم کرڈالااسے
پھر نظر آیا نہ کوئی ماننے والا اسے
قوم کو باہر نکالا حلقہ ناکام سے
اک مدرسہ آج بھی قائم ہے ان کے نام سے
وہ مجاہدعالم دیں صاحب ایمان تھے
ان کی خوبی سے سبھی واقف سیاست دان تھے
پھولپورمیں آکے رکتے تھے وہ ڈیراڈال کے
کام آئے تھے الیکشن میں جواہرلال کے
اہل دنیا کی نظرمیں وہ تھے اللہ کے ولی
گلشن فاروقیت کے پھول تھے حامدعلی
سرزمین رائے پورکاگوشہ گوشہ کھل اٹھا
محسن ملت کاساحل جب خطاب ان کو ملا

مشعل راہِ ہدایت محسن ملت کی ذات

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل فاتر مظفرپوری

جان ملت شان ملت محسن ملت کی ذات
مشعل راہِ ہدایت محسن ملت کی ذات

پورے چھتیس گڑھ میں تیرے فیض کا دریا رواں
رہبر دین وشریعت محسن ملت کی ذات

اعلیٰ حضرت کے مشن کے ترجمان تھے بالیقیں
اہل سنت کی عقیدت محسن ملت کی ذات

کتنے حافظ اور قاری آپ نے پیدا کئے
پاسبان دین وسنت محسن ملت کی ذات

دین کی شمع جلائی کفر کے طوفان میں
قاطع کفروضلالت محسن ملت کی ذات

جس طرف بھی دیکھئے علم کی ضوپاشیاں
ہے ضیائے علم وحکمت محسن ملت کی ذات

مدھیہ بھارت کے لئے فاتر یقیناً دیکھئے
ہے خدا کی خاص رحمت محسن ملت کی ذات

☆☆☆